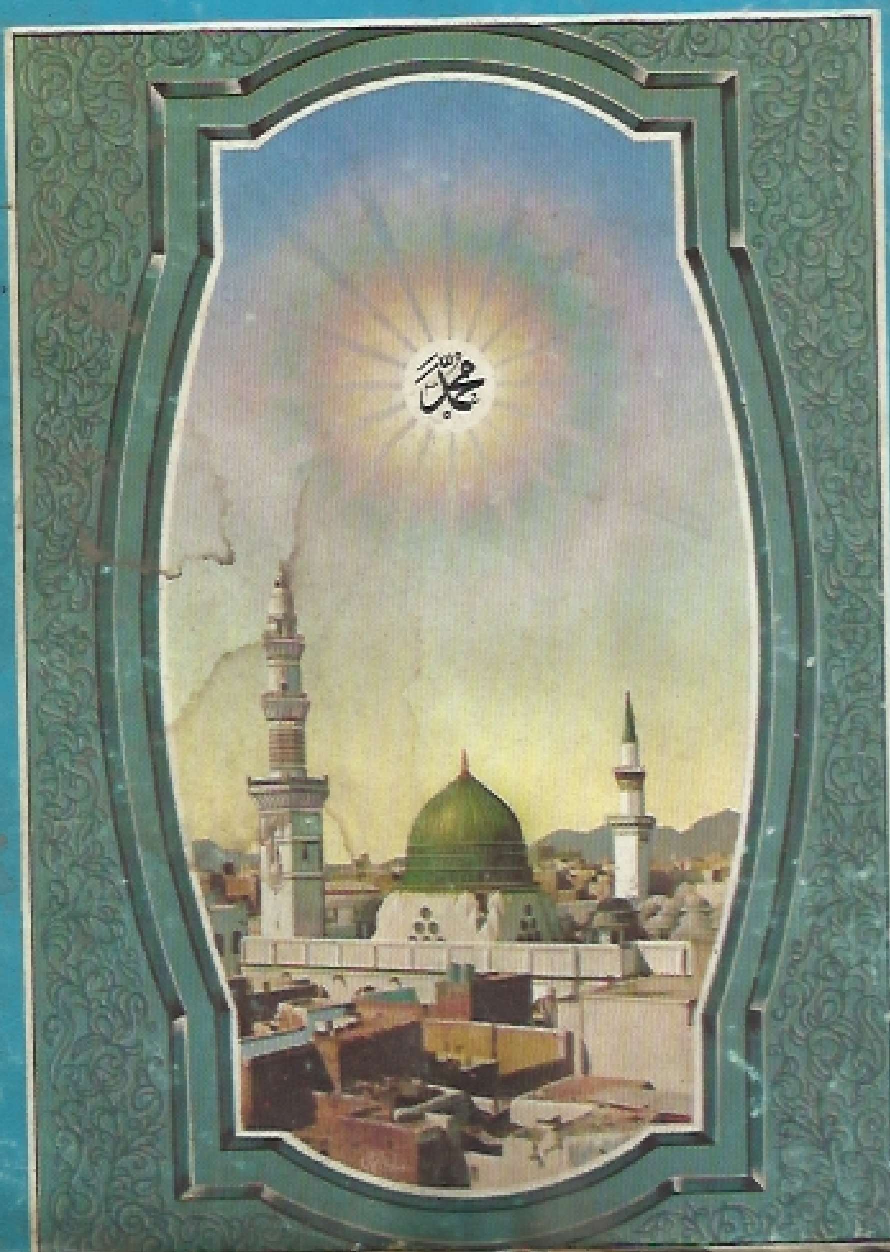
# مدینۃ النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مُرتب
راجا رشید محمود



# مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مُرتّب

راجا رشید محمود

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

مکتبۂ ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور کوڈ ۵۴۵۰۰

کتاب : مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مرتب : راجا رشید محمود۔ ایم اے اُردو۔ فاضل درسِ نظامی

(سینئر ماہرِ مضمون۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور)

خوشنویس : جمیل احمد قریشی تنویر رقم۔ محمد یوسف نگینہ۔ خلیل احمد نوری

صفحات : ۱۱۲+۹۶=۲۰۸

بار اوّل : ۱۹۸۸ء

قیمت :

۴۸ روپے

ناشر :

مکتبہ ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

اطہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور

کوڈ نمبر۔ ۵۴۵


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ نے کہا :

جنھوں نے دُنیا کی تاریخ کو سنوارا، جن کے وجودِ باجود کی برکت سے ہستی کو ہستی ملی

وہ جس شہر کے شہریار رہیں، اس کا جواب کہاں

علم بولا :

جہاں مدینۃ العلم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ڈیرا ہے، وہ جگہ اہلِ علم کے دلوں میں بستی ہے

وجدان پکارا :

عفو چاہنے والو! رحمت کے طلبگارو! وہ بستی ایسی پناہ گاہ ہے جس کے صدر دروازے پر

"جاءُوکَ" کی نوید کندہ ہے

احساس گویا ہوا :

وہ بستی اُن کا مسکن ہے، جو عالمین کے لیے رحمت ہیں،

وہ بستی نہ ہوتی، تو ہمارے دل کی بستی کیسے بستی ؛

زبان اپنی زبانِ حال سے پکاری :

میں تو بنائی اسی لیے گئی ہوں، میں تو اس سرزمین کے گُن گاؤں گی

قلم نے کہا :

میرے خالق و مالک نے میری قسم اسی لیے کھائی تھی کہ میں مولا کے مدینہ کی تعریف میں تر زبان رہوں ——— اور سرکار جس شہر میں پھرتے رہے، جس شہر میں تشریف فرما ہیں، اُس کے تقدس کی، اس کی عظمت کی قسم کھاؤں!

اور ——— ؛

آنکھ، بے چاری آنکھ :

میری آنکھ کچھ دیکھنے کی حسرت میں گُھل رہی ہے

دیکھتی ہے ——— کہ بینائی چاہتی ہے، نُور مانگتی ہے

حُب دیا!

اس کاسۂ طلب کو بینائی کی بھیک بخش دے یعنی اس میں تجلیاتِ طیبہ بھر کر اسے ہمیشہ کے لیے بند کر دے!

اکّو ایہو سدّھر میری آکھ داور ویکھاں       اس تکیں بعد بے ویکھاں کجھ تے موت منظور ویکھاں

## مضامین



## نعتیں



بنو نجار کی اُن بچیوں کے نام

جنہوں نے

مدینہ طیبہ میں سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی موجودگی میں

نعت گائی

## نظمیں





(حصہ دوم)

## مقالے / مضامین



## نعتیں

# نظمیں





بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خوابگاہِ مصطفیٰ ﷺ

"بانگِ درا" کے حصہ سوم کی پہلی نظم "بلادِ اسلامیہ" ہے۔ اس نظم میں حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ دلّی، بغداد، قرطبہ اور قسطنطنیہ کا ذکر کرنے کے بعد مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

وہ زمیں ہے تو مگر اے خوابگاہِ مصطفےٰ
دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا

خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شاہنشاہِ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے

ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی، نہ فارس ہے، نہ شام

آہ طیبہ! دیس ہے مسلم کا تو، ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو

جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

(علامہ محمد اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# درِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ!
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے

محبوبِ ربِ عرش ہے اس سبز قبہ میں
پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے

کعبہ دلہن ہے تربتِ اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

اتنا عجب بلندی جنت پہ کس لیے
دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

عرش بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ
اتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک گھر کی ہے

اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی



# گہوارۂ امن و اماں

مدینہ مرکزِ نورِ خدا ہے
مدینہ مسکنِ خیر الوریٰ ہے
مدینہ شہرِ محبوبِ خدا ہے
مدینہ محورِ جود و سخا ہے
مدینہ منبعِ لطف و عطا ہے
مدینہ بیکسوں کا مدعا ہے
مدینہ روشنی کی ابتدا ہے
مدینہ رونقوں کی انتہا ہے
مدینہ جادۂ اہلِ وفا ہے
مدینہ بندگی کا ارتقا ہے
مدینہ فضل ہے رحمت کدہ ہے
مدینہ مصدرِ بیم و رجا ہے
وہی آرام گاہِ مصطفیٰ ہے

مدینہ مصطفیٰ کا آستاں ہے
مدینہ فرش پر جنت نشاں ہے
مدینہ رافتِ بیچارگاں ہے
مدینہ سجدہ گاہِ عاشقاں ہے
مدینہ مخزنِ سوزِ اذاں ہے
مدینہ آشتی کی داستاں ہے
مدینہ غمگسارِ بیکساں ہے
مدینہ وجہِ تسکینِ بے گماں ہے
مدینہ رونقِ کون و مکاں ہے
مدینہ عظمتِ ہر دو جہاں ہے
مدینہ حرزِ دل آرامِ جاں ہے
مدینہ ایک نقشِ جاوداں ہے
وہی گہوارۂ امن و اماں ہے

درد اسعدی (حیدر آباد)

# کعبۂ عاشقاں

نور کا آسماں مدینہ ہے
رشکِ صد کہکشاں مدینہ ہے

کیوں نہ سجدے کو دل جھکیں از خود
کعبۂ عاشقاں مدینہ ہے

سفرِ شوق میں ہیں اہلِ دل
منزلِ کارواں مدینہ ہے

ہر قدم پر ہے رحمتوں کا نزول
رحمتوں کا نشاں مدینہ ہے

آسماں سے ہے ارفع و اعلیٰ
سر زمیں وہ، جہاں مدینہ ہے

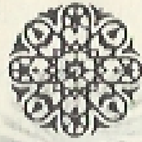
ہم سے پوچھو تو ہم سمجھتے ہیں
حاصلِ دو جہاں مدینہ ہے

کیوں نہ ہر آن ہو تصور میں
میرا دل میری جاں مدینہ ہے

ذرہ ذرہ ہے جس کا رشکِ سحر
وہ حسیں گلستاں مدینہ ہے

پروفیسر حسین سحر (ملتان)





جب سے ہُوا وہ گُل چمن آرائے مدینہ
جبریلؑ بنے بلبلِ شیدائے مدینہ

شمسی کی جھلک دیکھ کے خورشیدِ فلک ہے
جاروب کشِ ساحتِ زیبائے مدینہ

اللہ رے مہتابیٔ زیبا کی صفائی
مہتاب ہے خاکسترِ صحرائے مدینہ

بوسے کی تمنا ہے جو مینائے فلک کو
جھکتا ہے سوئے گنبدِ خضرائے مدینہ

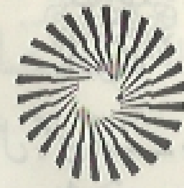
واں کے در و دیوار مرے پیشِ نظر ہیں
اندھیر ہو گر آنکھ سے چھپ جائے مدینہ

ہر سنگ میں واں کے شررِ طور ہے پنہاں
ہر خشت کو کہیے یدِ بیضائے مدینہ

ہر چاہ سے جاری ہے وہاں چشمۂ حیواں
پیاسوں کے لیے خضر ہے سقائے مدینہ

قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں ان کو جو دیکھ آئے مدینہ

——— کفایت علی کافی شہیدؒ



آنکھوں میں ہے گھر، دل میں مرے جائے مدینہ
ان تینوں مدینوں میں ہے ماوائے مدینہ

ہے قصرِ جناں روضہ، ستوں طوبیٰ فردوس
جنت کا تماشا ہے تماشائے مدینہ

فیضِ قدمِ شہؐ سے ضیا پائی ہے ایسی
خورشید ہے اِک ذرّۂ صحرائے مدینہ

محشر میں ہُوا لالۂ گلزارِ شفاعت
جس دِل میں پڑا داغِ تمنائے مدینہ

ہر صبح بندھا روضۂ حضرتؐ کا تصوّر
جب آنکھ کھلی، کھُل گئے در ہائے مدینہ

بازارِ محبت میں کہاں مجھ سا خریدار
سر بیچ کے لیتا ہوں میں سودائے مدینہ

موسیٰؑ ہیں اگر محوِ تجلائے سرِ طور
ہے رُوح مری محوِ تجلائے مدینہ

——— امیرؔ مینائی



# مدینۃ الرسول ﷺ کے اسمائے مقدس

اظہر محمود

تمام دنیا کے مسلمانوں کے دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی محبت میں دھڑکتے ہیں۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو، اس کا دل اس عظیم شہر کی محبت میں دھڑکتا ہے، اس کا دماغ مدینہ پاک کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کی آنکھیں مدینہ منورہ کی محبت میں اشک برساتی ہیں۔ عشاقِ رسولؐ اسی شہر میں حاضری کی تمنا دل میں رکھتے ہیں۔ شعراء کے نعتیہ کلام میں اس خواہش کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔

مکان کی حیثیت کا تعیّن اُس کے مکین سے کیا جاتا ہے۔ مدینہ میں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، اس لیے وہ جگہ سب انسانوں کو سب سے اچھی لگتی ہے۔ دراصل مکین سے جتنی محبت ہوگی، مکان سے اتنا ہی انس ہوگا۔ مکین جتنا اچھا ہوگا، مکان اتنا ہی اچھا لگے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تو جزوِ ایمان ہے بلکہ اساسِ ایمان ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اُس شخص کا ایمان مکمل نہیں جو حضورؐ کو اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اپنی جان اور ہر چیز سے زیادہ محبوب نہیں سمجھتا۔ جب ہمیں مکین سے اتنی محبت ہے تو ظاہر ہے کہ اُس خاکِ پاک سے بھی اتنی ہی محبت اور عقیدت ہوگی جہاں سرکارؐ تشریف فرما ہیں۔ عشاقِ رسولؐ کے لیے یہ شہر دنیا میں واحد دارالامان اور دارالقرار ہے کیونکہ مدینۃ الرسولؐ ہے۔ حضورؐ کے نام لیواؤں کو اس شہرِ دلفریب سے بڑھ کر کسی جگہ سے دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی۔ جو شخص سرکارؐ کے اس شہر سے جتنا عقیدت مندانہ لگاؤ رکھتا ہے، وہ سرکارؐ سے اس کی ارادت پر دلالت کرتا ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ دنیا بھر سے لاکھوں عقیدت مند ہر سال مدینہ منورہ میں زیارتِ روضۂ سرکارؐ کے لیے جاتے ہیں اور اپنے دلوں کو منور کرتے ہیں۔

احادیث میں اس شہرِ مقدس کو اُس کی خصوصیتوں کے پیشِ نظر مختلف نام دیے گئے ہیں۔ روئے زمین پر کوئی ایسا شہر نہیں جس کے نام اس قدر زیادہ ہوں جتنے مدینہ پاک کے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پسندیدہ نام طَابَۃ، طَیْبَۃ، طَیِّبَۃ وطَابَۃ ہے۔ حدیث پاک میں ہے "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مدینہ طیبہ کا نام طَابَہ رکھوں"۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کا نام توریت میں طابہ، طیبہ اور طیبہ ہے اس لیے اس نام کی فضیلت سب سے برتر ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک اولاد کا نام ہے۔ جب حضرت نوحؑ کی اولاد متفرق شہروں میں آباد ہوئی تو یثرب نامی اولاد نے اس سرزمین پر قیام کیا۔ جب کہ علمائے تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ یثرب خاص مدینہ کا نام ہے۔ اکثر علماء نے اسی قول کو بہتر کہا ہے۔ ابن زبالہ جو مورخینِ مدینہ کے پیشوا مانے جاتے ہیں اور منجملہ اصحابِ امام مالکؒ سے ہیں اور دوسرے حضرات نے بھی علماء سے روایت کیا ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب نہ کہا جائے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث آئی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یثرب کہے تو اُس کو لازم ہے کہ اس کی تلافی اور تدارک میں دس مرتبہ طیبہ کہے۔ پھر اسی طرح کی حدیث امام احمد اور ابویعلی نے روایت کی ہے۔ اگر مطلب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یثرب کا مطلب "فساد" کے معنوں میں ہے۔ اس کے علاوہ یثرب ایک کافر کا نام بھی ہے۔ بعض احادیث میں مدینہ منورہ کا نام یثرب آیا ہے۔ اس کے لیے علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ ممانعت سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

مختلف کتبِ احادیث سے مدینہ منورہ کے جو نام مل سکے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

**اَرْضُ اللّٰہِ:** قرآنِ مجید میں آیا ہے "اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً"۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ارضُ اللہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔



**اکالۃ البلدان:** مدینہ منورہ کو تمام شہروں پر فضیلت حاصل ہے اس لیے قرآنِ مجید میں اس کو اکالۃ البلدان بھی کہا گیا ہے۔

**اُکالۃُ القُریٰ:** اس کا مطلب ہے تمام بستیوں پر غالب بستی۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے "مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے۔"

**الایمان:** قرآنِ مجید میں ایک جگہ آتا ہے "وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ"۔ علمائے دین کی نظر میں دار اور ایمان سے مراد مدینہ ہے۔

**البلد:** قرآنِ مجید میں آتا ہے "لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ"۔ حضرت عیاضؒ کی روایت کے مطابق یہاں اَلْبلد سے مراد مدینہ ہے۔

**بیتُ الرَّسُولؐ:** بیت الرسولؐ سے مراد ہے حضورؐ کا گھر۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ"۔ مفسرینِ کرام کی رائے میں اس آیت میں بیت سے مراد مدینہ پاک ہے۔ چونکہ حضورؐ مدینہ میں رہتے تھے اور آپؐ نے مکے سے مدینہ ہجرت کی تھی اس لیے اس کا نام بیت الرسول ہے۔

**جزیرۃ العرب:** یہاں بھی جزیرۃ العرب سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ سیدنا ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مدینہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس جزیرے کو شرک سے پاک فرما دیا ہے۔"

**اَلْجُنَّۃ:** اس کے معنی ڈھال کے ہیں۔ ایک صحابی سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا "میں جُنّہ میں ہوں"۔ یہاں جُنّہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

**المَحْصِیْنَۃ:** یہ نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا "رَأَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ دِرْعٍ حَصِیْنَۃٍ"۔ اس میں حصینہ سے مراد مدینہ منورہ ہے۔

**الحبیبۃ:** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شہر سے بہت پیار ہے، اس لیے اسے حبیبہ کہا گیا۔ آپؐ نے ایک موقع پر دعا کی "اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو محبوب بنا دے"۔ اس حدیث سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ مدینہ منورہ سے کس قدر اُنس رکھتے تھے۔

**الحرم:** حرم کے معنی "حرمت" کے ہیں اور اس شہر کی حرمت سب شہروں سے

بڑھ کر ہے۔ مسلم شریف میں آتا ہے "مدینہ حرم ہے۔"

**حرمِ رسول اللہ** : سرکارِ ابد قرار نے اس شہر کو حرم قرار دیا، اسی لیے اس کو حرم رسول اللہ بھی کہتے ہیں۔ ایک حدیث شریف ہے "مکہ ابراہیم کا حرم ہے اور مدینہ میرا حرم ہے۔"

**حَسَنہ** : عربی میں حسنۃ سے مراد حُسن لیا جاتا ہے جب کہ اس شہر میں ظاہری، باطنی، معنوی، حِسّی ہر طرح کا حُسن ملتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ایک آیت میں حسنۃ کا ذکر ہے، علماء کرام نے وہاں بھی اس سے مدینہ منورہ مراد لیا ہے۔

**الخیرہ** : اس کے معنیٰ بہتری والا شہر، خیرہ والا شہر کے ہیں۔

**الدار** : یہ بھی اس مقدس شہر کے اسمائے گرامی میں سے ایک ہے۔ قرآنِ پاک میں آیا ہے "جن لوگوں نے دار کو ٹھکانہ بنایا۔" مفسرین کرام کے مطابق یہاں الدار سے مراد مدینہ منورہ لیا گیا ہے۔

**دارالابرار** : اس کے معنیٰ ہیں نیکیوں کا گھر۔ مدینہ منورہ کو مہاجرین و انصار اور صحابہ کرام کے مسکن ہونے کی وجہ سے دارالابرار کہتے ہیں۔

**قبۃ الاسلام** : حدیث شریف میں آتا ہے "مدینہ اسلام کا قبہ ہے۔" اسی لیے اس شہر کا نام قبۃ الاسلام ہے۔

**سیّدۃ البُلدان** : اس نام کا مطلب "شہروں کی شہنشاہ بستی" ہے۔ اور یہ الفاظ حدیث پاک میں بھی آئے ہیں۔

**الشافیہ** : اس سے مراد شفا ہے۔ یعنی اس شہر کی مٹی ہر بیماری میں شفا دیتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "مدینہ شریف کی مٹی ہر بیماری کی دوا ہے۔"

**العاصمہ** : عاصمہ کے لفظی معنیٰ معصوم کے ہیں اور لغوی معنیٰ بچائی گئی بستی کے ہیں۔ یعنی یہ بستی ہر قسم کے غم، فکر، بیماری اور ہر قسم کی تکلیفوں سے پاک ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "اس بستی میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکیں گے۔" مدینہ کو عاصمہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ اس بستی میں مہاجرین کو انصار نے پناہ دی تھی۔



**العزراء** : یہ نام توریت میں بھی ہے۔ اس کو العزرا اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ خطہ ہمیشہ دشمن کی زیادتیوں سے محفوظ رہا اور رہے گا اور ہمیشہ پاکیزہ نظروں سے دیکھا گیا اور دیکھا جائے گا۔

**العراء** : عربی لغت میں عرا اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی کوہان اونچی نہ ہو۔ چونکہ مدینہ کی بستی بھی فلک بوس عمارات پر مشتمل نہ تھی اس لیے اس کو العرا ر کہا گیا۔

**العروض** : اس شہر کی دوسرے شہروں سے علیحدگی کی بنا پر اس کا یہ نام رکھا گیا۔ نجد کے تمام شہر خطِ مستقیم طولانی پر واقع ہیں اور یہ شہر اُن سب سے ہٹ کر ہے۔

**الغراء** : اس نام کے معنیٰ عربی لغت میں روشن کے ہیں۔ گویا اس شہر کو روشنیوں کا شہر قرار دیا گیا۔ یوں لگتا ہے کہ اس خطہ سے نورانی روشنیاں نکل کر تمام عالمِ انسانیت کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

**غلبۃ** : یہ شہر دوسرے تمام شہروں سے غلبے والا ہے۔ یہ نام زمانۂ جاہلیت کا ہے۔

**القاصمۃ** : القاصمہ نام توریت میں بھی ملتا ہے۔ مدینۂ عالیہ کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس خطے پر آنے والے تمام دشمن خاک میں مل گئے۔

**قریۃ انصار** : یہ نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود رکھا تھا۔ اس کی وجہ قرآنِ مجید کی آیت کریمہ ہے "وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا۔"

**قریۃُ رسول اللہ** : حدیث پاک میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔ چونکہ حضورؐ اس بستی میں تشریف فرما ہے اس لیے اس کا نام "قریۃ رسول اللہ" ہے۔

**المُبارکۃ** : حضورؐ نے اس شہر کے لیے خصوصی دعا کی، اس لیے اس کا نام مبارکہ پڑ گیا۔ "یا اللہ! مکہ مکرمہ سے دوگنا اس میں برکت عطا فرما۔"

**المؤمنۃ** : تورات میں بھی مدینہ منورہ کا نام المومنہ آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شہر کی مٹی مومنہ ہے۔" اس شہر کے رہنے والوں نے آپؐ کو مانا حتیٰ کہ پتھروں تک نے تصدیق کی۔

**قلبُ الایمان** : یہ بھی مدینہ منورہ کا ایک نام ہے۔ ابنِ جوزی فرماتے ہیں کہ

حضورؐ نے فرمایا "مدینہ ایمان کا دل ہے۔"

**مبین الحلال والحرام** : اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ حلال و حرام کے درمیان فرق کو بتلانے والی پاک جگہ یہی ہے۔

**المحبوبہ** ، خدا تعالیٰ کو یہ جگہ سب سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ اس کے محبوبؐ نے اُسے پسند کیا ہے۔

**المحفوفہ** : المحفوف کا معنی ہے ڈھکا ہونا، معمور ہونا۔ چونکہ یہ شہر رحمت، شفقت اور برکات سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس لیے المحفوفہ کہلایا۔ مختلف احادیث میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

**المحفوظہ** ، اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو دجال اور طاعون کی بیماری سے محفوظ فرمایا، اس لیے یہ شہر المحفوظہ کہلایا۔

**مَدْخَل صدق** : اس کے معنی ہیں سچائی کا داخلہ۔ یعنی اس شہر کو سچائی کے داخل ہونے کی جگہ قرار دیا گیا۔ اس نام کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔

**مدینۃ الرسول** : چونکہ حضورؐ نے زندگی کا بہترین حصہ اس جگہ پر گزارا اور وصال کے بعد بھی یہیں قیام فرما ہیں۔ اس لیے اس شہر کو مدینۃ الرسول کہتے ہیں۔

**المرحومہ** ، چونکہ اس شہر پر اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم کرم اور رحم فرمایا اور اپنے محبوب کو تمام نسل انسانی کی بہتری کے لیے بھیجا، اس لیے یہ شہر المرحومہ ٹھہرا۔

**المرزوقہ** : اس کا مطلب ہے باطنی حسن اور معنوی رزق۔ اس خطہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے بہترین رزق سے نوازا ہے اس لیے اس کا نام مرزوقہ کہلایا۔

**مَضْجَع الرسولؐ** ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اور یہی میری آرام گاہ ہے" چونکہ حضورؐ کے فرمان مبارک سے یہ نام رکھا گیا، اس لیے یہ بہت ہی افضل ہے۔

**مہاجر الرسولؐ** : حدیث پاک میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے۔" اسی لیے اس شہر مقدس کا نام مہاجر الرسول بھی ہے۔

**المقر** ، عربی میں اس کا مطلب قرار ہے۔ یعنی اس خطہ میں ہر ایک کے لیے قرار و سکون ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "اے اللہ! ہمارے لیے اس بستی کو قرار بنا دے۔"

**المقدسہ** : چونکہ یہ شہر ہر قسم کے عیبوں اور گناہوں سے پاک ہے، اس لیے اس کا نام المقدسہ ٹھہرا۔

**الموفیہ** : اس کا مطلب ہے وفا کرنا۔ یعنی یہ بستی اپنے زائرین سے وفا کرتی ہے اور اُن کے تمام حقوق پورے کرتی ہے۔

**ذات النخل** ، یعنی کھجوروں والی جگہ۔ اس کا نام حضورؐ نے خود رکھا۔ انہوں نے فرمایا "مجھے میری ہجرت گاہ دکھائی گئی جو کھجوروں والی ہے۔"

**دار الفتح** : یہی وہ عظیم الشان جگہ ہے جہاں سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔

**ارض الھجرت** ، اس سرزمین پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے آئے تھے اس لیے اس کا نام ارض الہجرت ہے۔

**بارہ و برہ** : یہ نام برائی اور بھلائی کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر نیکیوں اور بھلائیوں سے بھرا ہوا ہے۔

**جابرہ وجبارہ** ، یہ نام مبارک بھی اُس مقدس شہر کے ناموں میں سے ایک ہے۔ اس کا نام جبر رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ غریب کو، مال دار کو، بے کسوں کو، فقیروں کو سہارا دینا، مغروروں کے غرور کو توڑنا، سرکشوں کو اطاعت پر مجبور کرنا اس شہر کی خصوصیات میں سے ہے۔

**حسنۃ** : یہ بھی مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ہے سچی محبت اور اعتقاد کا اصل حسن جو قلبی آنکھوں سے ہوتا ہے وہ اسی شہر پاک میں ہے جو نورانیت اس شہر میں ہے وہ کسی اور مقام میں نہیں۔

**خیرہ وخیرہ** : یہ بھی اسی بزرگ مقام کا نام ہے۔

**معصومہ** ، اس شہر کا ایک نام معصومہ بھی ہے۔ اس کے معنی محفوظ ہونے کے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ بعض سرکش اور جابر لوگوں سے محفوظ رہا اور رہے گا۔

**فاضحہ** : یہ نام مدینہ پاک کا اس لیے رکھا گیا کہ بدکردار لوگ اس میں چھپ کر نہیں رہ سکتے۔ آخرکار ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

**مجبورہ** : مجبار اُس زمین کو کہتے ہیں جو سبزیاں جلد اُگاتی ہے اور نفع والی ہوتی ہے۔ اور یہ بات تجربات سے ثابت ہو چکی ہے کہ مدینہ ایسی ہی زمین ہے۔

**محروسہ و محفوظہ اور محفوفہ** : حدیث پاک میں آیا ہے کہ مدینہ پاک کی گلیوں کے دونوں سروں پر فرشتے بیٹھے ہوئے اس کی پاسبانی کرتے ہیں اس وجہ سے اس کا نام محروسہ و محفوفہ اور محفوظہ ہے۔

**مسکینہ** : حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو خطاب فرمایا کہ اے زمینِ پاک اور اے بقعۂ مطہر اور اے مکانِ مسکین، خزانوں کو قبول مت کر۔ یوں، اس شہرِ مقدس کا نام مسکینہ بھی ہے۔

**مُسلمہ** : اس نام کے معنیٰ ایمان اور اسلام کے ہیں۔ اس شہر میں اسلام کو استحکام ملا۔

**مطیبہ مقدسہ** : اِس شہر کی خصوصیات کے پیشِ نظر اِس لفظ کے معنیٰ طہارت، پاکیزگی، صفائی اور نزاکت کے ہیں۔

**مقر** : یہ لفظ قرار سے ہے، چنانچہ حدیثِ پاک میں آتا ہے "اے اللہ تو کر دے ہمارے لیے اس شہر میں قرار اور رزق عمدہ"۔

**مکینہ** : مکینہ بھی مدینہ منورہ کا ایک نام ہے۔ اس کے معنیٰ عزت اور درجے کے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شہر کو حاصل ہے۔

**ناجیہ** : مدینے کے رہنے والوں کے لیے نجات ہی نجات ہے، اس لیے اس کا نام ناجیہ بھی ہے۔

**المدینہ** : یہ نام سب سے بڑھ کر افضل و برتر ہے۔ لغت میں مدینہ اس مقام نام ہے جو مکانات اور کثرتِ عمارات میں قریہ کی حد سے تجاوز کر گیا ہو۔ قرآن مجید اور توریت میں بھی مدینہ کا نام اکثر آیا ہے۔



اس کے علاوہ جو نام ملتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

دار الاخیار۔ السنۃ۔ دار السلامہ۔ دار الہجرۃ۔ قبۃ الاسلام۔ المکینہ۔ بلاد۔ النحر۔ العذراء۔ دار الابرار۔ المختان۔ المقدسہ۔ المطیبہ۔ مسجد اقصےٰ۔ المختارہ۔ المحبۃ۔ مبین الحلال والحرام۔ الفاضحہ۔ طباب۔ السلفہ۔ دار السنۃ۔ البلاط۔ البحرۃ۔ البحیرہ۔ ارض الہجرۃ۔ اثرث۔ ذات الحجر۔ ذات الحرار۔ البارہ۔ البررۃ۔

## ماخذ و مراجع :—


(۱) قرآنِ مقدس (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم شریف (۴) ترمذی شریف (۵) سننِ ابو داؤد (۶) سنن ابن ماجہ (۷) سننِ نسائی (۸) مشکوٰۃ المصابیح (۹) جذب القلوب (۱۰) مدینۃ الرسول (۱۱) میرے سرکارؐ۔


نُور و رحمت کا خزینہ مری آنکھوں میں رہے
اب مدینہ ہی مدینہ مری آنکھوں میں رہے
ارضِ طیبہ کی فضاؤں میں مؤدب ہو کر
سانس لینے کا قرینہ مری آنکھوں میں رہے
ہر گھڑی صبحِ مدینہ کی ضیا ہو دل میں
رونقِ شامِ مدینہ مری آنکھوں میں رہے
یا نبیؐ آپ کی چوکھٹ ہو تصور میں مرے
یعنی وہ عرش کا زینہ مری آنکھوں میں رہے
حلقۂ نعت میں جب ذکرِ مدینہ ہو کلیم
سبز گنبد کا نگینہ مری آنکھوں میں رہے

——— اکرم کلیم (ساہیوال)



اگر ہے شوقِ لقائے جنّت، چلو مدینہ چلو مدینہ
حبیبِ ربّ کی کرو زیارت، چلو مدینہ چلو مدینہ
جو گلشنِ کوئے مصطفیٰ کی بہشت میں ہم نے کچھ ثنا کی
کہیں گے سب ساکنانِ جنّت، چلو مدینہ چلو مدینہ
تمام کوئے نبیؐ ہے گلشن، یہ شہر ہے مثلِ طور روشن
اٹھو دکھائیں خدا کی قدرت، چلو مدینہ چلو مدینہ
اگر ہیں ایماں کے تم کو دعوے، تو باندھو اے مومنو کجاوے
ہر اہلِ اسلام کی ہے دعوت، چلو مدینہ چلو مدینہ
پیئے زیارت جو حوریں آئیں، بہارِ فردوس بھول جائیں
کریں نہ طیبہ سے عزمِ رجعت، چلو مدینہ چلو مدینہ
ہے شہرِ طیبہ عجیب بستی، خدا کی رحمت ہے واں برستی
ہیں واں کے باشندے اہلِ جنّت، چلو مدینہ چلو مدینہ
غریبؔ کیوں ہند میں پڑے ہو، کمر کو باندھو اب اٹھ کھڑے ہو
خدا ہے حامی، لگاؤ ہمّت، چلو مدینہ چلو مدینہ

——— غریبؔ سہارنپوری

# مدینہ تاجدارِ مدینہ ﷺ کی نظر میں

شہناز کوثر

قریش کے ظلم و ستم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پسندیدہ شہر کو الوداع کہہ کر اللہ تعالیٰ کے محبوب شہر میں آ گئے۔ ہجرت کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

”اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی، اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد فرما جو تجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو۔“

(مستدرک حاکم)

اس دعا سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام ملکوں، تمام علاقوں، سب خطّوں سب شہروں اور دنیا کی سب جگہوں سے زیادہ مدینہ منورہ پسند ہے۔ جہاں اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔

مدینہ منورہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ اسلام کی پہلی مسجد تعمیر ہوئی اور اسلام کا پہلا مدرسہ قائم ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا اور مدینہ ایک الگ ریاست بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوال و افعال سے مدینہ کی فیوض و برکات کا ذکر ملتا ہے جس سے ہر اہلِ ایمان کے دل میں بھی مدینہ منورہ کے لیے عقیدت و احترام کے جذبات اُبھرتے ہیں اور مدینہ کی زیارت کی تمنا ہمارے دلوں کو تڑپاتی ہے۔

ہر سال لاکھوں لوگ مدینۂ عالیہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ بھی ہمارے لیے قابلِ احترام ہے کیونکہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری اور وہ آپؐ کا پسندیدہ شہر تھا مگر مدینہ اسلام کے فروغ اور پیغمبرِ اسلام سے شدید محبت کی وجہ سے ہمارے لیے چاہت اور محبت کا مرکز بن گیا ہے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آگئے تو اس آیتِ کریمہ کا اطلاق اس شہر پر ہو جاتا ہے کیونکہ اصل چیز ذاتِ پاکؐ کی موجودگی ہے۔ اس لیے مدینہ کا ایک نام "بلد" بھی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینۂ پاک کو اپنا حرم قرار دیا اور مدینہ طیبہ میں میں فساد پھیلانے والے کو اللہ کی لعنت کی وعید دی۔ جو شخص زیارت کی نیت سے مدینہ جائے گا یا مدینہ میں فوت ہوگا، اس کے لیے آپؐ کی خاص شفاعت ہوگی۔ مدینے کے درخت کاٹنا اور وہاں شکار کھیلنا منع کیا گیا ہے۔ مدینہ والوں سے مکر و فریب کرنے والا کا حشر یوں ہوگا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو طابہ کہا ہے اور اس سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب مدینہ کی حدود میں داخل ہوتے تو اپنی سواری کو تیز دوڑا کر مدینہ میں داخل ہوتے۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق مدینہ میں طاعون اور دجّال کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ مدینہ رہائش کے اعتبار سے بہت اچھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبرِ مبارک کے لیے مدینہ کی سرزمین پسند فرمائی۔ قبیلہ بنو سلمہ مسجدِ نبوی سے دور رہنے کی وجہ سے مسجدِ نبوی کے قریب مکانات لے کر رہنا چاہتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینہ کی کسی جگہ کو بھی آپؐ خالی اور ویران نہ دیکھنا چاہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو مدینہ کے در و دیوار کو دیکھتے تھے۔ جَبَ مدینہ میں اپنی اونٹنی تیز چلاتے تھے اور اگر کسی اور سواری پر ہوتے



تو اُسے بھی ایڑ لگاتے۔ (صحیح بخاری۔ باب فضائل مدینہ منورہ۔ رواہ انس بن مالکؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ جو برکت تُو نے مکہ میں رکھی ہے، مدینہ کو اس سے دوگنی برکت دے۔ (صحیح بخاری۔ رواہ انس بن مالکؓ)

ہر مسلمان کی دلی خواہش یہی ہے اور شعراء بھی اسی تمنا کو شعر کی زبان بخشتے آئے ہیں کہ انہیں مدینہ منورہ میں موت آئے اور وہیں ان کی تدفین ہو۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس سرزمینِ پاک پر حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم پاک آتے رہے اور حضور صلے اللہ وسلم اب بھی وہیں تشریف فرما ہیں، اس سرزمین میں مرنا اور اس خاک میں دفن ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس مقدس زمین میں دفن ہونے کو خود سرکارؐ نے پسند فرمایا اور اہلِ محبت کو نوید سنائی کہ جو شخص اس زمین میں دفن ہوگا، آپؐ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت یحییٰ ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ کے اندر ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ ایک شخص نے قبر میں جھانکا اور کہا قبر مومن کی بہت بُری خواب گاہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت بُری بات کہی۔ اس شخص نے کہا میرا منشا یہ نہیں تھا بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی راہ میں شہید ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں۔ پھر فرمایا زمین کا کوئی ٹکڑا مجھے اتنا محبوب نہیں کہ وہاں میری قبر ہو جتنا کہ مدینہ میں۔ تین مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے (مشکوٰۃ المصابیح باب حرم مدینہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کی طاقت رکھے کہ مدینہ میں مرے تو اسے چاہیے کہ وہ مدینہ میں مرے۔ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینہ میں مرے گا۔ (مشکوٰۃ۔ باب حرم مدینہ۔ رواہ ابن عمرؓ)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک کو اپنا حرم فرمایا ہے۔ اسی لیے مدینہ میں شکار کھیلنا اور وہاں کے درخت کاٹنا بھی منع کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ انسؓ۔ رواہ علیؓ / صحیح مسلم۔ رواہ سعد بن ابی وقاص)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوئے تو فرمایا یہ طابہ ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ ابوحمیدؓ / مشکوٰۃ المصابیح، رواہ جابر بن سمرۃؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں سے جو شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ (مشکوٰۃ، رواہ ابوسعیدؓ / موطا امام مالک۔ عبداللہ بن عمرؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن کا ملک فتح ہوگا، پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل وعیال اور اطاعت کرنے والوں کو لاد کر مدینہ سے لے جائیں گے حالانکہ اگر انہیں معلوم ہوتا تو مدینہ کی رہائش ان کے لیے بہتر تھی۔ اسی طرح شام فتح ہوگا، کچھ لوگ سواریاں ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل وعیال اور مطیعین کو سوار کر کے لے جائیں گے، کاش انہیں پیہ معلوم ہوتا کہ مدینہ ان کی رہائش کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اسی طرح عراق فتح ہوگا، کچھ لوگ سواریاں لاد کر آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور اطاعت شعاروں کو سوار کر کے لے جائیں گے۔ کاش انہیں معلوم ہو کہ مدینہ بود و باش کے لحاظ سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک۔ صحیح بخاری۔ رواہ سفیان بن ابی زہیرؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ کر آجائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ کر آجاتا ہے۔ (صحیح بخاری، رواہ ابوہریرہؓ)

ایک بدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ سے اسلام کی بیعت کی۔ دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آیا، کہنے لگا، میری بیعت توڑ دیجئے۔ تین بار اس نے یہی کہا اور آپؐ نے انکار کیا۔ پھر فرمایا مدینہ تو گویا بھٹی ہے، میل نکال دیتی ہے، خالص اور پاکیزہ چیز باقی رکھتی ہے (مشکوٰۃ، رواہ ابوہریرہؓ / صحیح بخاری۔ موطا امام مالک، رواہ جابر بن عبداللہؓ)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور منبر کے درمیان بہشت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہوگا۔ (صحیح بخاری، رواہ ابوہریرہؓ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ، رواہ ابن عمرؓ)

---

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

# نبی کا مدینہ

یثرب پہ ایک اور بھی فضلِ خدا ہُوا
اس شہر کو نبیؐ کا مدینہ کہا گیا
قدرت کی رحمتوں کا نیا باب اِک کُھلا
کی حق نے اہلِ دیں کو نئی زندگی عطا
واجب تھا شکر سب پہ خدائے قدیر کا
جلوہ نظر فروز تھا بدرِ منیر کا

روشن یہیں سے ہوگا چراغِ حق آگہی
پھیلے گی اب یہیں سے زمانے میں روشنی
پائیں گے بحر و بر نیا آئینِ زندگی
راہیں کھلیں گی جُود و مساوات و عدل کی
گونجیں گے ذکرِ حق سے در و بام ہر جگہ
ہوگا بلند پرچمِ اسلام ہر جگہ

ایک ایک ذرّہ خاکِ مدینہ کا طُور ہے
دلبر ہو جس جگہ، وہیں دل کا سُرور ہے
ہر دور میں وہ رحمتِ عالم ضرور ہے
کیسی یہ پھر کشاکشِ غیب و حضور ہے
اے پردہ دار، کشمکشِ دل مٹا بھی دے
رُخ سے تعینات کے پردے اٹھا بھی دے

—— محشر رسول نگری

# مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کیا مرکزِ انوار مدینہ کی زمیں ہے
یہ عرشِ معلّٰی ہے کہ فردوسِ بریں ہے

قرباں ہیں گلستانِ دو عالم کی بہاریں
طیبہ کا چمن غیرتِ فردوسِ بریں ہے

سرکارؐ کا روضہ ہے مرا قبلہ و کعبہ
یہ نقطۂ ایماں ہے، یہی مرکزِ دیں ہے

ذی شاں ہیں مقامات مدینے کے سوا بھی
جو شان یہاں ہے، وہ کہیں اور نہیں ہے

لینا ہے جسے آکے مدینے میں وہ لے لے
جو کچھ بھی ہے کونین کی دولت، وہ یہیں ہے

کیا ہو صفتِ خاکِ درخشانِ مدینہ
جو ذرّہ یہاں کا ہے، وہ اِک دُرِّ ثمیں ہے

چل سر کے بل اے زائرِ مشتاق ادب سے
بُستانِ محمّدؐ ہے، یہ طیبہ کی زمیں ہے

بابِ شہِؐ طیبہ سے کہاں جائیں ہم اٹھ کر
اس در کے سوا کوئی ٹھکانہ بھی کہیں ہے

مجھ کو ہے اُفُقؔ رحمتِ عالمؐ کا بھروسا
کچھ اور وسیلہ مری بخشش کا نہیں ہے

——— میر افقؔ کاظمی امروہوی

# خاکِ حجاز

جاذبیت تجھ میں کیوں ہے اس قدر خاکِ حجاز
ہے تری ترکیب میں پنہاں کشش کا کیا وہ راز
آفرینش مبتلا تیری، جہاں پامالِ ناز
تیرا ہر ذرّہ ہجومِ سجدۂ فرقِ نیاز
ہے ہوا تیری کہ موجِ بادۂ سرجوش ہے
تیری خاموشی ہے یا اِک شورِ ناؤ نوش ہے

لوگ کہتے ہیں کہ تھی وحشت کدہ تیری زمیں
تیرے رہنے والے تھے جہل و دنائت سے قریں
تیری ہر وادی تھی قزّاقوں کی گویا اِک کمیں
نام بھی تہذیب کا اس میں نہ تھا باقی کہیں
نابلد تھے رحم سے فرزند تیری خاک کے
کیونکہ دلدادہ تھے وہ خونریزیِ بے باک کے

ناگہاں تیری اسی وحشت نے بدلا اپنا رنگ
دیکھ کر جس کو فراست رہ گئی دنیا کی دنگ
علم نے لی جہل کی جا، امن نے لی جائے جنگ
فطرتیں جو کج تھیں، سیدھی ہو گئیں مثلِ خدنگ
اضطرارِ دل معاً راحت کا ساماں ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کانٹا گلستاں ہو گیا

چیز کیا تھی وہ کہ جس سے ہو گیا یہ انقلاب
چہرۂ انسانیت کس نے دکھایا بے نقاب
کون تھا جس نے صداقت سے کیا کشفِ حجاب
کیسے بے پردہ ہُوا رمزِ حقیقت انتساب
کر دیا کس نے نمایاں جلوۂ مستور کو
کس نے زندہ کر دیا پھر داستانِ طور کو

مشعلِ فطرت کا جب شعلہ ہوا تجھ سے بلند
کفر یوں غائب ہوا جس طرح منقل سے سپند
تھی نظر بندی نہ کوئی اور نہ افسوں کی کمند
پھر بھی تھے شاہ و گدا تیرے ہی در کے دردمند
کیوں نہ پھر تو اے عرب، عالم کا سجدہ گاہ ہو
آہ جب تجھ میں ظہورِ ابنِ عبداللہ ہو

وہ نبیؐ جو لطف و راحت کے سوا اور کچھ نہ تھا
وہ نبیؐ، ہاں جو محبت کے سوا اور کچھ نہ تھا
وہ نبیؐ، وہ جو عنایت کے سوا اور کچھ نہ تھا
وہ نبیؐ جو رفق و الفت کے سوا اور کچھ نہ تھا
ہاں وہی جو سر بسر رحمت تھا عالم کے لیے
ناخدا تھا کشتیِ اولادِ آدم کے لیے

—— نیازؔ فتحپوری

# مٹّی مدینے کی

منوّر رشکِ کوہِ طور ہے مٹّی مدینے کی — چراغِ خانۂ منصور ہے مٹّی مدینے کی
دوائے ہر دلِ رنجور ہے مٹّی مدینے کی — نہ جانے کس قدر پُرنور ہے مٹّی مدینے کی
ضیا بخشِ نگاہِ حُور ہے مٹّی مدینے کی

پسِ مرنے یہی ہو بس مری پوشاک کی چادر — ملے گر خاکِ راہِ سیّدِ لولاک کی چادر
اڑا لا جا کے طیبہ کے غبارِ پاک کی چادر — مری مٹّی پہ لا کر ڈال دے اُس خاک کی چادر
صبا تیرے لیے کیا دُور ہے مٹّی مدینے کی

بہر صورت کوئی ان میں سے ہو ایک سے برتر ہے — نجف اور کربلا کی خاک دنیا کے سروں پر ہے
زمیں بغداد کی بھی فضلِ داعی سے مطہر ہے — مری مٹّی جو اُس مٹّی میں مل جائے تو بہتر ہے
کہ اس مٹّی سے تھوڑی دُور ہے مٹّی مدینے کی

منوّر خاص ہوں اِک میں بھی سرکارِ رسالت میں — سرِ محشر بلایا جاؤں گا دربارِ رحمت میں
یقیناً میرے حق میں فیصلہ ہوگا قیامت میں — اگر پوچھا گیا طیبہ کو جائیگا کہ جنت میں
تو کہہ دُوں گا ' مجھے منظور ہے مٹّی مدینے کی

—— منوّرؔ بدایونی

# خاکِ مدینہ

ذرّوں کو بناتی ہے گہر خاکِ مدینہ
اکسیر کا رکھتی ہے اثر خاکِ مدینہ
اندھوں کے لیے کحلِ بصر خاکِ مدینہ
بینائیِ ہر اہلِ نظر خاکِ مدینہ
ہے دافعِ ہر فتنہ و شر خاکِ مدینہ
اور عافیت و خیر کا گھر خاکِ مدینہ
ہر عزم میں اللہ کی بُرہان ہے مومن
مومن کی ہے معراجِ نظر خاکِ مدینہ
کیوں سینۂ قلزم میں نہ پیدا ہو تلاطم
ہے معدنِ صد لعل و گہر خاکِ مدینہ
ہے تیری فضیلت سے خجل بزمِ فلک بھی
اے جلوہ گہِ خیرِ بشر خاکِ مدینہ
واللہ سنور جائے عزیز اپنی بھی مٹی
ہو جائیں جو ہم خاک بسر خاکِ مدینہ

—— عزیز حاصلپوری



# زمینِ طیبہ

ارضِ بطحا میں ہوئی پیدائشِ خیر الانامؐ    کر دیا کامل خدا نے دین و ملت کا نظام
مرکزِ توحید ہے مکے میں گو بیت الحرام    خاکِ طیبہ میں مگر ہے دفن وہ عالی مقام
جس شرف سے بہرہ ور تھی وادیِ اُم القریٰ
اب وہی فضلِ خدا سے ارضِ طیبہ کو ملا

اے مدینے کی زمیں اے مدفنِ خیر الوریٰ    اللہ اللہ تجھ کو کیا اللہ نے رتبہ دیا
باغِ جنت سے تجھے اک حصۂ وافر ملا    تو بنی راحت گہِ آں سرورِ ملکِ ہُدیٰ
بیخِ نخلِ مذہبِ اسلام داخل تجھ میں ہے
جسمِ ملت کل جہاں میں ہے مگر دل تجھ میں ہے

سبز گنبد تجھ میں ہے رشکِ تجلی گاہِ طور    اس میں سوتا ہے حبیبِ خالقِ ربِ غفور
اس کا منظر روحِ مسلم کو کرے محوِ سرور    اس پہ ہر دم رحمتِ ربُ العلیٰ کا ہے ظہور
رہبرِ کونین اور گنجِ ہدایت ہے وہی
جس زمیں میں ہے وہ پنہاں خاکِ جنت ہے وہی

—— عبدالمجید صدیقی

# درِ دولتِ سرکارؐ

ہند میں حد سے رہا کرتا ہوں دلگیر و ملُول
درِ دولت پہ بُلا لیجیے از بہرِ بتولؓ
روضۂ پاک پہ پہنچوں مرے مقصد ہوں حصول
بہرِ سبطینؓ یہ زاری مری ہو جائے مقبول

قصرِ پُرنور کے دیدار سے دل شاد کروں
شوق سے خانۂ برباد کو آباد کروں

گرد اس روضۂ انور کے پھروں لیل و نہار
دیکھوں خوش ہو کے مَیں گلزارِ نبوت کی بہار
بلبلِ دل کو بصد شوق کروں اس پہ نثار
آنکھوں سے اپنی لگاؤں درِ دولت ہر بار

کہیں سب لوگ کہ موصول ہے، مہجور نہیں
آپ کے لطف و عنایت سے یہ کچھ دور نہیں

جھاڑوں پلکوں سے وہاں صحنِ مقدس کی زمیں
کبھی خوش ہو کے بصد شوق رکھوں در پہ جبیں
دُوریٔ روضۂ پُرنور سے آرام نہیں
صدمۂ ہجر سے گھبراتی ہے اب جانِ حزیں

اے مسیحا، مرے اس درد کا درماں ہو جائے
روضۂ پاک پہ قیصرؔ وہیں قربان ہو جائے

——— شاہ محمد امین الدین قیصرؔ بحیائی



# بُلا لیجے مدینےؐ میں

تمنا ہے، مدینے کے حسیں شام و سحر دیکھوں
فرشتے چُومتے ہیں جن کو وہ دیوار و در دیکھوں
مہ و انجم تصدق جس پہ ہیں، وہ رہ گزر دیکھوں
کرم ہو مصطفےٰؐ، مجھ کو بُلا لیجے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

کہوں کیا یا رسولؐ اللہ! میرا حال ابتر ہے
زمانہ درپئے آزار، دل سینے میں مضطر ہے
نگاہوں میں بسا سرکارؐ کے روضے کا منظر ہے
کرم ہو مصطفےٰؐ، مجھ کو بُلا لیجے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

نہیں ثانی ترا، اللہ کے محبوبؐ پیغمبرؐ
نگاہِ لطف ہو مجھ پر مرے آقا، مرے سرورؐ!
شمیمؔ آنکھوں سے دیکھے روضۂ پُرنور کا منظر
کرم ہو مصطفےٰؐ، مجھ کو بُلا لیجے مدینے میں
ہزاروں خواہشیں مدت سے ہیں بے تاب سینے میں

——— شمیمؔ ہمت نگری (بھارت)

# مکّہ کے بعد مدینہ

حاجیو! آؤ، شہنشاہؐ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا، خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

مثلِ پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد
اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ
قصرِ محبوبؐ کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

زینتِ کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ
جلوہ فرما یہاں کونین کا دولہا دیکھو

مہرِ مادر کا مزہ دیتی ہے آغوشِ حطیم
جن پہ ماں باپ فدا، یاں کرم ان کا دیکھو

کر چکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خونناب فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سُن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

——— اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

# مدینۃ الرسول

سرنامۂ جمال مدینہ رسول کا  سرچشمۂ نوال مدینہ رسول کا
آبِ ہوا ہے جس کی مداوائے رنج و غم  لطف و کرم کی چھال مدینہ رسول کا
ٹھہری تھی جس پہ سیدِ کونین کی نظر  وہ نقطۂ کمال مدینہ رسول کا
انفاسِ مصطفےٰ سے مہکتا ہے آج بھی  وہ شہرِ بے مثال مدینہ رسول کا
ہر دل کی آرزو ہے وہ کاشانۂ وفا  ہر آنکھ کا سوال مدینہ رسول کا

ٹھہرا جہاں پہ قافلۂ نو بہار ہے
ذرّوں سے جس کے قدرتِ حق آشکار ہے

محبوبِ انس و جاں ہے مدینہ منورہ  دنیا ہے جسم، جاں ہے مدینہ منورہ
کون و مکاں کے تپتے ہوئے ریگزار میں  رحمت کا سائباں ہے مدینہ منورہ
کس شان سے جہاں کے اندھیروں میں ہے درمیاں  گل بار و ضوفشاں ہے مدینہ منورہ
لہروں کے جزر و مد سے سفینہ ہے بے نیاز  وہ جس کا بادباں ہے مدینہ منورہ
جس کی پناہ میں ہیں سبھی بیکسانِ دہر  وہ گوشۂ اماں ہے مدینہ منورہ

وہ رحمتِ تمام کا نوریں دیار ہے
ہر جاں کو اس دیار میں حاصل قرار ہے

مقصودِ کائنات دیارِ حبیبؐ ہے  ملجائے شش جہات دیارِ حبیبؐ ہے
طوفانِ شر سے ہر کوئی محفوظ ہے جہاں  وہ ساحلِ نجات دیارِ حبیبؐ ہے



دامن سے جس کے دورِ سعادت ہوا طلوع  وہ مطلعِ حیات دیارِ حبیبؐ ہے
وہ جس میں نور پاش حرم ہے حضورؐ کا  ارضِ تجلیات دیارِ حبیبؐ ہے
آثار جس میں خندق و بدر و احد کے ہیں  وہ خطۂ ثبات دیارِ حبیبؐ ہے

ہر گوشہ اُس کا مرجعِ لیل و نہار ہے
تاریخِ اہلِ حق کا وہ آئینہ دار ہے

خاتمِ جہاں، نگیں ہے مدینے کی سرزمیں  ہر دل میں جاگزیں ہے مدینے کی سرزمیں
جس نور سے بنائے گئے عرش اور فرش  اس نور کی امیں ہے مدینے کی سرزمیں
امکاں کا دشت جس کی بدولت ہے پُربہار  وہ گلشنِ حسیں ہے مدینے کی سرزمیں
گونجی ہے جو اذانِ بلالی سے مدتوں  وہ دلکشا زمیں ہے مدینے کی سرزمیں
ہر غنچۂ فسردہ گلِ تازہ ہے جہاں  کیا راحت آفریں ہے مدینے کی سرزمیں

وہ خاکِ پاک اہلِ زمیں کا وقار ہے
قدموں میں اس کے عظمتِ گردوں نثار ہے

بیتِ رسولؐ، قریۂ ابرار طیبہ  اقلیمِ حسن، کشورِ انوار طیبہ
اسما ہیں جس کے ناجیہ، محروسہ، قاصمہ  محفوظہ، عاصمہ گل و گلزار طیبہ
مرزوقہ، مومنہ، حسنہ، خیرہ، خیّرہ  محبوبہ، شافیہ، کرم آثار طیبہ
تقدیسِ طیبہ کا ہو انداز کس طرح  فرما گئے ہیں آپ یہ سرکار طیبہ
اک بار طیبہ کو جو یثرب پکار لے  توبہ کے بعد وہ کہے دس بار طیبہ

اس بلدۂ عظیم میں وہ شہریار ہے
جس پہ فلاح و فوز کا سب انحصار ہے

—— حفیظ تائب

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

# مدینۃ النبی

## (رباعیات)

باور نہ کرے وہ جس کا دل کالا ہے
مانے گا شہِ دیں کا جو متوالا ہے
ہر لحہ مدینے کی فضا میں گویا
وردِ سبحانَ ربیَّ الاعلیٰ ہے

اس حسن کو ہم چشمِ خجل میں رکھ لیں
آئینۂ قلبِ منفعل میں رکھ لیں
ممکن ہو، بتوفیقِ الٰہی، تو ابھی
اے گنبدِ خضرا تجھے دل میں رکھ لیں

ذرّوں کو اٹھاؤں اور سجا لوں دل میں
ایسے در و دیوار بنا لوں دل میں
میرے لیے ممکن ہو تو اے بارِ الٰہا
گلیوں کو مدینے کی بسا لوں دل میں

پُر نور مدینے کا ہے کونا کونا
کم تر ذرّوں سے ہے یہاں کے سونا
لیکن ہے نشاطِ روحِ مومن کے لیے
روضے پہ حضورؐ آپ کے حاضر ہونا

فردوسِ جمال و دل کشی میں آئے
ظلمت سے نکل کے روشنی میں آئے
اللہ تعالیٰ کا ہے احسانِ عظیم
ہم آج مدینۃ النبیؐ میں آئے



جینا تو مدینے میں ہے راغبؔ جینا
انوارِ یقیں کا ہے خزینہ سینہ
یاد آئے گا عمر بھر ہمیں اے دلِ زار
قبل و بعدِ صلوٰۃ زم زم پینا

اللہ کی رحمت کا سراپا دیکھیں
انوارِ محمدیؐ کا جلوہ دیکھیں
دیکھا کیے دُنیا کو ہم اب تک جن سے
اللہ! ان آنکھوں سے مدینہ دیکھیں

دل وجد میں آیا ہے تو ہم جھومے ہیں
پھر دل دیوانہ وار ہی گھومے ہیں
گلیوں نے مدینے کی تو اللہ اللہ
سرکارِؐ دو عالم کے قدم چومے ہیں

عرشِ ربِ عُلیٰ کا زینہ دیکھا
اللہ کی رحمت کا خزینہ دیکھا
اب کوئی تمنا نہیں اپنے دل میں
ہم خوش ہیں کہ ہم نے بھی مدینہ دیکھا

حرزِ دلِ مومن ہے مدینے کا خیال
یہ شہر تو ہے عرشِ معلیٰ تمثال
انوارِ الٰہی کی ہے بارش پیہم
ہر ذرہ مدینے کا ہے خورشید جمال

——— راغبؔ مرادآبادی

## تمنائے دیدِ طیبہ

ہر خوشی غمی دیکھی، جو بھی شے ہے دنیا کی
بھول بھول جاتا ہوں، یادداشت ایسی ہے
فصلِ یادِ طیبہ کی پھلتی پھولتی پائی
حافظے کی کھیتی پر اک یہ کاشت ایسی ہے

دوستو، ہر کام کا کوئی تو ہوتا ہے سبب
یارو، بے مقصد بھی کرتا دیکھا کوئی بھاگ دوڑ
دل کی دھڑکن، نبض کی تیزی، تخیّل کی اڑان
طیبہ جانے کی تمنا میں ہے ساری بھاگ دوڑ

دیکھیں، خدا دکھاتا ہے وہ روز کب ہمیں
جس دن کے لیے موت سے بھی اپنی جنگ ہے
بس اک لگن لگی ہے کہ طیبہ رسائی ہو
دل کو ہے اور آس، نہ کوئی امنگ ہے

یہی دعا ہے مری اور یہی تمنّا ہے
غروبِ مہرِ اُمیدِ کرم نہ میں دیکھوں
طلوعِ دیدِ مدینہ کی آس باقی رہے
درِ حضور پہ جب تک نہ میں پہنچ جاؤں

——— راجا رشید محمود

# زیارتِ مدینہ کی اہمیت

ملک الطاف حسین قادری

وہ کون سا شہر ہے کہ جسے شہرِ محبت کہا جائے، جو سب سے زیادہ مرکزِ عقیدت ہو، جس کے تصوّر میں عُشّاق گم رہتے ہیں، شعرا و ادبا کو جس کی شان بیان کرنے کے لیے الفاظ نہ ملتے ہوں۔ جو تخیّل میں آئے تو حقیقتوں کو شرمائے، جو خواب میں آئے تو زندگی سے زیادہ زندۂ جاوید ہو۔ جس کی ہوا عنبر فشاں ہو، جس کی مٹی کی خوشبو مشک ختن سے بڑھ کے ہو۔ جس کی سرزمین مقدس و بابرکت، منوّر و معظّم اور رشکِ جنت ہو، عرشِ اعظم بھی جس کے یُمن و نور اور حُسن و جمال پر فخر کرتا ہو، جو مرجعِ ملائک ہو۔ جہاں پہنچ کر قلب کو سکون، روح کو قرار، جان کو راحت اور جذبات کو زبان ملے۔ جہاں باجبروت شہنشاہ بصورتِ گدا حاضر ہونا باعثِ فخر سمجھیں۔ جہاں شاہ و گدا میں تمیز نہ ہو، آقا و غلام کا ایک ہی درجہ ہو۔ جہاں سے محبتوں کے چشمے نکلے، نفرتیں ختم ہوئیں، مظلوموں کی آہیں رنگ لائیں، جہاں سے ہر سُو محبت و انصاف کے نقارے اور امن و آشتی کے شادیانے بجے۔

جی ہاں ایسا شہر تو صرف اور صرف مدینۂ منورہ ہے، جہاں خالقِ دو جہاں کے محبوب، سرورِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں۔

مدینۂ منورہ کو جتنی بھی فضیلتیں، رفعتیں، بلندیاں اور اعلیٰ درجات عطا ہوئے، صرف اور صرف حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دم قدم سے ملے۔ یہ وہی شہر ہے، جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یثرب کہا جاتا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رونق بخشی تو وہی شہر جس کا نام ہی فتنہ و فساد یا

مؤاخذہ عتاب یا پریشانی یا بیماری و وبا کے معنیٰ لیے ہوئے تھا، اب فخرِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے ہر قسم کے شر و فساد سے پاک ہوگیا، اور مدینہ منورہ، طیبہ و طاہر بن گیا۔ اب اس شہر کے کیا ہی کہنے۔ اللہ اللہ۔

مستدرک شریف میں ہے کہ جب سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو یہ دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیَّ فَاَسْکِنِّیْ فِیْ اَحَبِّ الْبِقَاعِ اِلَیْکَ" اے اللہ! بے شک میں تیرے حکم سے اپنے محبوب ترین (شہر مکہ مکرمہ) سے نکلا ہوں تو مجھے اُس بُقعہ میں سکونت (رہائش) دے جو تجھے سب سے پیارا ہو۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مدینہ منورہ اللہ تعالیٰ کو روئے زمین کے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ چنانچہ اتنی فضیلتوں، برکتوں، عظمتوں اور شانوں والے شہر کی زیارت سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

سورہ الانعام میں ارشادِ خداوندی ہے "وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ" اے پیارے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہماری آیتوں کے ساتھ ایمان لانے والے جب آپ کے پاس حاضر ہوں تو آپ انہیں فرما دیجئے "سَلَامٌ علیکم" (سلامتی ہو تم پر یعنی حاضری دینے والوں پر) یاد رہے کہ یہ حکم دائمی و ابدی ہے اور تا قیامت جو بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حضور حاضر ہوگا، اس کا اطلاق اُس پر ہوگا۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد جو بھی قیامت تک حاضر ہوگا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر ہی حاضر ہوگا۔ جب کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ میں جَآءُوْکَ سے مراد آپ کی حاضری حیاتِ طیبہ سے ہے۔ اس ضمن میں مصنف ابنِ عساکر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ"

(شفاء السقام، ۳۲، بحوالہ دارقطنی)



یعنی جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" جس نے میری قبر کی زیارت کی، اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اوپر بیان کردہ احادیث میں محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کے اجر و ثواب کا ذکر ہے اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبرِ انور مدینہ منورہ میں ہے۔ ظاہر ہے جب سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی قبرِ مبارک کی زیارت ہوگی تو مدینہ منورہ کی زیارت بھی ہو جائے گی۔ لیکن پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شک کو رفع فرمانے کے لیے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں مدینہ شریف کی نسبت سے یوں ارشاد فرمایا کہ "مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ مُحْتَسِبًا کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّ شَھِیْدًا" جس نے ثواب کی نیت سے مدینے میں میری زیارت کی، میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اور شہادت دوں گا۔

اب یہاں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جو ثواب کی نیت سے مدینہ طیبہ میں جاتے اور پیارے حضور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قبرِ انور کی زیارت کرتے وہ ایسے ہی ہے جیسے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حیاتِ ظاہری میں زیارت کرتے۔ اس کا اجر و ثواب یہ ہے کہ ایک تو آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زائر پر سلام بھیجتے ہیں اور دوسرا اس کی شفاعت بھی فرمائیں گے اور اُس کی شہادت (یعنی ایمان کی گواہی) بھی دیں گے۔

اسی لیے عاشقِ مدینہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا<br>
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

یہاں پر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جہاں زیارتِ مدینہ کے اتنے فضائل ہیں، وہاں اس سعادتِ عظمیٰ سے قصداً محرومی انتہائی باعثِ وعید ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ "من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے فریضۂ حج ادا کیا، مگر میری زیارت کے لیے نہ آیا، تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے "جس نے گنجائش ہوتے ہوئے میری طرف کا سفر نہ کیا، تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔" (شفاء السقام بحوالہ اخبار المدینہ)

○

عرش کا آسماں مدینہ ہے　　رفعتوں کا نشاں مدینہ ہے
مہبطِ قدسیاں مدینہ ہے　　منزلِ نوریاں مدینہ ہے
حُسن کی شوخیاں مدینہ ہے　　عشق کی گرمیاں مدینہ ہے
نکہت و نُورِ جاں مدینہ ہے　　برزباں درد ہاں مدینہ ہے
رونقِ دو جہاں مدینہ ہے　　نازشِ انس و جاں مدینہ ہے
طیبِ ہستی، حیات کی خوشبو　　دلربا، دلستاں مدینہ ہے
مرکزِ حسن و دلکشی و جمال　　رشکِ خُلد و جناں مدینہ ہے
باغِ عالم میں غیرتِ شمشاد　　مثلِ سروِ رواں مدینہ ہے
رازِ قالوا بلیٰ کھلا جب سے　　تب سے وردِ زباں مدینہ ہے
عندلیبِ حجاز ہوں ناظم
اور مرا گلستاں مدینہ ہے

——— بشیر حسین ناظم (اسلام آباد)

○

# مدینہ طیبہ میں حاضری کی تمنا

پروفیسر محمد اقبال جاوید

اس موضوع پر کچھ لکھنا جس قدر آسان معلوم ہوتا ہے، اُتنا ہی مشکل بھی ہے خوبصورت الفاظ و تراکیب اور مبالغہ آمیز شاعرانہ لب و لہجے سے، اپنے دل کو بہلایا اور اصل بات کو اُلجھایا تو جا سکتا ہے، مگر حقیقتِ حال کی عکاسی نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضری کے متعلق کہی جانے والی بات کو سچا اور سیدھا اور واضح ہونا چاہیے۔ یہاں نہ ابہام چلتا ہے نہ ایہام ——— اچھی طرح خود کو ٹٹول کر، قلم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ اُس دربار میں، ہمارے دل کے منافقانہ رویّوں کا کوئی سا گوشہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا کہ وہ ذاتِ اقدس، خداوندِ سمیع و بصیر کے انعاماتِ خاص اور نوازشہائے پیہم سے بہرہ ور ہے۔ حفیظ تائب کے الفاظ میں

دلوں کی تہہ میں پوشیدہ محبت دیکھنے والا
وہ محبوبِ خدا، جذبوں کی وُسعت دیکھنے والا
وہی ہے سننے والا ان کہے الفاظ چاہت کے
وہی ہے اَن لکھے حرفِ ارادت دیکھنے والا

سچی بات کہنے اور سننے کی ——— اور پھر اپنے بارے میں ——— کس میں ہمت ہے اور کس میں یہ کہنے کی طاقت ہے کہ

میرے چشم و گوش و لب سے پوچھ لو سب کچھ یہیں
مجھ کو میرے سامنے لاؤ، شہادت کے لیے

مکان میں کوئی خصوصیت نہیں ہوتی یہ مکین کی شخصی رعنائی ہے جو حریم ناز کو آسمان اور راستے کو کہکشاں بنا دیتی ہے۔ مدینہ ایک بستی ہی تو ہے مگر کیا بات ہے کہ دل کی بستی اس کے بغیر بستی ہی نہیں، ویران ہی رہتی ہے۔ یہ محض اس لیے کہ مکہ عقیدے کا محور ہے اور مدینہ عقیدت کا مرکز۔ مدینہ ایک ایسی عظیم و جلیل شخصیت کی فرودگاہ، قیامگاہ اور آرامگاہ ہے، جس سے ہماری نگاہوں میں بصارت اور دلوں میں بصیرت ہے، جس کی نگاہِ ناز غنچہ دل کے لیے وجہ نمو اور جس کا کرم رہگزارِ جاں کے لیے سحاب بہار ہے۔ اسی قیام نے اس مقام کو "کعبہ صفت محترم زعالم" یہاں تک کہ "از عرش نازک تر" بنا دیا ہے کہ یہاں سر کے بل آکر، پلکوں سے دستک دینا پڑتی ہے۔ یہاں سانس روک کر حاضری دی جاتی اور لفظوں کی جگہ آنسوؤں کو ترجمانِ دل بنایا جاتا ہے۔

مالی آسودگی نے آج ہمیں قلبی اور فکری طور پر انتہائی ناآسودہ کر دیا ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں، نہ انتظار کا کیف ہے نہ جوشِ آرزو کی لذت۔ ایک طرف انسان پیٹ کی لپیٹ میں ہے اور دوسری طرف زر و مال کے چکر میں۔ نتیجہ معلوم کہ مہینوں کا سفر گھڑیوں میں طے ہو رہا ہے۔ اس آسانی نے "تمنائے مدینہ" کو بھی ایک نوع سے بے کیف کر دیا ہے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے کسی آرزو کا اُبھرنا، اُس کی تکمیل کے لیے زادِ راہ کی فکر کرنا، سفر کی صعوبتیں، منزل کی دلکشی میں بیاباں کے کانٹوں کو پھول سمجھنا اور پاؤں کے آبلوں سے اُن کی آبیاری کرنا ——— یہ تمام مرحلے آج ایسے "محاورے" ہو گئے ہیں جن کا حقیقی معنوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ انتظار کی وہ رعنائی بھی رخصت ہو گئی ہے جو آرزو کا حاصل ہوا کرتی ہے۔

وہ دور جہاں فراق اور وصال میں کوئی فرق نہ ہو۔ وہاں سوز و گداز "نعت غریب" سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔ وہاں نہ سوزِ دل، سازِ رگِ جاں بنتا ہے اور نہ حاضری حضوری کا موجب ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال کا حاصل یہ ہے کہ لالے کے پودے لبِ آبِ جو رہ کر بھی سرخوش و پُرسوز نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حاضری سے کہیں زیادہ حضوری ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زیارت سے کہیں زیادہ اطاعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم



اہم ہے۔ حضرت وحشیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا (حضرت حمزہؓ) یاد آجاتے ہیں، اس لیے میرے سامنے نہ آیا کرو۔ اُنہوں نے خود کو حاضری اور زیارت دونوں سے محروم کر کے، دور دراز چلے جانے کو ترجیح دی کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہم تھی۔ مگر اُن کا دل دوری میں بھی، حضوری سے مالا مال تھا کہ صحابہؓ، حضرت وحشیؓ کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتے تھے کیونکہ وہ اطاعت کی سربلندیوں سے فیض یاب تھے۔ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جہانِ خراب میں محض خراجِ عقیدت نہیں، خراجِ اطاعت لینے کے لیے تشریف لائے تھے، اور اطاعت، عقیدت ہی کا ایک عملی روپ ہے۔

دورِ حاضر کے "مشینی انسانوں" نے فراق و وصل کو سمیٹ بلکہ لپیٹ کر رکھ دیا ہے نتیجہ سامنے ہے کہ نہ فراق میں کوئی چبھن ہے نہ آرزو میں کوئی خلش، اور نہ وصال میں کوئی کیف ——— نہ روح مہکتی ہے، نہ درد چمکتا ہے، اور نہ رنگ و بو کے کسی موسم میں لہو بولتا ہے۔

شاعرِ مشرقؒ کا جسم مدینے سے دور رہا مگر دل اُسی آستانِ ناز کا طواف کرتا رہا۔ ہجر کی تڑپ، محبت کے وفور اور دید کے شوق نے، اُن سے ایسے ایسے شعر کہلوائے ہیں کہ ذوقِ سلیم ہی نہیں۔ ذوقِ دید بھی مدتوں مسحورِ لذت رہ سکتے ہیں۔ وہ خیال ہی خیال میں منزلِ دوست کی طرف، ہوائے دوست میں اُڑے جا رہے ہیں۔ باگ دوڑ عقلِ درماندہ کے ہاتھ میں نہیں، عشقِ بے باک کے پاس ہے۔ پیری کی شام سر پہ ہے اور وہ یوں رواں دواں

باایں پیری رہِ یثرب گرفتم    نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا بسرِ شام    کشاید پَر بہ فکرِ آشیانہ

اونٹ کا سفر، تمازتِ آفتاب، سفر نمونۂ سقر اور وہ خود ضعیف العمر ایسے میں اپنی اونٹنی سے یوں سرگوشیاں کرتے ہیں

سحر با ناقہ گفتم ، نرم تر رو ——— کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم آہستہ زو چنداں کہ گوئی ——— بپائش ریگ ایں صحرا حریر است

مادی اور مشینی دور کی اس منافقانہ تگ و دو میں کہاں یہ روح کی لرزش، کہاں یہ سفر کی موجیں، کہاں یہ وقت کا غبار ——— اور کہاں وہ قریۂ بہار ———

قال زباں کا ہو نہ سکا، حالِ دل ایں ——— خال مرا حرم نہیں لات و منات سے
مولا کرم کہ دل لے اپنے ہیں بے ثبات ——— مولا، نواز دے انہیں روحِ ثبات سے

آج کے GERNATION GAP نے نسلِ نو کو "نیا گانِ کہن" سے بہت دور کر دیا ہے اور اسی کٹنے اور بٹنے نے اُسے اخلاصِ عمل سے تہی کر رکھا ہے۔ وہ ڈانواں ڈول ہے۔ ہر تیز رو کو رہبر سمجھ کر ٹھوکریں کھا رہی ہے اور نئے ہاتھ باگ پہ ہے نہ پا ہے رکاب میں۔ اس صورتِ حال کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ماضی اور حال کے درمیان ربط و تسلسل ٹوٹ پھوٹ رہا ہے۔ اس کے باوجود بھی کیفیت مایوس کن نہیں ہے۔ غم موجود ہے۔ توجہ اور دعا دونوں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو وہی دل مایوس ہوتے ہیں جن میں کفر نے اپنا آشیانہ بنا لیا ہو

وہ جو چاہیں تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب

خدا کرے کہ ہمارے قال اور حال کی صدائیں ایک ہو جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور محبت کی خوشبو نفس نفس میں رچ جائے تو پھر یقین کیجئے کہ زندہ رہنا ثواب اور سانس لینا عبادت ہو جائے گا۔ بصورتِ دیگر ہماری حیثیت سانس لینے والے مُردوں سے زیادہ وقیع نہیں ہوگی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں بے کیفیوں اور بے اعتدالیوں کا مرقع ہوں۔ میں ہر لباس میں ننگِ وجود ہوں اور دیکھنے والوں کے لیے ہر نوع سے سامانِ عبرت ——— میں نماز و دعا میں اللہ تعالیٰ کو تو خطاب کر لیتا ہوں اور بسا اوقات قلب و نظر کی آسودگی سے بھی بہرہ ور ہو جاتا ہوں مگر درود و سلام کے وقت روح و دل کی سیاہیاں، نگاہ و زبان کی لغزشیں اور خیال و فکر کی کثافتیں، اُچھل اُچھل کر کوچہ و بازار



تک پکتی محسوس ہوتی ہیں اور ڈھب سے سلام و نیاز کا کوئی بول بھی نذر نہیں کر سکتا ——— جب دل میں سومنات آباد ہوں روح کی دنیا ویران ہو، فکر و نظر پر مجاز کی حکمرانی ہو، جان و مال اور اولاد عزیز تر ہو تو ایسے میں درود و سلام کی پکار، خود فریبی کی ایک شکل ہے۔ اور اس عالم میں، مدینے کی آرزو، ایک ایسی جسارت ہے جو کسی بے حمیت ہی کا نشانِ امتیاز ہو سکتی ہے اور غالباً غالب نے یہ شعر میرے ہی لیے لکھا تھا

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرتے ہی ایک جانکاہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہوں، سوچتا ہوں کہ جاگتی آنکھوں سے درِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کیسے دیکھ پاؤں گا؟ جب صورت یہ ہے کہ

چوں بنامِ مصطفیٰؐ خوانم درود ——— از خجالت آب می گردد وجود
عشق می گوید کہ اے محکومِ غیر ——— سینۂ تو از بتاں مانندِ دیر
چوں نداری از محمدؐ رنگ و بو ——— از درودِ خود میالا نامِ او

سوئی سچے اور سچے دل کے ساتھ قریب ہونے کی تمنا کرے تو مقناطیس اُسے خود کھینچ لیتا ہے ——— اور یہ سعیٔ قریب بھی اپنے بس کی بات نہیں، یہ بھی محبوب ہی کی عطا ہے، چرخِ اخضر سے توفیق ملے! گنبدِ خضریٰ کی رضا نصیب ہو تو پھر بے سر و سامانی بھی سب سے بڑا سامان ہو جاتی ہے۔

راہِ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے
اے عشق آ کہ بے سر و ساماں سفر کریں

ورنہ کتنے ہی مسافر ہیں جو بیابانوں کی نذر ہو جاتے ہیں، کتنے ہی اسبابِ سفر ہیں کہ راستوں کے پیچ و خم میں بکھر جاتے ہیں، کتنے ہی آنسو ہیں کہ مٹی میں گھل مل جاتے ہیں کتنی ہی تمنائیں ہیں کہ بابِ اجابت کو ترستی رہتی ہیں اور کتنے ہی سجدے ہیں کہ جبینوں

پر سیاہ داغ تو بن جاتے ہیں مگر دل کا نور نہیں بنتے

آیئے، سچے دل سے اپنے ظاہر اور باطن کو احکامِ رسالت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج، عرشِ معلیٰ تک جانا تھا اور ہماری معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک پہنچنا ہے ——— اور جب یہ معراج نصیب ہو جائے تو پھر "تمنائے مدینہ" کو دل ہی میں خوشبو کی طرح رہنے دیں اور فیصلہ محبوب پر چھوڑ دیں کہ وہ دھڑکنوں کی زبان خوب سمجھتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ کسے، کب، باریابی سے سرفراز فرمانا ہے اور کسے کب تک، انتظار میں رکھنا ہے۔ اسی کا نام سرنہادن ہے۔ اسی کو خود سپردگی کہتے ہیں، یہی اسلام ہے اور یہی ایمان

اگر دل کی یہ تمنا پوری ہو جائے تو میں چاہوں گا کہ دیارِ ناز میں میرا قیام مختصر سے مختصر ہو۔ قبل اس کے کہ علائقِ دنیاوی کی کوئی کشش، دل میں اُبھرے، واپسی کا سفر شروع ہو چکا ہو ——— بہتر یہی ہے کہ جسم یہاں ہو اور دل وہاں۔ اگر جسم و دل دونوں وہاں ہوں تو ہر غم کو غمِ جاناں میں ڈھالنا مشکل ہو جائے گا۔ شاعر نے تو کہا تھا ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا، اب تو خلوت ہو گئی

مگر میں وہ دلِ خالی کہاں سے لاؤں جو کسی ایک کا خلوت خانہ ہو، کیسے ہر آرزو کو ایک آرزو میں ضم کروں۔ اس سے قبل کہ کوئی آرزو، آرزوئے مدینہ پر غالب آئے، میں سوادِ مدینہ سے دور نکل آنے کی تمنا رکھتا ہوں

اگر ہو آستاں سے ربطِ دل تب بات بنتی ہے
فقط ربطِ جبین و آستاں سے کچھ نہیں ہوتا

بات حیثیت اور مقام کی ہے، ایک شخصیت جس کے شب و روز یادوں سے معطر اور اشکوں سے منوّر رہتے ہوں، وہ تو دھڑلے سے کہہ سکتی ہے

کچھ اشکِ ندامت ہیں مرے دامنِ تر میں
میں راہِ عدم کے لیے تیار بہت ہوں

مگر میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا ——— کیونکہ آنکھیں سراب ہیں اور وہ کوئی سا پیرایۂ غم بھی نہیں رکھتیں۔ کاش! میرے پاس بھی ایسے آنسو ہوتے کہ وہ اظہارِ ندامت کا حُسن بن سکتے۔ میں تو بس اتنا کہہ سکتا ہوں

گلستاں ویران، آنکھیں خشک ہیں مولائے کُل
پھر انہیں سرسبز کر، آنسو بنا، شبنم بنا

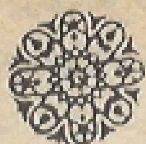
اور اس میں کیا شک ہے کہ میں شکستہ دل، شکستہ آرزو اور وہ مسیحائے دلِ آزردگاں اور اُنہی کے دم سے گلستاں میں بہارِ رنگ و بو

زندگی دے رہے ہیں آنکھوں سے
کیا سلیقہ ہے بھیک دینے کا

فرمانِ رسالت ہے کہ "تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ سے، اس کی اولاد سے حتیٰ کہ خود اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" ہم ان الفاظ کو پڑھتے بھی ہیں اور دہراتے بھی، مگر نہیں سوچتے کہ بات کیا ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کو معیارِ ایمان قرار دے رہے ہیں ——— اس کسوٹی پر جب میں خود کو پرکھتا ہوں تو میری مایوس و پریشان انگاروں پر لوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔ کیونکہ میں اپنے باطن کی نادیدہ، غیر محسوس نفسیاتی کیفیت سے خوب آگاہ ہوں

کروں میں کس طرح رُخ تیری جانب
معلق سر پہ شمشیریں بہت ہیں
قدم اٹھے ترے رستے میں کیسے
سگِ دنیا ہوں زنجیریں بہت ہیں

رختِ سفر کی یہی بے مائیگی، میری حیاتِ مستعار کا المیہ ہے اور میں اس عالم میں جب قافلوں کو مدینے کی طرف رواں دواں دیکھتا ہوں تو نگاہیں تعاقب ہی میں کھو جاتی ہیں اور خود میں اُن مقدس قافلوں کی گردِ سفر بن جانے کی بھی ہمت نہیں پاتا۔



عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبو تمہیں گل
ہمیں گل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ

مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

جدھر دیکھیے، باغِ جنت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ

رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

بنا آسماں منزلِ ابنِ مریمؑ
گئے لا مکاں تاجدارِ مدینہ

مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے
خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہُوا انبیا کو
وہی ہیں حسنؔ افتخارِ مدینہ

—— مولانا حسنؔ رضا خاں بریلوی



# سرکار ﷺ کا شہر

راجا رشید محمود

مدینۂ منورہ کی عظمتیں سرکارِ والا تبار صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے ہیں لیکن یہ شہر خدا تعالیٰ کا محبوب اور پسندیدہ ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ سے مدینۂ طیبہ کو ہجرت فرماتے وقت ربِ کریم سے دعا فرمائی: "اے اللہ! تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی۔ اب تو مجھے اس قطعۂ زمین میں آباد کر جو تجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو (مستدرک حاکم)، چنانچہ معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو تمام شہروں میں سب سے پیارا اور محبوب و مرغوب شہر مدینۂ منورہ ہے جہاں اُس نے اپنے محبوبؐ کو آباد کیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عظمتِ مدینہ کے ذکر میں فرمایا: "ایمان مدینہ کی طرف اس طرح کھنچ آتا ہے جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے۔"

سب اہلِ محبت مسلمان مدینۂ طیبہ میں اپنی موت اور تدفین پسند کرتے ہیں تو اس کا سبب سرکارؐ سے اُن کی محبت ہے۔ اور لوگ یہ خواہش کیوں نہ کریں کہ وہاں تدفین کی عظمت ہی بہت ہے۔ موطا امام مالک میں حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مدینۂ منورہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے کہا کہ مومن کے لیے یہ اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "تو نے بہت برا کہا۔" اس شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا یہ مقصد نہیں تھا۔

میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ شہادت فی سبیل اللہ مومن کے لیے اچھا ٹھکانہ ہے۔ اس کے مقابلے میں گھر پہ مرنا اچھا ٹھکانا نہیں۔ حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: "مدینہ کی موت قتل فی سبیل اللہ جیسی نہیں بلکہ اس سے افضل ہے۔ اور کوئی قطعۂ زمین ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر پسند ہو، سوائے مدینہ کے۔" مسلم شریف میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ یعنی مدینہ منورہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے، اگر جانتے ہوں۔ بیہقی میں ارشاد ہوئی ہے: "جو شخص مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کو چاہیے کہ مدینہ ہی میں مرے۔ اس لیے کہ جو شخص مدینے میں مرے گا، میں اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔"

محبوبِ خالق و مطلوبِ خلائق صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا۔ مسلم شریف میں ہے، سرکار نے فرمایا: "الٰہی! میں مدینے کے دو پہاڑوں کے درمیانی حصّے کو باحرمت قرار دیتا ہوں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ کو باحرمت قرار دیا۔" ایک دوسری روایت میں ہے کہ "الٰہی! ابراہیمؑ نے مکّہ کو حرم بنایا، میں مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیانی حصّے کو حرم بناتا ہوں، نہ اس میں خون بہایا جائے، نہ لڑائی کے لیے ہتھیار اُٹھایا جائے اور نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے۔ صرف جانوروں کو چرانے کے لیے درخت استعمال کیے جا سکتے ہیں۔" مؤطا امام مالک میں بھی مدینہ پاک کو حرم قرار دینے کی حدیث پاک روایت کی گئی ہے۔

اللہ کریم جلّ شانہٗ نے اپنے محبوب اور پسندیدہ ترین شہر میں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بسایا، سرکارؐ نے اسے حرم فرمایا، اس میں موت اور تدفین کی عظمت بیان فرمائی اور سرکارؐ اسی مقدس زمین میں آرام فرما ہیں۔ ان وجوہ سے اس سرزمین کی فضیلت و عظمت میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ اب ہمارے لیے یہ کئی وجوہ سے محترم ٹھہری، لیکن سب سے بڑا باعث تو ہمارے آقا و مولا، کائنات کے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کا اس سرزمین میں تشریف فرما ہونا ہے۔

———— اور ہم ایسے گناہگار تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کھاتے میں ڈال رکھے ہیں کہ "اَلطَّالِحُ لِیْ" جن سے کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے، ان کے لیے حکم یہی ہے کہ سرکارؐ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوں۔ سورۃ النساء میں ارشادِ خداوندی ہے: وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوبؐ! تمہارے حضور حاضر ہوں۔ اور پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں)

پھر جب غلطی کرنے والے، کسی جرم یا گناہ کے مرتکبین بارگاہِ مصطفویؐ میں حاضر ہو گئے تو اللہ کریم نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما دیا کہ ایسوں کو رحمت و بخشش کی نوید سنا دیں۔ سورۃ الانعام میں ہے۔ وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًۢا بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو اُن سے فرماؤ، تم پر سلام۔ تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

چنانچہ جو مومن اپنی غلطیوں پر شرمندہ، توبہ کرتا ہوا آستانۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حاضر ہو گا، اُسے حضور سیّدِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے "سلامٌ علیکم" کا تحفہ نصیب ہو گا تو اس کی بخشش و غفران میں کیا شک رہ جائے گا۔

وہ شخص تو بہت خوش قسمت ہے جسے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری نصیب ہو، اور وہ وہاں سے سرکارؐ کے "سلامٌ علیکم" کا اعزاز حاصل کرے۔ لیکن جب تک وہاں حاضری کی تمنا پوری نہ ہو، غلطی کے مرتکب مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے

آپ کو دربارِ مصطفوی میں حاضر تصور کر کے خضوع وخشوع اور محبت وعقیدت کے ساتھ درود وسلام کا نذرانہ پیش کرے ۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ سرکارؐ اپنے مُحب اُمّتی کے درود وسلام کا جواب عطا فرماتے ہیں ۔ یہاں بیٹھے ہوئے بھی آپ کو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "سلامٌ علیکم" کا اعزاز نصیب ہو گیا تو سمجھیے کہ آپ نے غفران وبخشش کی حد کو چُھو لیا۔

سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کے قصد سے مدینۂ منورہ میں حاضری دینے سے سرکارؐ کی شفاعت نصیب ہو جاتی ہے ۔ دار قطنی میں ہے ، آقا ومولا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا جو شخص میری قبر کی زیارت کرے ، اس کے لیے میری سفارش لازم ہو جاتی ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ۔ طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ سرکارؐ نے فرمایا ، جو زائر میرے پاس آئے اور اس کا مقصد محض میری زیارت ہو اور میری زیارت کے علاوہ کوئی اور مقصدِ سفر نہ ہو تو میرے لیے لازمی ہے کہ میں اس کا سفارشی (شفیع) بن جاؤں۔

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پاک مروی ہے کہ جو شخص ثواب کی نیّت سے مدینہ میں میری زیارت کرے ، وہ روزِ حشر میرے پڑوس میں ہوگا اور میں اس کا سفارشی ہوں گا ۔ سنن ابو داؤد میں ہے ، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مدینہ میں میرا گھر ہے ، اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے"۔ دیلمی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ "جس شخص نے مکّہ میں جا کر حج کیا ۔ پھر میری مسجد میں میری زیارت کے لیے آیا ، اس کے لیے دو حج مقبول لکھے جاتے ہیں ۔ جذب القلوب میں ہے ۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی ، اس نے گویا زندگی میں میری زیارت کی اور جس شخص نے میری قبر کی زیارت نہ کی ، اس نے مجھ پر ظلم کیا ۔ ـــــــ ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ پاک میں حاضر ہو کر روضۂ مقدسہ کی زیارت کرنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت کرنا ہے۔



اور جو بدبخت مکہ معظمہ جا کر بھی مدینہ طیبہ میں حاضری کے شرف سے محروم رہتے ہیں اور روضۂ سرکارؐ کی زیارت نہیں کرتے ، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتے ہیں اور سرکارؐ کی ناراضی ہی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔

صحیح مسلم اور سننِ نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سیدِ ہر انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں ایک نماز ، دوسری مساجد میں ادا کی گئی ہزاروں نمازوں سے زیادہ بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے ۔ اور میں یقیناً آخری نبی ہوں اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں سب سے آخری مسجد ہے۔

مسجدِ نبوی پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں تیار کروائی اور خود بنفسِ نفیس اس میں کام کیا ۔ اس وقت اس کا رقبہ سو مربع گز کے قریب تھا ۔ دوسری بار فتح خیبر کے بعد سرکارؐ نے اسے از سرِ نو تعمیر کروایا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری کی زمین خرید کر اس میں شامل کر دی ۔ اس طرح یہ مسجد شریف ۲۴۷۵ مربع میٹر پر پھیل گئی تیسری بار ۱۷ھ میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس میں ۱۱۰۵ میٹر کا اضافہ ہوا ۔ اس تعمیر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان بھی شامل کیا گیا۔

امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظمؓ نے وہ پرنالہ اکھڑوا دیا جس کا پانی مسجد میں گرتا تھا اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی ۔ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو یاد دلایا کہ یہ پرنالہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا ۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت عمرؓ رونے لگے روتے روتے فرمایا کہ اے عمِ رسول ! آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر پرنالے کو اسی جگہ لگا دیں۔

چوتھی مرتبہ مسجدِ نبوی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں (۲۹ھ میں) ۴۹۶ مربع میٹر کا اضافہ ہوا ۔ یہ اضافہ بھی جنوب اور شمال مغرب کی طرف کیا گیا حجرات کے تحفظ کے لیے مشرق کی طرف اضافہ نہیں کیا گیا ۔ پانچویں بار ولید بن عبد الملک نے ۸۸ھ میں اضافے کا کام شروع کیا اور ۹۱ھ میں مکمل ہوا ۔ اب کے مسجدِ نبوی میں ۲۳۶۹ مربع میٹر کا اضافہ کیا گیا اور اُمہات المومنین کے حجرات مقدسہ بھی مسجد میں شامل کر لیے گئے۔

پھر خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۱ھ میں تعمیری کام شروع کیا جو چار سال میں مکمل ہوا۔ اس میں ۲۴۵۰ میٹر کا اضافہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ خلیفہ المستعصم عباسی نے تعمیری کام کیا۔ آٹھویں بار ملک ناصر محمد بن قلاوون نے ۷۰۵ھ میں تعمیر کی۔ ۷۲۹ھ میں برآمدوں کا اضافہ ہوا۔ نویں بار تعمیر کا کام ۸۳۱ھ میں اور دسویں مرتبہ چھتوں کی مرمت کا کام ۸۵۳ھ میں ہوا۔ گیارھویں بار ۸۸۹ھ میں ملک اشرف قائتبائی نے تعمیری کام لیا۔ اس دفعہ مسجد نبوی میں ۱۲۰ میٹر کا اضافہ ہوا۔ حجرہ مبارک کی دیواروں پر گنبد بنوایا گیا۔ باب الرحمۃ کا مینار تعمیر ہوا۔ دو گنبد باب السلام کے سامنے اندر کی جگہ بنوائے گئے۔

بارھویں مرتبہ ۹۴۳ھ میں دیواریں منقش ہوئیں۔ تیرھویں بار سلطان سلیم ثانی ۹۸۰ھ میں یہ کام کیا۔ چودھویں مرتبہ سلطان محمود نے از سر نو قبر انور پر قبہ شریف بنوایا اور سبز رنگ کرایا۔ پندرھویں مرتبہ سلطان عبد المجید نے ۱۲۹۳ میٹر کا مسجد نبوی میں اضافہ کیا۔ سولھویں دفعہ فخری پاشا نے تعمیر میں حصہ لیا۔ سترھویں مرتبہ ملک عبد العزیز (سعودی حکومت) نے کٹہرے چڑھائے۔ اٹھارھویں مرتبہ ۱۳۵۲ھ میں عصری حکومت نے ترمیم و تجدید کا کچھ کام اپنے ذمے لیا۔ انیسویں مرتبہ سعودی حکومت نے ۱۳۶۸ھ میں توسیع مسجد کا اعلان کیا۔ ۵ شوال ۱۳۷۰ھ کو دیواریں منہدم کیں۔ ۱۳۷۳ھ میں جدید سنگ بنیاد رکھا۔ سعودی حکومت کے دور میں مسجد نبوی میں ۶۰۲۴ میٹر کا اضافہ ہوا۔ اس وقت مسجد نبوی شریف کا کل رقبہ ۱۶۳۲۷ مربع میٹر ہے۔

جمالِ نبیؐ کی ضیا باریوں سے
بنا رشکِ گردوں دیارِ مدینہ
ادھر آئیں تسنیم و کوثر کے طالب
کہ ہے جوش پر جوئبارِ مدینہ

—— طاقت ہمدانی (فیصل آباد)



# مدینہ شناسی

عارف نوشاہی

"مدینہ شناسی" سید محمد باقر نجفی کی ضخیم فارسی تصنیف کا نام ہے جس کی پہلی جلد ۱۹۸۵ء میں جرمنی میں طبع ہوئی۔ ۴۳۵ + ۱۰۴ + ۴۷ + ۹۲ صفحات پر مشتمل رحلی تقطیع پر چھپنے والی اس کتاب کی قیمت ۱۸۵ جرمن مارک ہے۔ ایک کتاب کے ظاہری محاسن کے لیے جو لوازمات درکار ہوتے ہیں وہ تمام تر اس کتاب میں موجود ہیں یعنی عمدہ کاغذ، خوبصورت ٹائپ، معیاری طباعت، پختہ جلد۔

❖ ❖ ❖ ❖

مدینہ شناسی جسے عربی میں علم المدینہ اور انگریزی میں Madinalogy کہنا چاہیے بیک وقت اسلام شناسی اور آثارِ قدیمہ شناسی کی ایک شاخ ہے مگر کچھ امتیازات کے ساتھ۔

علوم اسلامی میں مدینہ شناسی کا تعلق علم السیرۃ النبویہ سے قائم ہوتا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ سیرت نویسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام حالاتِ زندگی لکھتا ہے جب کہ مدینہ شناسی آثارِ نبوی میں سیرتِ نبوی کو تلاش کرنا ہے۔

آثارِ قدیمہ کے علم سے اس کا تعلق بظاہر یوں ہے کہ یہ تو یہ تاریخی اماکن کی شناخت کا علم۔ لیکن روایتی آثارِ قدیمہ کے علم میں انسان تاریخی اماکن کے فنِ تعمیر سے خیرہ ہو جاتا ہے جب کہ مدینۃ النبی میں تاریخی اماکن کی جستجو میں انسان اس شہر کی معنویت اور روحانیت سے مرعوب ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اماکن فنِ تعمیر کے لحاظ سے نہیں بلکہ

اپنی نسبت کے اعتبار سے عظیم الشان ہیں۔

اس کتاب میں مصنف نے مندرجہ ذیل نوعیت کے ماٰخذ پیش نظر رکھے ہیں:

۱۔ سیرت النبی کی مستند کتابیں

۲۔ جزیرۃ العرب کے جغرافیے پر ابتدائی کتابیں

۳۔ ایسے سفرنامے جن میں مدینہ کا ذکر آیا ہے

۴۔ آثارِ مدینہ اور اخبارِ مدینہ پر مستقل کتابیں

۵۔ قبل از ہجرت سے لے کر عہدِ عباسی تک تاریخِ مدینہ پر کتب

۶۔ مدینہ سے متعلق وقف نامے، نقشے، مراسلات وغیرہ

مصنف نے مذکورہ بالا انواعِ ماٰخذ پر فرداً فرداً کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ بیشتر عربی کتابیں ہیں۔ ہمیں حیرت ہے فاضل مصنف نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی فارسی تصنیف "جذب القلوب الی دیار المحبوب" (تالیف ۹۹۸۔ ۱۰۰۰ھ) سے استفادہ نہیں کیا جو براہِ راست اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔

مدینہ شناسی پانچ جلدوں پر مشتمل منصوبہ ہے جس کی فی الحال پہلی جلد شائع ہوئی ہے۔ اس جلد کے مندرجات کی فہرست آپ آگے پڑھیں گے۔ بقیہ جلدوں کی ترتیب یہ ہو گی۔ جلد دوم: غزوات النبی جن میدانوں میں لڑے گئے ان کا قدیم اور جدید جغرافیہ اور تاریخ۔ جلد سوم: انصار کے قبائل کی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت۔ جلد چہارم: ہجرت کا راستہ اور مدینہ سے ملنے والے قدیم راستے۔ جلد پنجم: پہلی صدی ہجری سے لے کر آلِ سعود کے برسرِ اقتدار آنے تک مدینہ کی حکومتیں اور تاریخی واقعات کا ملخص۔

اب ہم پہلی جلد کے مندرجات کی طرف آتے ہیں، یہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب مدینہ کی مسجدوں کے بارے میں ہے۔ دوسرا باب مدینہ میں معروف گھروں کے بارے میں ہے۔ تیسرا باب مدینہ میں واقع کنوؤں کی تفصیل بتاتا ہے۔ جب کہ آخری اور چوتھے باب میں مدینہ میں قبروں کی تفصیل درج ہے۔ واضح ہو کہ اس جلد میں تمام مباحث کا تعلق عہدِ نبوی سے ہے۔

کتاب میں ۱۱ رنگین اور سیاہ و سفید تصویریں ہیں جو قدیم اور جدید مدینہ کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس کے بعد مدینہ شہر اور وہاں کی مساجد کے نقشے دیے گئے ہیں۔ یہاں اس جلد کے مندرجات کی جزئیات پیش خدمت ہیں۔

## فہرست مندرجات

فصل چہارم: چاہ بضاعہ: بضاعہ۔ چاہِ بضاعہ کا جغرافیائی محلِ وقوع۔

فصل پنجم: چاہِ سقیا

فصل ششم: چاہِ اریس۔ خاتم: انگشترِ پیامبر، انگشترِ پیامبر پس از رحلت۔ اریس، چاہِ خاتم۔

فصل ہفتم: چاہِ بصہ

فصل ہشتم: چاہِ العہن۔

فصل نہم: چاہِ ابوایوب، انس بن مالک

## کتاب چہارم: مقابرِ مدینہ

فصل اول: بقیع کا پس منظر اور آثار: لفظ اور قدامت۔ اسلامی پس منظر، محلِ وقوع اور آثارِ تاریخی۔ آثارِ بقیع کو ڈھانا۔ وہابیانِ نجد اور آثارِ بقیع کو ڈھانا۔

فصل دوم: مقابرِ اہلِ بیتِ پیامبر: مقبرۂ عباس بن عبدالمطلب۔ مقبرۂ امام حسن بن علی۔ مقبرۂ امام علی بن حسین زین العابدین۔ مقبرۂ امام جعفر بن محمد صادق۔ بیت الاحزان (دکھوں کا گھر)

فصل سوم: مقابرِ فرزندانِ پیامبر: مقبرۂ زینب۔ مقبرۂ ام کلثوم۔ مقبرۂ رقیہ۔ مقبرۂ ابراہیم

فصل چہارم: مقابرِ ازواجِ پیامبر: مقبرۂ عائشہ بنت ابی بکر۔ مقبرۂ حفصہ بنت عمر بن خطاب۔ مقبرۂ ام سلمہ۔ مقبرۂ ماریہ قبطی۔ مقبرہ رملہ بنت ابی سفیان۔ مقبرۂ زینب بنت خزیمہ۔ مقبرۂ جویریہ بنت حارث۔ مقبرۂ صفیہ اسرائیلیہ۔ مقبرۂ سودہ بنت زمعہ۔ مقبرۂ ریحانہ بنت زید۔

فصل پنجم: مقابرِ خاندانِ پیامبر ——— بنو ہاشم: مقبرۂ فاطمہ بنت اسد۔ مقبرۂ ابوسفیان بن حارث۔ مقبرۂ عقیل بن ابی طالب۔ مقبرۂ عبداللہ بن جعفر۔ مقبرۂ اسماعیل بن جعفر۔ مقبرۂ نوفل بن حارث۔ مقبرۂ محمد الحنفیہ۔

فصل ششم۔ پیامبر کی پھوپھیوں کے مقابر ——— بقیع العمات: مقبرۂ صفیہ بنت عبدالمطلب۔ مقبرۂ عاتکہ بنت عبدالمطلب۔

فصل ہفتم: مقبرۂ عبداللہ، والدِ پیامبر ——— دارالنابغہ

فصل ہشتم۔ مقابرِ اصحابِ پیامبر: مقبرۂ عثمان بن مظعون۔ مقبرۂ اسعد بن زرارہ۔ مقبرۂ خنیس بن حذافہ۔ مقبرۂ سعد بن معاذ۔ مقبرۂ عبداللہ بن مسعود۔ مقبرۂ عبدالرحمن بن عوف۔ مقبرہ عثمان بن عفان۔ مقبرۂ سعد بن ابی وقاص۔ مقبرۂ ابوسعید خدری۔ دیگر صحابہ: مقداد بن عمرو۔ ابوہریرہ۔ صہیب بن سنان۔ ابوعبس۔ اسید بن الحضیر۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ رکانہ بن عبدیزید۔ زید بن سہل، ابوطلحہ انصاری۔ ارقم بن ابی ارقم۔ اسامہ بن زید۔ عبداللہ بن سلام۔ عبداللہ بن عمرو۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ عبداللہ بن عتیک۔ قتادہ بن نعمان۔ جبار بن صخر۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حکیم بن حزام۔ عمرو بن حزم۔ مخرمہ بن نوفل۔ عبداللہ بن انیس۔ براء بن معرور۔ جبیر بن مطعم۔ جابر بن عبداللہ۔ مسطح بن اثاثہ۔ معاذ بن عفراء۔ زید بن ثابت۔ ابن عمرو بن نفیل۔ سہل بن سعد ساعدی۔ مالک بن التیہان، ابوالہیثم۔ ابواسید ساعدی۔ محمد بن مسلمہ۔ عویم بن ساعدہ۔ کعب بن عمرو۔

فصل نہم۔ مقبرۂ شہیدانِ حرّہ

فصل دہم۔ تاریخِ اسلام کے دیگر مشاہیر کی قبریں: مالک بن انس۔ نافع۔ نافع شیخ القراء۔ زید بن حسن۔ سالم بن عبداللہ۔ مغیرہ بن عبدالرحمن۔ بقیع میں مشہور عورتوں کی قبریں۔ امام البنین۔ ام رمان۔ حلیمہ۔ اروی بنت کریز

فدایانِ رسالت کو غمِ دوراں نہیں زیبا
مجھے ہنگامِ سجدہ یہ ندا طیبہ سے آئی ہے
——— فضل حق



دکھا یارب! در و بامِ مدینہ
نصیبِ دل ہو آرامِ مدینہ

مرے قبضے میں ہو مُہرِ سلیماں
کھدے دل پر اگر نامِ مدینہ

بیاضِ نور ہے ہر صبحِ روشن
سوادِ طور ہر شامِ مدینہ

صدا دی دل نے، میں دیکھوں کہاں ہے
کسی نے جب لیا نامِ مدینہ

مرے مولا مدینے کے ہیں والی
مرے مخدوم خُدامِ مدینہ

ہر اک شب ہے، وہاں کی جب شبِ قدر
تو کیا کچھ ہوں گے ایامِ مدینہ

ملے شام و سحر مجھ کو الٰہی
سحر مکے کی اور شامِ مدینہ

بدن سے مرغِ جاں اُڑ جائے جس دم
پھنسے جا کر تہِ دامِ مدینہ

ہُوا ہے نام سے مولا کے روشن
زہے نامِ خدا، نامِ مدینہ

——— حافظ پیلی بھیتی



# روضۂ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حافظ محمد اسلم جیراجپوری

حافظ محمد اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں پروفیسر رہے۔ اُن کا یہ نامکمل مطبوعہ مضمون محترم فیض اللہ حامد کے شکریے کے ساتھ نذرِ قارئین ہے۔ ایڈیٹر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں جب مسجد تعمیر فرمائی تو اس کے متصل ازواجِ مطہرات کے لیے حجرے بھی بنوائے۔ مسجد سے ملا ہوا حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا، جو کچی اینٹوں سے بنایا گیا تھا اور اُوپر کھجور کے پتے تھے، اُس کا طول زیادہ تھا اور عرض علی اختلافِ روایات سات آٹھ ہاتھ اور بلندی صرف اس قدر تھی کہ متوسط قد کا آدمی کھڑا ہو سکے۔ حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ سنِ بلوغ کے قریب جب میں اُس حجرے میں گیا، تو میں نے ہاتھ سے اُس کی چھت چھوئی تھی۔ اُس کے ایک دروازے میں عرعر کی لکڑی کا صرف ایک پٹ کا کواڑ لگا ہوا تھا۔ دوسرا دروازہ مسجد میں تھا۔

اُس حجرے میں سرورِ عالم ﷺ نے انتقال فرمایا تھا اور اس میں لوگوں نے جنازے کی نماز فرداً فرداً ادا کی تھی۔ ایک دروازے سے داخل ہوتے تھے اور جنازہ پڑھ کر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے اور اُسی میں دفن بھی کیے گئے۔

اس کے بعد حجرے کے دو حصے کیے گئے۔ ایک میں حضرت عائشہؓ رہتی تھیں دوسرے میں قبرِ شریف تھی۔ حضرت عمرؓ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ تبرکاً روضے کی مٹی

اٹھاتے ہیں، اس لیے اُس کی حفاظت کے واسطے ایک دیوار بنوا دی۔ پھر اُس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن کے بعد حضرت عمر فاروقؓ دفن کیے گئے۔ یہ تینوں قبریں ایک سطر میں واقع نہیں ہیں، بلکہ مُعتبر بیان کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشِ مبارک کے مقابل میں ہے اور حضرت عمرؓ کا صدیقِ اکبرؓ کے پہلو میں۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ کے پاؤں حُجرے کی دیوار کے اندر آ گئے۔

اِن تینوں قبروں کے بعد ایک قبر کی جگہ ابھی اور اس میں باقی ہے جہاں بنی ہاشم امام حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے تھے، لیکن اُن کو اجازت نہ دی گئی اور جگہ خالی رہی۔ اس کی بابت روایات میں پیشین گوئی ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا امام مہدیؑ دفن ہوں گے۔ خلفائے بنی اُمیّہ نے اِس خیال سے کہ مبادا پھر بنی ہاشم جھگڑا کریں۔ اُس حُجرے کو ہر طرف سے بند کرا دیا اور کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں رکھا۔

۸۸ھ میں ولید بن عبدُ الملک اُموی خلیفہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز والیِ مدینہ کو حکم دیا کہ مسجدِ نبوی کو بڑھائیں اور اُمّہات المؤمنین کے حُجرے بھی اس میں شامل کر لیں۔ اہلِ مدینہ نے ہر چند واویلا کیا کہ یہ حُجرے بدستور قائم رکھے جائیں، تاکہ اطرافِ عالم سے جو مسلمان زیارت کرنے کو آئیں، وہ دیکھیں کہ اُن کے نبی نے کس سادگی کے ساتھ دنیا میں اپنی زندگی گزاری ہے۔ لیکن کسی نے اُن کی فریاد کو نہ سُنا اور بجز حُجرۂ عائشہؓ کے تمام حُجرے مسجد میں ملا دیے۔

حُجرۂ عائشہؓ کو جس میں رسول اللہ اور شیخین کی قبریں ہیں مسجد کا جُز نہیں بنایا اور اس غرض سے کہ نماز میں وہ مصلّیوں کے سامنے نہ پڑے ایک پنج گوشہ خطیرہ اس کے گرد کھینچ دیا۔ خطیرے کی تعمیر کے وقت تینوں قبریں نمایاں ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سطحِ زمین کے برابر تھی اور شیخین کی قبریں کسی قدر مُرتفع تھیں۔ چونکہ اُن کے اوپر چھت سے خس و خاشاک گرا تھا اور خاک پڑی ہوئی تھی، عمر بن عبد العزیز نے ارادہ کیا کہ اس کے جھاڑنے کی سعادت حاصل کریں۔ اُن کو دیکھ کر قاسم بن محمد بن ابوبکر نے بھی شرکت کے لیے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ امام زین العابدین بھی تیار ہوئے اور سالم

بن عبد اللہ بن عمر بھی اُٹھے۔ ابنِ عبد العزیز نے دیکھا کہ اس مرقدِ پاک پر ہجوم ادب کے خلاف ہوگا۔ اِس لیے خود بھی بیٹھ گئے اور اُن لوگوں کو بھی روک دیا اور اپنے خاص غلام مُزاحم کو حکم دیا کہ اندر جا کر احتیاط سے صفائی کر دو۔ لیکن ابنِ عبد العزیز کو اپنی اِس محرومی پر سخت افسوس رہا۔

جب اُس خطیرے کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں تو یکایک دو پاؤں نمودار ہوئے کھودنے والا، جس کا نام وردان تھا، دیکھ کر بے ادبی کے خطرے سے سہم گیا اور نکل کر الگ کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز گھبرا کر اُٹھے۔ اُس وقت وہاں عُروہ بن زبیر بھی موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا یہ دونوں پاؤں حضرت عمرؓ کے ہیں جن کے لیے حُجرے کی دیوار کو کھود کر جگہ نکالی گئی تھی۔ پھر اُن کو بدستور مٹی سے چھپا دیا اور ہٹ کر دیوار بنائی اور حسبِ سابق کوئی دروازہ نہیں رکھا کہ قبروں کو لوگ دیکھ نہ سکیں۔ اُس خطیرے کی دیواریں سقفِ مسجد تک نہ تھیں اور نہ اُس پر کوئی چھت تھی، صرف سال کی لکڑی ڈال کر اُوپر سے موم جامے کا پردہ اُڑھا دیا گیا تھا۔

مُدت ہائے دراز کے بعد چھٹی صدی کے وسط میں حُجرہ شریف کے اندر کی جانب دیوار کا ایک حصّہ ٹوٹ گیا اور اس کے گرنے کی آواز باہر سُنائی دی۔ خلیفۂ بغداد کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے علماء و فقہا سے مشورہ لیا۔ اُنھوں نے کہا کہ کوئی متقی و صالح مسجد کی اوپر کی کھڑکی سے حُجرے کے اندر اُتارا جائے تاکہ جو کچھ ٹوٹا ہوا ہو اُس کو درست کر دے۔ اُس زمانے میں عباسی خاندان میں بدرِ ضعیف نامی ایک عابد و زاہد شیخ تھے، وہ اندر اُتارے گئے۔ چند اینٹیں گری تھیں، وہ مسجد کی مٹی سے تیار کی گئیں جن سے اُس شکست کی مرمت ہوئی۔ حُجرے کے اندر گرد اُڑھونے کا ایک کپڑا جو پہلی تعمیر کے وقت کا پڑا ہوا تھا، ملا۔ اُس میں وہاں کی خاکِ پاک بھر کر بطورِ تحفہ خلیفۂ بغداد کے لیے روانہ کی گئی۔ جس روز بغداد پہنچی ہے، اُس کے استقبال کے لیے خلیفہ و اُمراء سے لے کر عام مخلوق کا اس قدر ازدحام تھا کہ کبھی اس سے پہلے دیکھا نہ گیا۔ شہر کے تمام کاروبار بند ہو گئے

تھوڑے ہی زمانے کے بعد پھر روضے کے اندر سے کچھ گرنے کی آواز آئی۔ مدینے کا امیر قاسم ابن مہنّٰی حسنی تھا۔ اُس نے کہا کہ کوئی بزرگ تلاش کرو تو میں اس کے اندر اُترنے کی اجازت دوں۔ اُس زمانے میں صوفیہ کے شیخ الشیوخ موصل کے رہنے والے عُمر نسائی تھے جنھوں نے مجاورتِ رسول ؐ کی غرض سے مدینے میں سکونت اختیار کرلی تھی، لوگوں نے اُنھی کو منتخب کیا مگر تسلسلِ بول اور ریاح کے عارضے کی وجہ سے اُنھوں نے انکار کیا کہ کہیں روضۂ شریف کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ لیکن لوگوں کے سخت اصرار کی وجہ سے اُن کو راضی ہونا پڑا۔ آخر وہ تین دن بھوکے پیاسے رہے۔ اس کے بعد مسجد کی چھت کے متصل جو روشندان ہے اُس سے لٹکائے گئے۔ حُجرے کے اندر جاکر اُنھوں نے شمع جلائی۔ گرے ہوئے حصّے کی مرمت کی اور قبروں پر جو گرد پڑی ہوئی تھی اُس کو اپنی داڑھی سے جھاڑا۔

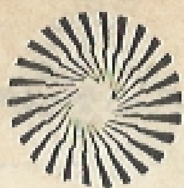
صلیبی جنگ کے دوران ۵۵۷ھ میں دو رُومی عیسائی مغربی حاجیوں کے بھیس میں مدینے میں داخل ہوئے۔ وہاں اُنھوں نے محبتِ رسول ؐ اور دینداری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترکِ وطن کرکے یہاں آئے ہیں کہ جوارِ رسول ؐ میں رہیں اور عبادت کریں۔ اہلِ مدینہ نے جب اُن کے اظہارِ محبت و عبادت اور بالخصوص اُن کی خیرات و مبرّات کو دیکھا، تو گرویدہ ہوگئے، اور اُن کی خواہش کے مطابق حُجرۂ شریف کے متصل اُن کو ایک مکان رہنے کے لیے دیا۔ اُن دونوں نے اُس مکان سے روضۂ اطہر کی جانب سُرنگ کھودنی شروع کی۔ رات کو کھودتے اور صبح کو سویرے ہی مٹی کو مشک میں بھر کر شہر کے باہر لے جاکر پھینک دیتے اور دن بھر اردگرد نخلستانوں وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم گھوم کر پانی پلاتے۔

اُس زمانے میں عرب، سلطان نُورالدین شہید کے زیرِ اثر آچکا تھا۔ اُس نے ایک رات سرورِ عالم ؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ دو گورے آدمیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے ہیں کہ یہ دونوں کتے مجھ کو ستا رہے ہیں اور تو خبر نہیں لیتا۔ سلطان یہ خواب دیکھ کر چونک پڑا اور صبح کو علماء کو بلا کر تعبیر پوچھی، لیکن وہ صحیح بات سمجھنے سے قاصر رہے۔ متواتر اُس نے تین رات یہی خواب دیکھا اور اب اُس کو یارائے تحمّل نہ رہا۔ اور یہ خیال کرکے کہ مدینے میں ضرور کوئی حادثہ گزرا ہے، وہ اپنے وزیر جمال الدین موصلی اور بیس سواروں کو لے کر روانہ ہوگیا اور بربنائے استعجال سولہ روز میں مدینے پہنچ گیا۔ لوگ اُس کے یکایک اس طرح آجانے سے متعجب ہوئے۔ امیرِ مدینہ نے آنے کا سبب پوچھا۔ اُس نے تنہائی میں جاکر اُس سے خواب کا واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ روضۂ شریف میں کوئی جدید امر ظہور پذیر تو نہیں ہوا؟ اُس نے کہا "نہیں"۔ پھر سلطان کو بھی لے جاکر معائنہ کرایا۔ سب چیزیں بدستور تھیں۔ لیکن سلطان کو اطمینان نہ ہوا۔ تب امیر نے کہا کہ خواب میں جو دو شکلیں آپ کو دکھائی گئی ہیں، اُن کو آپ پہچان سکیں گے؟ اُس نے کہا کہ یقیناً، کیونکہ متواتر تین راتیں میں نے اُن کو دیکھا ہے۔ امیر نے کہا کہ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ آپ مسجدِ نبوی میں بیٹھ جائیں۔ ہم ملاقات اور سلام کے بہانے سے سارے اہلِ مدینہ کو سامنے سے گزار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ لیکن وہ دونوں صورتیں نظر نہ آئیں۔ سلطان نے کہا کیا کوئی اور باقی نہیں رہا؟ امیر نے کہا نہیں۔ صرف دو مغربی حاجی ہیں جو بقیع میں پانی پلاتے رہتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں، تو ان کو بھی بلائیں۔ فرمایا کہ ہاں۔ اتنی دیر میں کہ وہ آئیں، اہلِ مدینہ میں سے اُن لوگوں نے جو اُن کے زیرِ بارِ احسان تھے، اُن کی تعریفوں کے پُل باندھنے شروع کر دیے۔ جب وہ آگئے تو سلطان جو گھڑی بھر سے اُن کی مدح و ثنا اور دینداری اور تقوے کی تعریف سُن رہا تھا، حیران ہوگیا۔ امیر نے جب پوچھا، تو اس نے جواب دیا کہ یہی تو یہی دونوں۔ سلطان نے احترام کے ساتھ اُن سے ہاتھ ملایا اور گفتگو شروع کی۔ باتیں کرتا ہوا اُن کے ساتھ اُس گھر میں گیا، جس میں وہ مقیم تھے۔ گو درپردہ غائر نگاہ سے دیکھا، لیکن وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ جب واپس آنے لگا تو فرش کے نیچے پاؤں تلے کوئی چیز ہلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ فرش کو اٹھوایا تو دیکھا کہ ایک لکڑی کا تختہ ہے۔ اُس کو اٹھوایا تو اندر سرنگ نظر آئی جو روضے کی طرف کھودی جارہی تھی۔ اُسی وقت اُن دونوں کو

گرفتار کر لیا گیا اور اُن سے ٹھیک ٹھیک کیفیت دریافت کی۔ اُن دونوں نے اعتراف کیا کہ ہم اپنی حکومت کی طرف سے اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ رسولِ عربی کی نعش کو نکال کر روم میں لے جائیں۔ اِس کے بعد وہ دونوں حُجرے کے متصل والی دیوار کے نیچے قتل کر دیے گئے۔

سلطان اس انعام پر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کام لیا اور اس کا اہل بنایا، دیر تک روتا رہا۔ اس کے بعد کثیر مقدار میں سیسہ جمع کیا اور حُجرے کی بُنیادوں کو ہر طرف سے کُھدوایا۔ نیچے سے سطحِ زمین تک اُن میں وہی سیسہ بھروا دیا تاکہ آئندہ اس قسم کی سازشوں سے محفوظ رہے۔ پھر بدستور اُن بُنیادوں پر دیواریں تعمیر کروائیں۔ اس واقعے سے پہلے اِس طرح کا ارادہ مصر کے فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ نے بھی کیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی نعشوں کو مدینے سے مصر میں منتقل کرائے تاکہ اس کا پایۂ تخت مقبولِ انام اور زیارت گاہِ خاص و عام بن جائے۔ اس کام کے لیے اُس نے اپنے ایک درباری ابوالفتح کو مدینے میں بھیجا۔ اہلِ مدینہ مضطرب و بے قرار ہو کر اُس کے پاس جمع ہوئے اور اُس کو اس سے باز رکھنے کے لیے منت و سماجت کی، لیکن شاہی حکم تھا۔ وہ اس پر مُصر رہا۔ اُس مجمع میں ایک قاری زلبانی نامی تھا۔ اُس نے قرآن کی وہ آیت پڑھی، جس کے معنی ہیں کہ تم اُن لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسولؐ کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ اُنھوں نے تمھارے ساتھ پہلے چھیڑ شروع کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو؟ پس اگر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔

اس کے سُننے سے مجمع میں اِس قدر جوش پیدا ہو گیا کہ اگر وہ مصری حکومت کے ماتحت نہ ہوتے تو یقیناً ابوالفتح کو مار ڈالتے۔ اس سے اُس کی آنکھیں کُھل گئیں کہ وہ کس قدر سخت مُہم پر بھیجا گیا ہے، کیونکہ جب ابھی سے یہ حالت ہے، تو جب قبر کُھدنی شروع ہو گی، اُس وقت کیا ہو گا۔ اس لیے ڈر گیا۔ اُس روز شام کے وقت ایک نہایت خطرناک آندھی آئی، جس کو لوگوں نے اِس ناپاک ارادے کو نحوست قرار دیا۔ ابوالفتح ان سب باتوں سے مرعوب ہو کر واپس چلا گیا اور حاکم بامر اللہ کو اس فعل کے انجام سے ڈرایا۔



قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ
کب دیکھیے، بر آئے تمنّائے مدینہ

خوشبوئے رسالت سے ہے ازبسکہ معطّر
ہر ذرّۂ آبادی و صحرائے مدینہ

ہے بے خودیِ عشقِ حقیقی کا شناسا
وہ دل کہ ہے مخمورِ تولائے مدینہ

آتی ہے جو ہر شے سے یہاں اُنس کی خوشبو
دنیائے محبّت ہے کہ دنیائے مدینہ

ہے شام اگر گیسوئے احمدؐ کی سیاہی
تو نورِ خدا صبحِ دلآرائے مدینہ

اے وہ کہ سرُورِ ابدی کا ہے طلب گار
پی ساغرِ دل سے مئے مینائے مدینہ

ڈر غلبۂ اعدا سے نہ حسرتؔ کہ ہے نزدیک
فرمائیں مدد، سیّدِ والائے مدینہ

——— حسرتؔ موہانی



دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہ
ہیں اور درِ دولتِ سلطانِ مدینہ

ارشادِ خدا ہے "ورفعنا لک ذکرک"
جس سے ہے عیاں رفعتِ سلطانِ مدینہ

جلووں سے ہے معمور سیہ خانۂ عالم
اے صلِ علیٰ طلعتِ سلطانِ مدینہ

فردوسِ نظر کعبۂ اربابِ محبت
ہے رشکِ ارم جنتِ سلطانِ مدینہ

کافر ہے وہ بدبخت جو اُس دل کو کہے دل
جس دل میں نہ ہو الفتِ سلطانِ مدینہ

محشر کا نہیں خوف کہ ہیں شافعِ محشر
محبوبِ خدا حضرتِ سلطانِ مدینہ

بے چارہ حمید اپنی خطاؤں پہ خجل ہے
دیکھ اے نگہِ رحمتِ سلطانِ مدینہ

—— زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی



عاشق کے لیے کعبۂ الفت ہے مدینہ
عارف کے لیے منزلِ رحمت ہے مدینہ

اے طالبِ نعمت، تجھے اک راز بتا دوں
اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے مدینہ

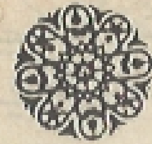
جاؤ گے تو دیکھو گے وہاں بارشِ تسکیں
عینِ کرم و عینِ محبت ہے مدینہ

بگڑی ہوئی تقدیر وہیں بنتی ہے جا کر
کونین میں اللہ کی رحمت ہے مدینہ

ملتی ہے تو پھر اس میں کمی ہی نہیں ہوتی
وہ گنجِ گراں مایہ، وہ دولت ہے مدینہ

تم جاؤ کہیں پر بھی، مگر دل نہ لگے گا
بہزادِ حزیں قلب کی حسرت ہے مدینہ

—— زائرِ مدینہ بہزاد لکھنوی



لب پہ ہے گفتگو مدینے کی
اے زہے آرزو مدینے کی

نام لے باوضو مدینے کا
بات کر باوضو مدینے کی

میں کہاں نامراد جاؤں گا
دلنوازی ہے خو مدینے کی

آ کہ تکمیلِ جذب و شوق کریں
آ، کریں گفتگو مدینے کی

ذکر ہے کو بہ کو مدینے کا
دھوم ہے چارسُو مدینے کی

روحِ کونین کیوں نہ وجد کرے
کیف آگیں ہے بُو مدینے کی

تیری مٹی ہے یثربی مظہر
تجھ سے آتی ہے بُو مدینے کی

—— حافظ مظہر الدین

# زیارتِ روضۂ اقدس کی خواہش

پروفیسر سید یونس شاہ

نعت کا لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی تعریف و توصیف کے لیے مختص ہو کر رہ گیا ہے۔ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان روزِ اول سے لے کر آج تک مسلسل و متواتر جاری ہے اور ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ اس ذاتِ بابرکات کی شانِ بلند اور درجاتِ عالیہ کا تصور کما حقہٗ کس طرح کیا جا سکتا ہے جب خود خدائے قدوس نے ''وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' فرما کر آپؐ کی عظمت کا اظہار کیا ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے پہلی نعت خود کہی ہے اور اس کے بعد نعتِ رسولؐ کے مختلف پہلوؤں کی تشریح و توضیح اپنی کتاب قرآنِ مجید میں جگہ بجگہ فرمائی ہے۔

یہ کتابِ ربانی اگرچہ زبانِ شعر میں نہیں ہے اور نہ خدا نے اپنے رسولؐ کو شعر کی تعلیم دی ہے تاہم اثر و تاثیر اور دیگر صوتی و معنوی خوبیوں کے اعتبار سے اس میں شعریت بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفارِ عرب جو اپنے مقابلے میں دوسروں کو عجمی کہتے تھے اور قدرتِ ابلاغ و اظہار پر فخر کرتے تھے، اس کلامِ ربانی کی ہیئت و ساخت دیکھ کر گنگ ہو گئے۔ ربِ ذوالجلال قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سمندر روشنائی ہو جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اگرچہ اور ایسے سمندر مدد کے لیے شامل کر لیے جائیں۔''

ظاہر ہے کہ کلماتِ الٰہی سے مراد صفاتِ الٰہی ہیں اور ان صفات کے مظہرِ حقیقی جناب محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ چنانچہ اسی طرح آپ کی سیرت و صورت کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے تمام شاخہائے شجر قلم بن جائیں تو بھی آپ کی نعت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ تاریخ کے صفحات پر نقشِ دوام بن کر ثبت ہو چکا ہے۔ یہ خصوصیت کسی معجزہ سے کم نہیں۔ دیکھئے! دنیا میں کون سی ایسی شخصیت گزری ہے جس کے اقوال و افعال اور کردار کو ایسی باریک بینی سے محفوظ کیا گیا ہو کہ جب تک اس دارِ فانی میں مقیم رہے اس کے ہر پل کی خبر کا ریکارڈ نہ صرف تحریر میں موجود ہے بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا کے سینوں میں یہ امانت اس طرح محفوظ ہے کہ جس کے ضائع ہونے کا کوئی احتمال نہیں اور پھر یہ سلسلہ یونہی تا قیامت جاری رہے گا۔ ایسے تواتر و تسلسل کے ساتھ کسی شخص کی زندگی کی شہادت کہاں موجود ہے؟

اس دنیا میں ہزاروں لاکھوں نیک اور برگزیدہ افراد پیدا ہوئے۔ ان میں نبی بھی تھے اور غیر نبی بھی۔ لیکن آج تاریخ ان کے کوائف کے بارے میں خاموش ہے بلکہ بعضوں کے بارے میں تو یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کہاں پیدا ہوئے، ان کی زبان کیا تھی اور وہ کہاں دفن ہیں۔ یہ اعزاز صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حاصل ہے کہ ان کی حیاتِ طیبہ سے کائنات میں جو اُجالا ہوا، اس کی ضوفشانی سے بھولے بھٹکے رہتی دنیا تک رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔

نعت کا مضمون جتنا وسیع ہے اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ بقول شخصے "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"۔ یہاں منافقت، ریاکاری اور علم و فن کی نمائش کام نہیں آتی بلکہ یہاں خلوص و عشق کام کرتا ہے۔ کیونکہ "بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"۔

یوں تو نعت گوئی میں بے شمار موضوعات ہیں اور ہر نعت گو نے نعت کے مختلف پہلوؤں پر طبع آزمائی بھی کی ہے مگر زیارتِ روضۂ اطہر کی تمنا کا مضمون قریباً ہر نعت گو نے باندھا ہے اور اس میں وہ گُل بوٹے کھلائے ہیں کہ عاشقانِ صادق بڑھ بڑھ کر

مستی میں جھومتے ہیں۔ مدینہ شریف کے برکات و فیوض کا بیان طرح طرح سے ہر نعت گو نے کیا ہے۔ نعتیہ غزلوں کا یہ خاص اور پسندیدہ موضوع بنا رہا ہے اور درد و فراق، ہجر کے صدمات اور الم ذات کا بیان اس تعلق سے نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ بہت زیادہ پُر اثر بھی ہوتا ہے۔ اس ضمن میں زائرِ مدینہ بہزادؔ لکھنوی کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

جب تصور میں مدینہ آگیا ۔۔۔ غم کا ساحل پر سفینہ آگیا
مچلتے ہیں آنسو تڑپتی ہیں آہیں ۔۔۔ ملیں کاش جلدی مدینے کی راہیں
تصور تو ہی مجھ کو دکھلا مدینہ ۔۔۔ کہ ہے عشق والوں کا کعبہ مدینہ

مری چشمِ آرزو کی جو ہے آرزو مدینہ
مرا حال کچھ نہ پوچھو کہ ہے چار سو مدینہ
یہ کمالِ جستجو ہے کہ کمالِ آرزو ہے
جہاں بند آنکھ کر لی، ہوا رُوبرو مدینہ

مدینے کی حسرت ہے بہزادؔ بے حد ۔۔۔ اور اس پہ یہ تقدیر ترسا رہی ہے
راز کی بات تم کو بتلاؤں ۔۔۔ بے نشاں کا نشاں مدینہ ہے

یہ اشعار دیارِ حبیبؐ کی یاد میں تڑپانے والے ہیں۔ بہزادؔ کو کئی بار یہ سعادت نصیب ہوئی کہ روضۃ الرسولؐ کی زیارت کی اور خاکِ حجاز کو پلکوں سے لگایا۔ لیکن یہ ایسی نعمت ہے جس سے دست برداری حوصلہ کی متقاضی ہے۔ حضوری کے بعد شرابِ طیبہ کا نشہ دوچند ہو جاتا ہے۔ عاشقِ رسولؐ کو بار بار حاضری دیئے بغیر زندگی گزارنا دشوار نظر آنے لگتا ہے۔

تاریخ ادبِ اردو پر ایک سرسری نظر بھی ڈالیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اُردو زبان کے ابتدائی دکنی دور سے لے کر اب تک کم و بیش ہر معروف و غیر معروف شاعر نے نعتیہ ابیات لکھے ہیں مگر اُردو کے شعراء میں کچھ ایسے نعت گو شعراء کے نام بطورِ خاص لیے جا سکتے ہیں جنہوں نے اس صنفِ شریف ہی کو اپنی شاعری کا محور و مرکز بنایا اور اس فن شریف میں اپنے اخلاص اور بے پایاں جذبہ سے نئی راہیں نکالیں۔ ان میں

مندرجہ ذیل اسمائے گرامی خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں:
مولانا کفایت علی کافیؔ، کرامت علی شہیدیؔ، محسنؔ کاکوروی، امیرؔ مینائیؒ، احمد رضا خان بریلوی، حسنؔ رضا بریلوی، حافظ پیلی بھیتی، عزیبؔ سہارنپوری، فیروز طغرائی امرتسری، حافظ لطفؔ بریلوی، مذاقؔ جیلپوری، احسن مارہروی، دلّو رام کوثری، حسرتؔ موہانی، مولانا ظفر علی خان، زائرِ حرم حمید صدیقی، بہزادؔ لکھنوی، حافظ مظہر الدین، اختر الحامدی وغیرہم۔

روضۂ رسولؐ کی زیارت اور اس سے متعلق مضامین ہیں جو والہانہ سپردگی اور جذباتی کیفیت پائی جاتی ہے اس کے پس منظر میں یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ مدینہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطنِ ثانی تھا۔ اس شہر کو چھوڑتے وقت آپؐ کے قلبِ مبارک پر جدائی کے جو شدید اثرات تھے، ان کا اندازہ کرنا ہو تو ترمذیؔ اور ابنِ ماجہ کی زبان سے حضرت عبد اللہ بن عدی بن حمراکی یہ نقل سنیں۔

(ترجمہ) "میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے، ایک عجیب انداز سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ خدا کی قسم! تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر اور اللہ کو زمین کے تمام خطوں سے زیادہ پیارا ہے۔ اور اگر میں یہاں سے بےکس اور مجبور کر کے نکالا نہ جاتا تو واللہ میں تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا۔"

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچتے ہی تبدیلیٔ آب و ہوا کے سبب صحابۂ کرام کی صحتوں پر ناخوشگوار اثر پڑنے لگا۔ لوگ بیمار پڑ گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیماری کی اطلاع دی تو رسولِ خدا نے بارگاہِ ایزدی میں یوں دعا فرمائی:

(ترجمہ) "اے اللہ! جس طرح مکہ کو تو نے ہمارا محبوب بنایا تھا اسی طرح مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے بلکہ مکہ سے بھی زیادہ پیارا بنا دے اور یہاں کے کاروبار اور خورد و نوش میں برکت دے اور بیماریوں کو دوسری جگہ منتقل فرما دے۔"

جس شہر میں خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم قیام کریں اور اس کی خوشحالی کے لیے اپنے رب کریم سے دعا فرمائیں ——— تو بندگانِ خدا اس شہرِ محبوب سے والہانہ محبت کیوں نہ کریں۔ اس محبت کا ایک ادنیٰ ثبوت کرامت علی خاں شہیدیؔ کے اس قصیدۂ غرّا سے ملتا ہے جو حجاز کو روانگی سے قبل انہوں نے آقا حضورؐ کی مدح میں لکھا تھا۔ اس قصیدہ میں اس تمنا کا اظہار تھا کہ روضۂ اقدس کو دیکھوں تو طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

چنانچہ شہیدیؔ اتنے خوش نصیب نکلے کہ ۱۲۵۵ھ میں ادائیگیٔ حج کے بعد حضورِ پُرنور کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے چلے۔ ۷ صفر کو اس مقام پہ پہنچے جہاں سے روضۂ اقدس نظر آ رہا تھا۔ ایک حسرت بھری نظر روضۂ محبوب پہ ڈالی اور اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

خاکِ طیبہ• از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آبادی اپنے دور کے برگزیدہ علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملی طور پر وابستہ تھے۔ تحریکِ آزادی کے معرکۂ خاک و خون میں اللہ کی راہ میں دار پر لٹکائے گئے۔ مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لیے ہر وقت بےچین اور بےتاب رہتے تھے۔ آخر فیض یاب ہوئے۔

---

• آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۃ الرسولؐ کو "یثرب" کہنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے یہ تصرف کیا گیا ہے۔
——— ایڈیٹر

چل مدینہ طیبہ کو، چھوڑ کر شہر و وطن
اس مرادآباد سے کافی کہاں کا ارتباط
دکھادے بلدۂ طیب، دکھادے روضۂ اقدس
دکھادے گنبدِ خضریٰ کہ تسکینِ دل وجاں ہو
دکھادے وہ بھی دن یارب! کہ حاضر ہو سکے یہ کافی
جنابِ مصطفیٰ کے آستاں پر غزل خواں ہو

کافی● یہ تمنائے دلی ہے کہ دمِ مرگ
گر آہ جو کھینچوں تو کہوں ہائے مدینہ

حضرت مذاق جبلپوری کی گھٹی میں عشقِ نبیؐ رچا بسا تھا۔ آپ نے عمر بھر صرف نعت ہی میں طبع آزمائی کی۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کے سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ذیل کے دو اشعار میں ندرتِ اسلوب اور نازک خیالی ملاحظہ فرمائیے:

ایک دو دن کی جدائی ہو تو ہو، یوں عمر بھر
تم مدینے میں رہو میں ہند میں کیونکر بنے؟
خدا سے تم ہی کو مانگتا ہوں دونوں عالم میں
تمنا تم، غرض تم، مدعا تم، آرزو تم ہو

● مولانا کافی ؒ کا نعتیہ دیوان "دیوانِ کافی" محرم ۱۳۱۴ھ میں حیدرآباد دکن سے چھپا جس میں ۹۲ اردو نعتیں ہیں۔ مثنوی "خیابانِ فردوس" ۵۵۲ اشعار پر مشتمل ہے جس میں درودِ پاک کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ مثنوی "نسیمِ جنت" میں ساڑھے پانچ سو اشعار ہیں۔ ۲۸ اردو نعتیں بھی ہیں۔ "قصائدِ نعتیہ" میں ۸ اردو اور ۵ فارسی قصیدے ہیں۔ خیابانِ فردوس، نسیمِ جنت اور قصائدِ نعتیہ ۱۸۸۳ء میں مطبع نولکشور، کانپور سے اکٹھے چھپے۔ مولانا کافی نے "شمائلِ ترمذی" کا منظوم ترجمہ بھی کیا جو ۱۳۵۴ھ میں مکتبہ نعیمیہ، مرادآباد سے چھپا، اس میں تین ہزار دو سو سے زائد اشعار کے علاوہ ۹ نعتیں بھی ہیں ——— ایڈیٹر



ایک اور عاشقِ رسولؐ مفتی غلام سرور لاہوری● نعت گوئی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ بیک وقت ایک بے مثال ادیب، بلند پایہ شاعر، مستند مورخ و سوانح نگار اور ماہرِ علمِ لغت تھے۔ آپ کی اکثر نعتوں میں زیارتِ روضۂ پاک کے متعلق اشتیاق و دید کے جذبات کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ آپ نے سفرِ حج اختیار کیا تو وصیت و دعا کی کہ آپ کی آخری آرامگاہ محبوبِ خالق و مالک صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین ہے چنانچہ شہیدی کی طرح اس عاشقِ رسولؐ کی دعا بھی مقبول ہوئی اور راستے ہی میں ۱۴ اگست ۱۸۹۰ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وفات سے دو گھنٹے قبل فرمایا کہ میری نعش کو مدینہ شریف لے کر جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ اس طرح آپ کی یہ دلی آرزو پوری ہوئی کہ حجاز جاؤں تو واپس نہ آؤں۔ آپ کے آخری "دیوان وصالِ سرور"● میں ایک نعتیہ غزل کا عنوان "در اظہارِ زیارت حرمین الشریفین" ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے متعدد نعتیں لکھ رکھی تھیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے سامنے پڑھنا چاہتے تھے مگر قدرت نے اتنی مہلت ہی نہ دی۔ اُنہوں نے زیارتِ روضۂ اطہر کے متعلق ایک قطعۂ تاریخ کہا تھا اور خیال تھا کہ روضہ کے سامنے کھڑے ہو کر اسے پڑھیں گے لیکن یہی قطعہ آپ کی تاریخِ وفات بن گیا۔

ابھی سرور نے کی ہے سرورِ عالم کی پابوسی°
۱۳۰۷ھ

● مصنف "تذکرہ "خزینۃ الاصفیا"
● مفتی صاحب کے دیوان "کلیاتِ سرورِ نعتیہ" میں پونے چار سو اردو نعتیں ہیں "دیوانِ وصالِ سرور" کا سارا کلام بھی اس میں شامل ہے۔ یہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے چھپا۔ "دیوانِ وصالِ سرور" فیروز پور سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ دیوان "نعتِ سروری" مطبع منشی نولکشور، کانپور سے چھپا جس میں ڈیڑھ سو زاید نعتیں ہیں۔
° تاریخِ وفات ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ ہے ——— ایڈیٹر

شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا تو بیشتر کلام نعت پر مشتمل ہے۔ اس کی شاعری کا آغاز "ہمالہ" سے ہوا اور اس کی تان اشرف البلاد یعنی مدینۃ النبی ﷺ تک سنائی دی۔ ایک نظم میں دیارِ حبیبؐ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰ ﷺ
دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر کے سوا
آہ طیبہ! دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو

آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ روضۂ اطہر کی زیارت کریں۔ علامہ کا دلِ حزیں یادِ محبوبؐ میں بے قرار رہتا تھا۔ آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حالِ دل سنانے کی خواہش چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ ایک اضطراری اور ہیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو دیارِ حبیبؐ اور روضۂ اطہر کی زیارت نصیب ہو۔ اس لیے کہ مقصودِ سفر یہی ہے۔ جذبات کا ایک سیلاب ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے۔ کعبہ سے مفارقت کا کچھ زیادہ خیال نہیں، بس ایک دُھن ہے کہ غبارِ راہ بن کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک تک رسائی ہو۔ دل میں ذوق و شوق ہے لیکن محبوبؐ پاک کا سامنا کرنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ اسی شدتِ احساس میں خدا سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجۂ ما را
حسابِ من ز چشمِ اُو نہاں گیر

"شفاخانۂ حجاز" میں یہ عاشقِ رسول عمرِ خضرؑ کے بجائے سرزمینِ حجاز میں موت کا طلب گار ہے:

اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں



حافظ شاہ وارث علی قدس سرہٗ ایک صوفیؒ باصفا اور تاجدارِ فقر و غنا تھے۔ آپ کے نام کی نسبت سے آپ کی اولاد وارثی کہلاتی ہے۔ یہ خانوادہ اپنے جدِ امجد کے طفیل حمد و نعت اور محبتِ اہلِ بیت کا نقیب بن چکا ہے۔ شاعری کے میدان میں ان کا رہوارِ قلم یوں سبک رو ہے جیسے یہ راستہ ان کا دیکھا بھالا ہے۔ بیدم وارثی اور اکبر وارثی کی نعتیہ اور صوفیانہ شاعری اہلِ دل کے لیے سرمایۂ حیات ہے۔ بیدم وارثی کی ایک نعتیہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کیا پوچھتے ہو گرمیٔ بازارِ مصطفیٰ ﷺ — خود بک رہے ہیں آکے خریدارِ مصطفیٰ ﷺ
دل ہے مرا خزینۂ اسرارِ مصطفیٰ ﷺ — آنکھیں ہیں دونوں روزنِ دیوارِ مصطفیٰ ﷺ
پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ — اور لُٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

سر کٹ جائے ہاں مقتل میں — تیغِ قاتل سے ہوں گے راز و نیاز
کاش پہنچا دے کوئی طیبہ تک — سجدۂ شوق اور سلامِ نیاز
قدمِ مصطفیٰ کی برکت سے — آسماں بن گئی زمینِ حجاز
مٹنے والے تھے مٹ گئے تم پر — یہی انجام ہے، یہی آغاز

حسرت موہانی رئیس المتغزلین کہلائے اور غزل کی گرتی ہوئی ساکھ کو انہوں نے ازسرِنو شریف صنفِ سخن کا مرتبہ عطا کیا۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ حسرت کی غزلوں میں نعتیہ آہنگ بھرپور اور غالب ہے۔ حسرت کی بیشتر غزلیں ایسی ہیں کہ نعت کے ایک آدھ شعر سے خالی نہیں۔ دراصل حسرت کو فنا فی الرسولؐ کا درجہ حاصل تھا۔ اور حضورؐ سے اسی قلبی لگاؤ نے آپ کو بہت سے بکھیڑوں سے نجات دلوا دی تھی۔ سیاست کے خار زار میں دامنِ دل کو سلامت رکھنا قریباً ناممکن ہے لیکن جس کے مسلک میں لالچ حرص اور خود غرضی کا شائبہ تک نہ ہو، اسے کیا چیز حق بات کہنے سے روک سکتی ہے۔ حسرت نے گدائے درِ رسولؐ بن کر فقیری میں بادشاہی کے مزے لوٹے۔

حسرت کے دل میں دیارِ رسول کی زیارت کی ایسی تڑپ تھی کہ گیارہ بار فریضۂ حج ادا کیا اور بارہ دفعہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کی سعادت

حاصل کی۔ آپ کے کلام میں زیارتِ مدینہ کا جو ذوق و شوق پایا جاتا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے گویا برسوں کا بیمار مسیحا کے دیس میں آگیا۔ اس ضمن میں عشق کی بے تابیاں اور والہانہ سرمستیاں قابلِ دید ہیں۔ کبھی وہ گنبدِ خضرا کی جھلک دیکھ کر مچلنے لگتے ہیں اور شہرِ محبت کی ہوائیں انہیں پیغامِ محبوب سنا سنا کر اضطراب میں ڈالتی ہیں، کبھی شوقِ طواف پھیرے لگاتا ہے اور ان کی چشمِ تصور کو پر لگ جاتے ہیں۔ رفیقانِ سفر باتیں چھیڑتے ہیں تو یہ بیت النبیؐ کے علاوہ کچھ اور سننا نہیں چاہتے۔ غرضیکہ وہ کیفیتِ قلبی کا اظہار طرح طرح سے کرتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

ان کی اس بندہ پروری کے نثار      ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نصیب
لو مدینے کو پھر چلے حسرتؔ      دیدنی ہے یہ ماجرائے غریب

نہ مرنے کی باتیں نہ جینے کی باتیں
کرو ہمصفیرو مدینے کی باتیں

پھر قریب آگیا دیارِ حبیبؐ      پھر بڑھی دل کی ناشکیبائی
زاہدوں میں ہے جرمِ حبِّ رسولؐ      دور پہنچی ہے میری رسوائی

حمید صدیقی لکھنوی زائرِ حرم سے ملقب تھے۔ انہیں خاکِ مدینہ کا ایک ایک ذرّہ جان عزیز سے زیادہ عزیز تھا۔ زیارتِ روضۂ رسولؐ کا شوق ہر وقت تصور میں رہتا۔ چنانچہ اس طلبِ صادق کی وجہ سے متعدد بار حرمِ نبوی کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔۔۔ وہ "گلبانگِ حرم•" کے دیباچہ میں اپنی قلبی کیفیت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اب مجھے سوائے ذکرِ حبیبؐ اور دیارِ رسولؐ اور کوئی صنفِ شاعری محبوب نہیں۔ میں اس رنگ میں ایسا کھو گیا ہوں کہ یادِ مدینہ و رسولِ اکرم (فداہ

---

• "گلبانگِ حرم" کے نامی پریس لکھنؤ اور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کے چھپے ہوئے دو نسخے میری نظر سے گزرے ہیں۔ کتاب میں ۱۳۳ نعتیں، ۵ مناقب، ۲۰ نظمیں اور ۲۰ غزلیں ہیں ——— ایڈیٹر



اُمّی و اُمّی) کے علاوہ کوئی اور تذکرہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ دیارِ حبیبؐ کا تصور، وہاں کے مناظر اور وہی لیل و نہار، اشغال و اذکار، دل و دماغ میں اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی باتیں اور دیکھتا ہوں تو وہیں کے مناظر، سنتا ہوں تو وہیں کے نغمے اور خیال آتا ہے تو اسی فضائے پاک کا۔ دیوانہ را ہوائے بس است۔ اس لیے اک ذرا سا اشارہ اور ایک معمولی سی تحریک مجھ کو اسی عالم میں پہنچا دیتی ہے جو میرا منتہائے نقطۂ نظر ہے اور وہی کیفیات اشعار کا جامہ پہن کر میرے دل جذبات کی ترجمانی کرتی رہتی ہیں"

دل جانبِ مدینہ ہے رُخ جانبِ حرم
اب انتہائے کشمکشِ دل نہ پوچھئے

معراجِ شوق ہو گئی حاصل مجھے حمیدؔ
اب مجھ سے میری زیست کا حاصل نہ پوچھئے

الفراق اے دردِ عصیاں الفراق      ہم حضورِ شافعِ محشر چلے

حمید صدیقی نے منظر نگاری، واقعہ نگاری اور محاکات کے ایسے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں کہ یہ شرابِ دیدہ دو آتشہ بن جاتی ہے:

وہ نظر آئی مدینہ کی زمیں      چھا رہا ہے دیکھ وہ رنگیں غبار
ڈھونڈتی تھی گنبدِ خضرا کو تو      دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار
وہ پہاڑوں کا تسلسل دل فروز      چل رہی ہے جیسے اونٹوں کی قطار
دل ہوا جاتا ہے اپنا باغ باغ      گل کھلاتی ہے مدینہ کی بہار
ذرہ ذرہ نور سے معمور ہے      کیا نظر آتی ہے شانِ کردگار
یہ وہی پاکیزہ کوچے ہیں جہاں      چلتے پھرتے تھے شہِ عالی وقار

حضور سرورِ عالمؐ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ قریب رہ جاتا تو اپنی سواری کو کمالِ شوق سے تیز تر کر دیتے۔ اپنی چادرِ مبارک کو اپنے شانۂ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ ——— "یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں" صحابہ کرامؓ میں سے جو کوئی بھی

گردو غبار کی وجہ سے اپنا منہ بند کرتا تو آپؐ منع فرماتے کہ "مدینہ کی خاک میں شفا ہے۔"

(جذب القلوب)

اس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے　　یہ وہ محاذ ہے کہ مجھے جس پہ ناز ہے
جو لب پہ آگیا، وہ تھا اک اضطرارِ شوق　　جو دل میں رہ گیا، وہ محبت کا راز ہے

حمید صدیقی کو اپنے جذبۂ صادق کے سبب بقول جگر مرادآبادی وہ مقام حاصل ہوچکا تھا کہ "اب اُن کی حاضری بھی حاضری تھی اور غیر حاضری بھی حاضری بن چکی تھی۔"

سنتا ہوں آواز انھی کی　　کوئی صدا دے کوئی پکارے

حاصل کلام یہ ہے کہ جس شہر کے بارے میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بارگاہِ رب العزت میں یوں دعا فرمائی ہو، اس شہر کا ہر ذرّہ ہر صاحبِ ایمان کو دیوتا کیوں نہ دکھائی دے۔

"اے پروردگار! ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے بندے تھے۔ اُنھوں نے تجھ سے مکّہ کے لیے عرض کیا تھا۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ جس طرح اُنھوں نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اسی طرح میں مدینہ کے لیے برکتوں کی دعا کرتا ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتوں کا مخزن ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ کا دنیا کے تمام خطوں سے اشرف ہونا اور مسلمانوں کے لیے ہر مقام سے زیادہ محبوب ہونا اور وہاں کی خاک اور گلیوں سے پیار ہونا ایک مسلمان کے خلوص و ایمان کی نشانی ہے۔ چنانچہ مدینۃ الرسولؐ سے اسی محبت و اُلفت کو شعرائے نامدار نے موضوعِ سخن بنایا ہے۔







زائر ہیں رواں شام و سحر سُوئے مدینہ
اے کاش، ہو اپنا بھی سفر سُوئے مدینہ
سر سُوئے حرم، دل ہے مگر سُوئے مدینہ
سجدے ہیں بالفاظِ دگر سُوئے مدینہ
اتنی تو ہو وارفتگیِ شوق نظر را
ہر وقت ہو بے تاب نظر سوئے مدینہ
اٹھ اور نئے انداز سے اٹھ، میں ترے صدقے
لے چل مجھے اے دردِ جگر سوئے مدینہ
ذرّاتِ مدینہ کی کشش دیکھ رہا ہوں
جاری ہے ستاروں کا سفر سوئے مدینہ
ہر ذرّہ ہمہ طُور، ہمہ برقِ تجلّی
با چشمِ کلیمانہ نگر سوئے مدینہ
کب دیکھیے سرکار سے آتا ہے بُلاوا
دن رات ہے اخترؔ کی نظر سوئے مدینہ

—— علامہ اختر الحامدی



ہے جانِ نگاراں نگارِ مدینہ
ہے روحِ بہاراں بہارِ مدینہ

اُسی سمت ہے قبلۂ اہلِ ایماں
جدھر ہے نگاہِ نگارِ مدینہ

گلِ سدرہ و میوۂ شاخِ طوبیٰ
ہیں پروردۂ جوئبارِ مدینہ

چمکتا ہے کیا رشکِ صد طور بن کر
ہر اک ذرّۂ رہگزارِ مدینہ

بنالوں اسے غازۂ روئے ایماں
جو مل جائے گرد و غبارِ مدینہ

فروغِ تجلائے حُسنِ ازل سے
درخشاں ہے روئے نگارِ مدینہ

فضا خلد کی بھی حسیں ہے ولیکن
کہاں رنگ و بُوئے بہارِ مدینہ

تصرف میں جس کے قضا و قدر ہیں
وہ ہے صاحبِ اختیارِ مدینہ

زمانہ حرم پہ ہوا فیضؔ قرباں
حرم ہو رہا ہے نثارِ مدینہ

—— صاحبزادہ سید فیضؔ الحسن شاہ

# معنیٔ محبت اور حدودِ نیت

## مسجدِ نبوی کی تعمیر میں ترکوں کا حسنِ عمل

حسان محی الدین جمجوم

پہلے پہل برسوں تک تو ترکوں کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسجد نبوی ؐ کی تعمیر کریں۔ ان کے نزدیک یہ ایک کائناتی اور انسانی حدود سے ماورا طاقتوں کے بس کا عمل تھا اور وہ محض انسان تھے۔ مگر جب انسان سچی محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے باہر قدم دھرنے کی ہمت بھی پا جاتا ہے۔ سو اپنی محبت کی سچائی کے سہارے انہوں نے یہ کام شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ ترکوں نے اپنی وسیع سلطنت اور پھر پورے عالم اسلام میں اپنے اس ارادے کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اس حتمی کام کے واسطے ان کو عمارت سازی اور اس سے متعلقہ علوم اور فنون کے ماہرین درکار ہیں۔ یہ سُننا تھا کہ ہندوستان، افغانستان، چین، وسطی ایشیا، ایران، عراق، شام، مصر، یونان، شمالی اور وسطی افریقہ کے اسلامی خطّوں اور نہ جانے عالم اسلام کے کس کس کونے اور کس کس چپّے سے نقشہ نویس، معمار، سنگ تراش، بنیادیں زمین کی زندہ رگوں تک اُتارنے کے ماہر، چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے کے ہُنر مند، خطاط، پچّہ کار، شیشہ گر اور شیشہ ساز، کیمیاگر، رنگ ساز اور رنگ شناس ماہرین فلکیات، ہواؤں کے رُخ پر عمارتوں کی دھار کو بٹھانے کے ہُنر منداور نہ جانے کن کن عیاں اور کیسے کیسے پوشیدہ علوم کے ماہرین، اساتذہ، پیشہ ور اور ہُنر مند

نے دُنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں اپنے اہل وعیال کو سمیٹا اور اس ازل بلاوے پر قسطنطنیہ کی جانب روانہ ہو گئے، کہیں بے حد دُور، ایک چٹیل ریگستان میں جنّت کی کیاری کے کنارے، ان کے رسولؐ کی قیام گاہ پر تعمیر ہونی تھی اور وہ اور ان کے ہُنر اب ہر طرح اس کام کے واسطے وقف تھے۔

ترکوں کو اس والہانہ کیفیت کی ایک حد تک امید تھی، مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس اجتماعی بے اختیاری اور مکمل اطاعت پر ان تک کو تعجب ضرور ہوا تھا۔ بہرکیف ان کی تیاریاں بھی مکمل تھیں۔ عثمانی حکومت کی تقریباً ہر شاخ، اعلان سے پہلے ہی حرکت میں آ چکی تھی اور حکومت کے اہل کار اپنی حدود میں اور سفیر دوسرے اسلامی ممالک میں اس انداز اور ارادے کے تمام لوگوں کی اعانت کے واسطے تیار تھے۔ ان اہل کاروں اور سفیروں کو یہ احکامات تھے کہ وہ ان تمام ماہرین اور ان کے ہمراہ ان کے اہل وعیال کو، اگر وہ چاہیں، تو قسطنطنیہ تک کے راستے میں ہر طرح کی سہولت فراہم کریں۔ ادھر سُلطانِ وقت کے حُکم سے قسطنطنیہ سے چند فرسنگ باہر میدانوں میں ایک خود کفیل اور کُشادہ بستی تیار ہو چکی تھی۔ سو پھر جب ان یکتائے روزگار لوگوں کے قافلے پہنچنے شروع ہُوئے، تو ان کو ان کے روزگار کے اعتبار سے اس نئی بستی کے الگ الگ محلّوں میں بسایا جانے لگا اور حکومت مکمّل طور پر ان کی کفیل ہوئی۔

اس عمل میں کوئی پندرہ برس گُزر گئے، مگر اب یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ اس بستی میں اپنے وقتوں کے عظیم ترین فنکار جمع ہو چُکے ہیں۔ اب خود سُلطانِ وقت اس نئی بستی میں گیا اور اس نے خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کر کے منصُوبے کا اگلا حصّہ ان کے سامنے رکھا۔ منصُوبے کا اگلا حصّہ اس طرح تھا۔ ہر ہُنر مند اپنے سب سے ہونہار بچّے یا بچوّں (اولاد نہ ہونے کی صُورت میں ہونہار ترین شاگرد) کا انتخاب کرے اور اس بچّے کے جوان ہو کر پُختہ عمر تک پہنچنے تک اس کے بدن اور ذہن میں اپنا مکمّل فن منتقل کر دے۔ ادھر حکُومت کا ذمّہ تھا کہ وہ اس



دوران اس اندازے کے اتالیق مقرر کرے کہ وہ ہر بچّے کو پہلے قرآن کریم پڑھائیں اور پھر قرآن حفظ کروائیں۔ ساتھ ساتھ بچّہ شہ سواری بھی سیکھے۔ اس تمام تعلیم، تربیت اور تیاری کے واسطے پچیس برس کا عرصہ مقرّر کیا گیا۔

اس منصُوبے پر ہر ایک نے لبّیک کہا اور صبر، محنت، محبّت اور حیرت کا یہ بالکل انوکھا عمل شروع ہُوا۔

چنانچہ پچیس برس بیت گئے اور ان انوکھے ہُنر مندوں کی ایک نئی اور خالص نسل نشوونما پا کر تیار ہو گئی۔ یہ تیس سے چالیس برس عمر کے مخصُوص اور نیک اطوار نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت تھی کہ جو محض اپنے اپنے آبائی اور خاندانی فنوُن ہی میں یکتا اور عنقا نہیں تھے، بلکہ اس جماعت کا ہر فرد حافظِ قرآن اور فعّال مسلمان ہونے کے علاوہ ایک صحت مند نوجوان اور اچھا شہسوار بھی تھا۔ بچپن کے لمحۂ اوّل سے ان کو علم تھا کہ یہ وہ چیدہ لوگ ہیں کہ جن کو ایک روز کہیں، بے حد دُور، ایک چٹیل ریگستان میں، جنّت کی کیاری کے کنارے اپنے رسُولؐ کی قیام گاہ کے گرد ایک ایسی لافانی عمارت تعمیر کرنی ہے کہ جو آسمان کی جانب اس زمین کا واحد نشان ہو۔

ترکوں کے اعلانِ اوّل سے لے کر اب تک کوئی تیس برس سے زیادہ بیت چُکے تھے، اور مسجدِ نبویؐ کے معمار، جن کی تعداد کوئی پانچ سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے تیار تھے۔ ایک طرف تو ہُنر مندوں کی یہ جماعت تیار ہو رہی تھی اور دوسری طرف ترک حکومت کے اہل کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ایک خاص قرینے کے ساتھ مصروف تھے۔ حکومت کے شعبۂ کان کنی کے ماہرین نے خالص اور عمدہ رنگ و ریشے کے پتھّر کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں کہ جن سے صرف ایک بار پتھّر حاصل کر کے ان کو ہمیشہ کے واسطے بند کر دیا گیا۔ ان کانوں کی جائے وقوع کو اس حد تک صیغۂ راز میں رکھا گیا کہ آج تک کسی کو علم نہیں ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں استعمال ہونے والے پتھّر کہاں سے آتے تھے۔ بالکل نئے اور ان چھُوئے جنگل دریافت کیے گئے اور ان کو کاٹ کر ان کی لکڑی کو بیس برس تک حجاز کی آب و ہوا میں آسمان

تلے موسمایا گیا۔ رنگ سازوں نے عالمِ اسلام میں اُگنے والے درختوں اور خاکی و آبی پودوں سے طرح طرح کے رنگ حاصل کیے اور شیشہ گروں نے شیشہ بنانے کے واسطے حجاز ہی کی ریت استعمال کی۔ پچہ کاری کے قلم ایران سے بن کر آئے، جب کہ خطاطی کے واسطے نیزے دریائے جمنا اور دریائے نیل کے پانیوں کے کنارے اُگائے گئے۔ غرض یہ کہ جب تک ان ہنرمندوں کی جماعت تیار ہوئی، ان ہی کے بزرگوں کی خاص طور پر تیار کردہ ٹولیوں نے عمارتی سامان بھی فراہم کر لیا۔ یہ سارا عمارتی سامان بمع ہُنرمندوں کی جماعت کے نہایت ہی احتیاط سے پہلے خشکی، پھر سمندر اور پھر خشکی کے راستے حجاز کی سرزمین تک پہنچا دیا گیا کہ جہاں مدینے سے چار فرسنگ دُور ایک نئی بستی اس تمام سامان کو رکھنے اور ہُنرمندوں کے تعمیر کے دوران رہنے سہنے کے واسطے پہلے ہی تیار ہو چکی تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تعمیر مدینے میں ہونی تھی، تو پھر ساز و سامان مدینے ہی میں رکھا جاتا۔ آخر یہ چار فرسنگ (بارہ میل) دُور کیوں؟ اس کی وجہ تُرک یہ بتاتے ہیں کہ آخر ایک بہت بڑی عمارت تیار ہونی تھی کہ جس کے واسطے مختلف جسامت کے ہزاروں پتھر کاٹے جانے تھے، بڑے بڑے مچان ٹھوک ٹھاک کر تیار ہونے تھے، اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے ضروری عمارتی عمل ہونے تھے کہ جن میں شور کا بے حد امکان تھا، جبکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ عمارت کی تعمیر کے دوران مدینے میں ذرّہ برابر بھی کوئی شور نہ ہو اور جس فضا نے ہمارے رسولؐ کی آنکھیں دیکھیں اور آواز سُنی ہوئی تھی، وہ اپنی حیا، سکون اور وقار قائم رکھے۔

سو ہر ایسا کام کہ جس میں ذرا بھی شور کا امکان تھا، مدینے سے چار فرسنگ کے فاصلے پہ ہوا اور پھر ہر چیز کو ضرورت کے مطابق مدینے لے آیا گیا۔ ایک ایک پتھر پہلے وہیں کاٹا گیا اور پھر مدینے لا کر نصب کیا گیا۔ کبھی ایسا بھی ہُوا کہ چُنائی کے دوران کسی پتھر کی کٹائی ذرا زیادہ ثابت ہوئی یا کوئی مچان یا جنگلا چھوٹا یا بڑا پڑا، تو اس کو عجلت میں ٹھوک بجا کر وہیں رسولؐ کے سرہانے ٹھیک نہ کیا گیا، بلکہ چار فرسنگ دُور



کی بستی لے جا کر اور دُرست کر کے دوبارہ مدینے لایا گیا۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اُس دُور میں ذرائع مواصلات کیا تھے۔ بھاری بوجھ نہایت سُست رفتاری اور صبر سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا اور انسانی نقل و حمل کے واسطے سب سے تیز رفتار سواری گھوڑے کے علاوہ کوئی اور نہ تھی۔

سو جبکہ سارا عمارتی سامان اپنی خام شکل میں مدینے کے مضافات والی بستی میں پہنچ گیا اور پھر پانچ سو کے لگ بھگ ہُنرمندوں کی جماعت نے بھی اسی بستی میں آن کر سکونت پالی، تو سب کچھ اب اس جماعت کے سُپرد کر دیا گیا۔ اپنے فنون کے استعمال اور اپنے تخلیقی عمل میں یہ فنکار و ہُنرمند بالکل آزاد تھے۔ صرف دو احکامات ان کو دیے گئے۔ اوّل یہ کہ تعمیر کے لمحۂ اوّل سے لے کر لمحۂ تکمیل تک اس جماعت کا ہر ہُنرمند اپنے کام کے دوران باوضو رہے اور دوم یہ کہ اس دوران وہ ہر لمحہ تلاوتِ قرآن جاری رکھے۔

سو باوضو حافظِ قرآن ہُنرمندوں کی یہ جماعت پُورے پندرہ برس تک مسجدِ نبویؐ کی تعمیر میں مصروف رہی اور پھر ایک صُبح آئی کہ مسجدِ نبویؐ کے طلائی نشان کی چوٹی سے فجر کی اذان نے، زمین سے نہایت ہی بھروسے اور ایمان سے اُگی اس عمارت کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔ اب خلا محفوظ بھی تھا اور آزاد بھی۔

یہ عمارت کیسی ہے، کیا ہے، کہاں ہے اور کہاں لے جاتی ہے؟ اس کے بارے میں تو الگ کتاب لکھوں گا۔ یہاں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ عمارت اس جہان میں ہوتے ہوئے بھی اس جہان میں نہیں ہے۔ اپنے آپ میں قائم رہ کر اس عمارت کو تو دیکھو تو یہ کہیں اور ہے۔ اب آپ سے باہر قدم دھر کے اس کو دیکھو تو یہ کہیں اور، اور ہم کچھ اور ہیں۔ پتھر، خلا، ہوا، آواز، لحن، نیّت، ایمان اور نُور نے مل کر صبر کی ایک نئی بُنت کی ہے۔ متوازی اوقات اگر رنگ برنگ کے دھاگے ہیں تو ان کی بُنت میں بے رنگ کا دھاگہ اس عمارت کا نُور ہے جو کہ اس بنت کو محض معنی ہی نہیں دیتا،

بلکہ اوقات کا ایک دوسرے سے ایک جائز اور مخفی رابطہ بن کر اوقات کو ایک مرکز بھی فراہم کرتا ہے اور اوقات کے اس مرکز سے ہم کو اپنے رسولؐ کی آواز یوں آتی ہے کہ جیسے خلا محفوظ بھی ہو اور آزاد بھی، اگر جیسے آواز پرندہ بھی ہو اور لہو بھی کہ اندھیرے میدانوں میں کبھی نُور کا شجر اُگے تو کبھی نُور کی وادیوں میں اندھیرا خود ایک شجر ہو کہ جیسے نُور محض نُور ہی نہ ہو، بلکہ نُور کا منبع بھی ہو۔ سو جب ریاض الجنّۃ میں اس خلا کے خم پر اپنے رسولؐ کے سرہانے بیٹھو تو کشف ہوتا ہے کہ آخر محبّت کے کیا معنی ہیں اور نیّت کی کیا حدود، اور پھر وہ بے نام ہُنرمند یاد آتے ہیں کہ جن کو اپنے ہُنر سے اِس واسطے محبّت تھی کہ وہ ان کے رسولؐ کے واسطے تھا کہ جنھوں نے اس چٹیل میدان میں اس جنّت کی کیاری کے کنارے اپنے رسولؐ کی قیام گاہ کی حیا، سکون اور حیرت کو قائم رکھتے ہوئے اس عمارت کو اس خلا کے خم پر تعمیر کیا تھا کہ آج اس عمارت میں محض ان کا ہُنر ہی نہیں، بلکہ ان کے ہُنر کا غیب بھی محفوظ ہے، اور پھر تُرکوں کے واسطے دُعا ہمارے پور پور سے بلند ہوتی ہے



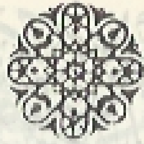
ہے ذرہ ذرہ متاعِ نظر مدینے میں
کہ بس رہے ہیں شہِ بحر و بر مدینے میں

شمار جس کا رہا بوریا نشینوں میں
ہُوا ہے ایسا بھی اک تاجور مدینے میں

حضورِ شاہ میں میرا سلام بھی کہنا
صبا ہو تیرا کہیں جو گزر مدینے میں

——— سیّد علی اکبر سلیم





مرے افکار کو نُدرت ملی ہے شہرِ طیبہ سے
مجھے یہ دولتِ مدحت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

کسی شے کی کمی آئی نہیں میرے مقدّر میں
مجھے ہر خوبیِ قسمت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

ہمیشہ دیکھتا ہوں میں یہاں جو اہلِ جنّت کو
کہیں تو سرحدِ جنّت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

درِ سرکارِ رحمت پر رسائی ہوگئی میری
مجھے ہر نصرتِ رحمت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

مری اس بات کی تکلیف ہے کچھ "حق پرستوں" کو
مجھے تکلیف میں راحت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

چمک ہے خاکِ طیبہ کی جبینِ ماہ و پرویں پر
گلوں کو نکہت و نزہت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

مری پہچان ہے جو ہادیِ کونین کی مدحت
مجھے یہ عزّتِ نسبت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

مرے اشکوں کی پروا ہی کہاں دامانِ عالم کو
اِرم بس دولتِ شفقت ملی ہے شہرِ طیبہ سے

——— اِرم حسانی

# ذکرِ مدینۃ الرسول ﷺ

سرچشمۂ توحید ہے یہ شہرِ مقدس
یکتا نظر آتی ہیں دنیا سے مدینہ (دلؔ شاہجہانپوری)

یہ حاملِ اقدام ہے، وہ حاملِ نعلین
کیوں عرش سے رُتبے میں نہ بڑھ جائے مدینہ (محمد مظفر الدین معلّیؔ)

جنّت کا کبھی نام زباں پر نہیں لاتے
ہیں فضلِ خدا سے جو مقیمانِ مدینہ (حافظؔ وندیر رامپوری)

پیمبرؐ کے نقشِ قدم کی بدولت
حقیقت نما ہے دیارِ مدینہ (انجمؔ وزیر آبادی)

ہر اک آئے، کعبے میں مانگے خدا سے
جو مانگا ہے، وہ لینے جائے مدینہ (بیدلؔ فاروقی)

وہ مولدِ سرکارؐ ہے، یہ مسکنِ سرکارؐ
مکّہ ہے مکرّم تو معظّم ہے مدینہ (کاشفؔ اندوری)

نہ آئیں جا کے وہاں سے یہی تمنّا ہے
مدینہ لا کے، نہ لائے خدا مدینے سے (سیمابؔ اکبر آبادی)

جُز نعت کے نکلے نہ کوئی لفظ بھی منہ سے
سب مجھ کو کہیں بُلبلِ بُستانِ مدینہ (بیکسؔ بھیاروی)





# زیارتِ مدینۃ النبی ﷺ

حافظ لدھیانوی

## مدینہ اور حُسنِ مدینہ

اس مقدس بستی کو دیکھنے کی حسرت میں ان گنت لوگ اشک بہاتے ہیں۔ اس کی یاد نے سینوں کو آباد رکھا ہے۔ اس دربارِ مقدس پر زمانے بھر کے شہنشاہ بھیک کے لیے جھولیاں پھیلاتے ہیں۔ چاند اس روضۂ منوّر سے نور کی خیرات مانگتا ہے۔ حرمِ پاک کی خاک فرشتوں کے چہروں کا غازہ ہے۔ کائنات کا جمال اُس کی تجلیات کا صدقہ ہے۔

آئینۂ جمال ہے صورت حق نما تری
پھیلی ہے کائنات میں چار طرف ضیا تری
ہے لبِ جبرئیلؑ پر شام و سحر ثنا تری
غازۂ روئے قدسیاں تابشِ خاکِ پا تری
صلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمدٍ

(حافظ مظہر الدین)

تاروں نے حرمِ پاک کے ذرّوں سے چمک پائی۔ گلزاروں کا دامن اس کی خوبی اور رعنائی سے مہک مہک اُٹھا۔ پھولوں کی نکہت، چمن کی شگفتگی میں اسی کا جمال ضیا ریز ہے۔ اِسی وجودِ پاک سے تمام کائنات کی زیبائیاں اور تمام عالم کی حُسن آرائیاں ہیں۔ یہی بستی نزولِ قرآن کی جگہ ہے۔ فرشتوں کا نزول یہیں ہوتا ہے۔ انبیا (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی آرزوؤں کا حاصل یہی مقام ہے۔ اسی روضۂ اطہر پر نثار کرنے کے لیے صبا درود و سلام کے پھول دنیا کے گوشے گوشے سے لاتی ہے۔

مراد یہ ہے کہ روضے پہ ان کو لے جائے
گُلِ درود ہیں سب دامنِ صبا کے لیے

یہی وہ روضۂ اطہر ہے جس پر ستر ہزار فرشتوں کا نزول طلوعِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے، ستر ہزار ملائکہ غروبِ آفتاب کے وقت حاضری دیتے ہیں۔ ملائکہ کو یہ سعادت صرف ایک بار نصیب ہوتی ہے۔ قیامت تک دوسری بار روضۂ اقدس پر حاضری کا شرف نصیب نہیں ہوگا۔ یہ انسان پر خداوندِ کریم کا بے پناہ کرم ہے کہ ہر روز اس مرکزِ نور اور چشمۂ فیض سے جس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں، سیراب ہو سکتا ہے۔

یہی وہ دربار ہے جس کی سخاوت کائنات پر محیط ہے ———

یہی وہ چشمۂ نور ہے جس کے جلووں سے سارا جہاں روشن ہے ———

یہی وہ مہرِ نبوت ہے جس کی کرنوں سے دنیا کے ظلمت کدے منور ہوئے ———

یہی وہ آستانہ ہے جو دلوں کو سُرور، نگاہوں کو کیفیتِ حضوری بخشتا ہے ———

یہی وہ در ہے جہاں منگتوں کی جھولیاں بھری جاتی ہیں ———

یہی وہ مقامِ مقدس ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے مشرف ہے ———

یہی وہ جگہ ہے جو عرش و کرسی سے افضل ہے ———

## آدابِ مسجدِ نبویؐ

مسجدِ نبویؐ میں احترام و عقیدت کے جو انداز دیکھنے میں آتے ہیں، اس مرکزِ محبت کے سوا کہیں اور نہیں دیکھے جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری کے آداب خود متعین فرما دیے۔

فرمایا "اے ایمان دارو! اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال حبط، ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔" (سورۂ حجرات ۲۶ پارہ)

حرمِ نبویؐ میں مجلسِ نبویؐ میں آداب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ تمام نیکیاں برباد ہو جانے کا خطرہ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے گھر میں زائرین کے لیے کسی پابندی کا ذکر نہیں کیا۔ وہاں وسائل جس طرح اپنے رب کو پکارے، جس انداز میں چاہے التجا کرے، اونچی صدا لگائے، آنسو بہائے، آہیں بھرے۔ وہاں کوئی پابندی نہیں۔ وہ رب اور بندے کا معاملہ ہے جو مالکِ کائنات ہے جو حاجت روا ہے جو رزاق ہے جو ستار العیوب ہے۔ بیت اللہ میں جگہ جگہ آپ کو آہ و زاری میں لپٹے ہوئے انسان دکھائی دیں گے۔ ملتزم سے سینہ چمٹائے انسان آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر اشکوں کے نذرانے پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔

حرمِ نبویؐ میں بھی التجائیں ہوتی ہیں، آنسو بہتے ہیں، مگر ضبط کا عالم یہ ہوتا ہے کہ آہ و بُکا ان کے حلقۂ جسم سے لپٹ کر رہ جاتی ہے۔ ہر لحظہ خیال دامن گیر رہتا ہے کہ آواز اونچی نہ ہو جائے، تیز قدم نہ اُٹھے، نگاہ آداب کے سانچے میں ڈھلی رہے۔

سنا ہے کہ ترکوں نے جب مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کی، روضۂ اطہر سے دور پتھروں کی تراش خراش ہوتی تھی تاکہ قربِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں شور نہ ہو اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔ تعمیر کے دوران ہر لحظہ آدابِ حرم کو پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھا جاتا تھا۔ اس کی تعمیر کرنے والے زُہد کے پیکر، خشیتِ الٰہی کے نمونے اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی ترکوں کی تعمیر شدہ عمارت میں خلوص کا رنگ، محبت کے انداز اور عقیدت کا حُسن جھلکتا نظر آتا ہے۔ انقلاباتِ زمانہ کے باوصف اس کی رعنائی اور دلکشی میں فرق نہیں آیا، شکست و ریخت کا کوئی مرحلہ اس مقدس عمارت نے نہیں دیکھا۔ انجینئروں کے قول کے مطابق اس عمارت کو مزید پانچ سو برس تک کوئی خطرہ نہیں۔ جگہ جگہ قرآنی آیات کی خطاطی زائرین کی توجہ کا مرکز بنتی ہے۔ محرابوں کے اندر خوش نما رنگوں میں خطاطی کی گئی ہے۔

روایت ہے کہ جب حرمِ نبوی کی تعمیر ہو گئی تو عثمانی خلیفہ عبدالمجید ننگے پاؤں سٹیشن سے چل کر دربارِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس کا لباس اشکوں سے بھیگا ہوا تھا وہ قدم قدم پہ یہ کہہ رہا تھا کہ حضور مجھے معاف فرما دیجئے میں تعمیر کا حق ادا نہ کر سکا۔ تعمیر کے دوران اگر کوئی لغزش، کوئی بے ادبی ہو گئی ہو تو درگزر فرمائیے۔

آج بھی حرمین شریفین میں ترک انتہائی ادب و احترام سے حاضر ہوتے ہیں۔
خدامِ حرمین شریفین رہنے کی وجہ سے آدابِ حرمین ان کے خون میں رچ بس گیا ہے۔
وہ اس مقام کی حاضری کے آداب اور اس کی نزاکتوں سے واقف ہیں۔ ان کے انداز، ان کے احترام سے ادب کے سلیقے جھلکے پڑتے ہیں۔

حرمِ نبوی میں ہر شخص عجز کا پیکر، انکساری کا پتلا اور نیازمندی کا سراپا نظر آتا ہے۔ اہلِ نظر اور اہلِ مقام تو قدم سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں۔ وہ مقام آشنا جانتے ہیں کہ یہ حریم ناز ہے۔ آرام گاہ سید خیر البشرؐ ہے۔ یہ دربار محبوب ربّ العالمین ہے۔ یہاں سب امتیازی نشانات مٹ جاتے ہیں۔ اس در سے نخوت خاک بسر ہو کر داخل ہوتی ہے۔ تکبر عجز کا مظہر بن جاتا ہے۔ غرور عاجزی کا لباس اوڑھ لیتا ہے شہنشاہیت غلامی میں بدل جاتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی حالت سے باخبر ہوتے ہیں۔ وہ بہتے ہوئے آنسوؤں، حیرت زدہ آنکھوں، خاموش نگاہوں، پکارتی صداؤں کو نوازتے ہیں۔ ہر ایک کو اس کے ظرف، اس کی طلب، اس کے صدقِ نیت کے مطابق بھیک ملتی ہے۔

کون کس منزلِ اُلفت کا ہے راہی حافظ
سب کی حالت کو حبیبؐ دوسرا دیکھتے ہیں (حافظ لدھیانوی)

ان کو اپنے غلاموں، اپنے در کے بھکاریوں، اپنے آستانے کے فقیروں، اپنے دربار کے سائلوں کی خبر ہوتی ہے کہ کون کتنے آداب ملحوظ رکھتا ہے، کون کس محبت کی نگاہ سے روضۂ اطہر کو دیکھتا ہے۔ کون دل کی دھڑکنوں کے نذرانے پیش کرتا ہے۔

جب نظر اُٹھتی ہے سرکارؐ کے روضے کی طرف
دیر تک دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے (حافظ لدھیانوی)

گنبدِ خضرا حضور ختمی مرتبت کے مزارِ مقدس پر ہالۂ نور ہے۔ یہ ملائکہ کے نزول کا مقام ہے، اس پر ہر لحظہ نور کی کرنوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس کی دید سے رقت اور سوز کی دولت میسر آتی ہے۔ اشکِ ندامت جاری ہو جاتے ہیں، آقائے نامدارؐ کے حضور حاضری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ الحمدللہ بارہا اس منظر کیا، اس حُسنِ یگانہ، اس مرکزِ نور کے مزے لوٹے، نگاہوں کا میل دُھل گیا، دل لطیف خوشبو سے مہک اُٹھا، ذہن کی تاریکیاں اُجالوں میں بدل گئیں۔

پھروں اپنے دل میں بسائے مدینہ
مجھے راس آئی ہوائے مدینہ
مدینے کی تعریف کیسے کروں میں
محمدؐ کے جلوے دکھائے مدینہ
——— محبت خان بنگش (کوہاٹ)

---

مخزنِ حق و صداقت ہے مدینہ آپؐ کا
قدرتِ حق کی کرامت ہے مدینہ آپؐ کا
مرکزِ پرکارِ ہستی، محورِ نورانیاں
منبعِ حُسن و لطافت ہے مدینہ آپؐ کا
قبلۂ حاجاتِ کُل ہے، کعبۂ قُدسیاں
معدنِ جود و عنایت ہے مدینہ آپؐ کا
مہبطِ انوارِ ربّی، مصدرِ اسرارِ دیں
مشعلِ راہِ ہدایت ہے مدینہ آپؐ کا
عبدالغفور ساجد (ضلع فیصل آباد)

---

# نعت

ہے فخرِ رسل انجمن آرائے مدینہ
مولائے جہاں ہے مرا مولائے مدینہ

زاہد کو ہوائے چمنِ خلد مبارک
ہم جان سے رکھتے ہیں تمنائے مدینہ

آنکھوں میں کھنچے عالمِ لاہوت کا نقشہ
دل سے جو کوئی دیکھے تماشائے مدینہ

اے اہلِ نظر غور سے دیکھو تو ذرا تم
تصویر کا عالم ہے سراپائے مدینہ

ہے طائرِ سدرہ بھی ہوا خواہ ہمارا
جس روز سے ہم ہوگئے شیدائے مدینہ

کیا آنکھ پڑے گلشنِ ہستی کی فضا پر
ہے اپنے مقابل رُخِ زیبائے مدینہ

اک سلسلۂ گیسوئے محبوب ہے یہ بھی
رہتا ہے مرے سر میں جو سودائے مدینہ

غیرت دہِ صد برقِ تجلّی گلِ طیبہ
رشکِ شجرِ طور شجرہائے مدینہ

ہر دم دلِ مشتاق رہے محوِ نظارہ
اے کاش یہ سینہ مرا بن جائے مدینہ

طیبہ کے ہر اک ذرّے میں محبوب کا دیدار
دیکھوں جو مقدر مجھے دکھلائے مدینہ

اے بادِ صبا خاک کو عثماں کی پس مرگ
لے جا کے اُڑا دے سرِ صحرائے مدینہ

میر عثمان علی خاں والیِ دکن

ماہنامہ "جماعت" امرتسر۔ جولائی ۱۹۲۴ء ص ۲

# نعت

جس دل پہ برسنے لگیں انوارِ مدینہ
ہو جاتا ہے وہ محرمِ اسرارِ مدینہ

اس شہر میں کیا آبلہ پائی کا مزا ہے
کیا پھول سے لگتے ہیں ہمیں خارِ مدینہ

جنّت میں کہاں روضۂ اطہر کی زیارت
جنّت کے لیے چھوڑیں نہ گلزارِ مدینہ

ان گلیوں کی مٹی میں ہے اکسیر کی تاثیر
جن گلیوں سے گزرا کیے سرکارِ مدینہ

آنکھوں میں ہو گر سُرمۂ خاکِ درِ اقدس
تب آئے نظر دولتِ بیدارِ مدینہ

محتاجِ ذرِ شاہانِ جہاں کا وہ گدا ہو
دامن میں ہو گر خاک گہر بارِ مدینہ

حج اس کا نہ مقبولِ خدائے دو جہاں ہو
جب تک نہ ہو منجملۂ زوّارِ مدینہ

سب اُس کے گداگر ہیں نبی ہوں کہ ولی ہوں
اللہ رے شکوہ درِ سردارِ مدینہ

وارفتگیٔ شوق نے سجدے میں جھکایا
آئے جو افق پر نظر آثارِ مدینہ

جی میں ہے کہ اس سائے میں ہم جائیں ابد تک
کب پائیں گے پھر سایۂ اشجارِ مدینہ

سو بار بھی دیکھیں تو رہے دید کی حسرت
لے جائیں گے ہم حسرتِ دیدارِ مدینہ

جب وصفِ مدینہ کی بھی طاقت نہ ہو سجّاد
کیسے ہو ثنا خوانیٔ سرکارِ مدینہ

سیّد سجّاد رضوی (لاہور)

# محترم، محتشم مدینہ ہے

رشکِ باغِ ارم مدینہ ہے — محترم، محتشم مدینہ ہے
لوحِ جاں پر رقم مدینہ ہے — شانِ لوح و قلم مدینہ ہے
زینِ عرشِ بریں جمالِ زمیں — نورِ چشمِ امم مدینہ ہے
راحتِ جانِ عاشقانِ نبیؐ — عینِ لطف و کرم مدینہ ہے
نور ہے ہر گلی مدینے کی — شہرِ نورِ قدم مدینہ ہے
خاکِ طیبہ ہے ہر مرض کی دوا — چارۂ ہر الم مدینہ ہے
جائے حرز و پناہِ ہر عاصی — ہم نشیں! لاجرم مدینہ ہے
جانِ فردوس رونقِ عالم — ہاں خدا کی قسم مدینہ ہے
قریۂ امن و راحت و فرحت — گنجِ جملہ نعم مدینہ ہے
اعتبارِ عرب، نگارِ جہاں — افتخارِ عجم مدینہ ہے
روح کا چین درد کا درماں — زندگی کا بھرم مدینہ ہے
عرش سے جس پہ ہو رہی ہیں نثار — رحمتیں دم بدم مدینہ ہے

جس کے روزِ ازل سے ہیں ناظم
عاشقِ زار ہم، مدینہ ہے

بشیر حسین ناظم (اسلام آباد)

# کعبۂ اقدس میں مدینہ منورہ کی یاد

زہے شانِ عزّ و علائے مدینہ — خدا خود ہے مدحت سرائے مدینہ
ہے صرفِ دعا ہر گدائے مدینہ — مدینہ دکھائے خدائے مدینہ
طوافِ حرم کر کے عشاقِ کعبہ — ہیں بے چین ہر دم برائے مدینہ
طوافِ زیارت سے ہوتے ہی فارغ — بڑھا دل میں جوشِ ولائے مدینہ
ہیں باہم دگر تذکرے حاجیوں میں — کب آئے مدینہ کب آئے مدینہ
میں قرباں مجھے بھی ریاضِ حرم سے — اُڑا کے لیے جا ہوائے مدینہ
ہے بابِ صفا زینۂ بابِ رحمت — درِ کعبہ ہے رہنمائے مدینہ
بہارِ بہشتِ بریں دیکھتا ہوں — زہے گلشنِ جاں فزائے مدینہ
سجودِ حرم دے رہے ہیں بشارت — مدینہ چل اے جبہ سائے مدینہ
ہیں لب خشک ہیں تشنہ دیدہ آنکھیں — میسر ہو آب و ہوائے مدینہ
مدینہ کو میں بوئے گل بن کے پہنچوں — چلے وہ مبارک ہوائے مدینہ
مدینہ کے آقا ظہورِ عطا ہو — دکھا مجھ کو بابِ عطائے مدینہ

ضیاء ہر نفس دل یہی چاہتا ہے
مدینہ میں پہنچے گدائے مدینہ

علامہ ضیاء القادری

# مقالہ نگار (حصہ اوّل)

| | |
|---|---|
| حافظ محمد اسلم جیراجپوری | |
| پروفیسر سید یونس شاہ | گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد<br>(مصنف "تذکرہ نعت گویانِ اردو" |
| پروفیسر محمد اقبال جاوید | گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ |
| عارف نوشاہی | مدیر سہ ماہی "دانش" اسلام آباد |
| صلاح الدین محمود | مشہور ادیب اور شاعر<br>(سابق ڈائرکٹر واپڈا) |
| ملک الطاف حسین قادری | صدر انجمن شبانِ اہلِ سُنّت وجماعت<br>(سیدن شاہ کالونی۔ لاہور) |
| شہناز کوثر | اسسٹنٹ ایڈیٹر "نعت" |
| اظہر محمود | مینجر ماہنامہ "نعت" |

# مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## حصّہ دوم

# گنبدِ خضرا

اے بہارِ باغِ طیبہ، گنبدِ سبزِ رسولؐ قبۂ فردوس یا گلدستۂ طوبیٰ ہے تو
جلوۂ فطرت سے ہے لبریز تیرا عرض و طول کیا مدوّر مصرعِ برجستۂ طوبیٰ ہے تو

طورِ سینا کی طرح اے سبزۂ کانِ حجاز جلوہ گاہِ احمدؐ محمودؐ بن جاتا ہے تو
دیکھتا ہے دُور سے جب تجھ کو مہمانِ حجاز انتہائے جادۂ مقصود بن جاتا ہے تو

آہ! اے رنگین تاجِ فرقِ بستانِ رسولؐ پردۂ رنگِ بہارِ زیرِ داماں تجھ سے ہے
ایک تو ہے حاملِ اسرارِ پنہانِ رسولؐ چھپ نہ سکتا جو کبھی وہ چاند پنہاں تجھ سے ہے

گنبدِ خضرا، تجھے مینارِ کعبہ کی قسم صاحبِ گنبد کو دنیا کی خبر للّٰہ دے
کیا تعجب ہے کہ آتے جوشِ پرِ ابرِ کرم جلوۂ بے باک تکلیفِ تجلّی گاہ دے

تو بھی دیکھے، ہم بھی دیکھیں، دیدۂ آفاق بھی
تیرے قامت پر ہو عالم شاخِ نخلِ طور کا
مضطرب بھی ہے جہاں، بے صبر بھی، مشتاق بھی
کھول دے، کب تک چھپائے گا خزانہ نور کا

—— سیماب اکبر آبادی

# شانِ گنبدِ سبز

نہیں برج و قمر بقعہ ہے انوارِ موبّد کا
برابر رات دن فیضان ہے نورِ مجرّد کا
عجب عالم کلس پر ہے، عجب جلوہ ہے گنبد کا
بیاں ہو کس سے کانِ روضۂ پُرنورِ احمدؐ کا
کہ جس پر یک غلافِ سبز ہے چرخِ زبرجد کا

کروں وصفِ بنا یا وصفِ رفعت اس کے مشہد کا
فلک کہنا سبب ہوتا ہے کسرِ شانِ گنبد کا
نہیں کرسی نشیں قبہ جو سمجھوں عرشِ امجد کا
لکھوں اک مختصر جملہ کہ روضہ ہے محمدؐ کا
یہی مسند الیہ اچھا سبب ہے، رفعِ مسند کا

کھنچا سطحِ زمیں پر جب سے خطِ روضۂ انور
شعاعِ مہر کو پرکار کے مانند ہے چکّر
ثوابِ طوفِ حج پاتے ہیں قدسی گرد پھر پھر کر
شب و روز آسماں ہوتے ہیں قرباں اس کے روضے پر
کہ ہے تو دائروں میں ایک مرکز کاف گنبد کا

زمینِ روضۂ انور فلک سے ہے کہیں افضل
ہُوا ہر روزنِ دیوار چشمِ جوہرِ اوّل
غبارِ در سے ہے آئینۂ خورشید کو صیقل
جبینِ عرشِ ایزد پر ہے خاکِ آستاں صندل
ہر اک ذرہ ستارہ ہے کلاہِ فرقِ فرقد کا

بلندی میں وہاں یہ روضۂ رفعت نشاں پہنچا
جہاں اُڑ کر نہ شہبازِ خیالِ قدسیاں پہنچا
جبینِ عرش سے آگے وہ سنگِ آستاں پہنچا
زمیں تا آسماں پہنچی، مکاں تا لامکاں پہنچا
کہاں تک اوج لکھیے اس کی خاکِ پاکِ مرقد کا

—— محسن کاکوروی

# مدینہ منورہ کی افضلیت و فوقیت

تحریر: صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے، ظرف کی عزت مظروف سے ہوتی ہے، شہر کی عزت شہر کے باسیوں کے حوالے سے اور وقت کی عزت و حرمت اس میں آنے والے کے باعث ہوا کرتی ہے۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ زمان و مکان کے اجزاء اپنے اندر بالذات کوئی فضل و شرف اور ترجیح و تفاضل نہیں رکھتے۔ زمان و مکان کے اجزا ایک دوسرے کے متشابہ اور مشترک بالذات ہیں۔ ان میں بعض کا بعض پر قدر و شرف کے اعتبار سے کوئی امتیاز و اختصاص نہیں ہے لیکن سنتِ الٰہیہ جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے بعض عوارض و واقعات کی بنا پر اور اپنے برگزیدہ بندوں کے قدموں کے توسّط سے بعض مقامات کو زمین کے دیگر خطّوں پر افضلیت و فوقیت عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس رات کو اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمایا اسے لیلۂ مبارکہ اور لیلۃ القدر کے نام سے یاد فرمایا اور جس ماہ میں یہ کتاب اُتری اسے خصوصی شرف عطا کیا اور اس کا تعارف یوں کرایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ —— مہینہ ہونے کے اعتبار سے یہ بھی انتیس یا تیس راتوں پر مشتمل مہینہ ہے، بالذات اس میں کوئی تخصیص نہیں مگر چونکہ اس کی ایک رات میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر قرآن کریم اُتار دیا گیا تھا اس لیے یہ پورا مہینہ بابرکت قرار پا گیا —— اسی طرح مسلمانوں کے قبلۂ اوّل مسجدِ اقصیٰ —— کو دیگر مساجد پر بالذات کوئی شرف و امتیاز نہیں مگر ایک

خاص نسبت کی وجہ سے اسے عزّ و شرف عطا کیا گیا، فرمایا "اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ"[۲] یعنی (وہ مسجد اقصیٰ) جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھ دی ہے ــــــ مسجد کو شرف اس لیے عطا کیا گیا کہ اس کا ماحول بابرکت تھا۔ اگر ذاتی طور پر یہ مسجد خصوصی شرف کی حامل ہوتی تو پھر ماحول کا تعارف مسجد کے حوالے سے کرایا جاتا اور یوں کہا جاتا کہ وہ جگہ یا وہ ماحول جسے ہم نے مسجد کے قرب کے باعث بابرکت بنایا مگر یہاں تو ماحول کی برکت سے مسجد کی عظمت کو باور کرایا گیا۔

مسجد اقصیٰ کے ماحول اور گردوپیش کو یہ عزت و رفعت کیوں حاصل ہوئی؟

تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ یہ ماحول انبیاء کا مولد و مسکن تھا۔ یہاں انبیاء کرام کے مزارات ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی رفعت و سربلندی واضح کرنے اور ان کی عظمت کا نقش ثبت کرنے کے لیے اس سرزمین کو بابرکت قرار دیتا ہے جس کے ذروں کو انبیاء کرام کے تلووں سے مس ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ دیگر انبیاء کرام سے منسوب سرزمین کو اس قدر عزت ملی تو خاک کے اُن ذرّوں اور زمین کے ان خطوں کو اللہ تعالیٰ جل وعلا کیونکر مشرف نہ فرماتا جنہیں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم چومنے کا شرف نصیب ہوا۔

اللہ ربّ العزت کی ذات کے بعد کائنات بھر میں سب سے مکرم و معظم حضور رسالت مآب فداہ روحی کی ذات ستودہ صفات ہے ــــــ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے جس چیز کی جتنی زیادہ نسبت اور جتنا قوی تعلق ہوگا وہ اتنی ہی معزز و متبرک ہو جائے گی۔ ــــــ وہ مکہ ہو یا مدینہ ــــــ اگر مکہ مکرمہ آپؐ کا مولد ہے تو مدینہ منورہ آپؐ کا مسکن و مستقر ہے ــــــ اگر مکہ میں آپؐ کا سطوت و جلال ہے تو مدینہ میں آپؐ کے دینِ محترم کی برکات کا کمال اور فیضانِ مصطفویؐ کا ہر سو جمال ہے۔

اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ کائنات کے مقدس ترین شہر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ہیں زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً[۳] لیکن ان دونوں شہروں میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت و ترجیح دی جائے؟ اس میں علماء کے عقول و اذہان بھی متحیر ہیں۔ بعض علماء کرام مدینہ منورہ



کی فوقیت کے قائل ہیں وہ شہر مدینہ کو شہر مکہ پر فضیلت دیتے ہیں البتہ کعبۃ اللہ کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں لیکن امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک کثیر جماعت امام دارالہجرہ امام مالک بن انس اور اکثر اہلِ مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔[۴] گویا ان کے نزدیک مدینہ منورہ کی عزت و مرتبت، کرامت و شرافت، عظمت و حرمت اور افضلیت و فوقیت تمام اقطاع و بقاع اور دیار و امصار سے بڑھ کر ہے۔ کسی خطہ کو ارضِ مدینہ سے کچھ نسبت نہیں ــــــ خطہ ہائے زمین تو کیا، افلاک بھی خاکِ پاکِ مدینہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

اس امر پر متقدمین و متاخرین علماء و محدثین کا اجماع اور اُمت کا اتفاق ہے کہ زمین کا وہ بقعہ مبارکہ جسے آرام گاہِ حبیبِ خدا ہونے کا افتخار حاصل ہے، خاک کے وہ ذرّے جو حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر اور اعضاءِ شریفہ سے مس کیے ہوئے ہیں؛ وہ نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ کعبۃ اللہ سے بھی افضل و اکرم اور ارفع ہیں۔ سبع سمٰوات تو کجا عرشِ معلّٰی سے بھی اس کی شانِ اعلیٰ، بالا، برتر، ارفع اور انتہائی بلند ہے۔[۵] علامہ نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قد انعقد الاجماع علی تفضیل ما ضم الاعضاء الشریفۃ حتی علی الکعبۃ المنیفۃ ..... عن ابن عقیل انھا افضل من العرش۔"[۶] قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام خطہ ہائے زمین پر اس بقعہ مبارکہ کی افضلیت میں کسی کو اختلاف نہیں۔[۷]

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ جس چیز کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے ہو جائے وہ اپنی ہم جنس اشیاء سے مکرم بن جاتی ہے ــــــ قطبِ سماویہ میں سے جس مقدس کتاب کو حضور علیہ السلام والصلوٰۃ سے نسبت ہو گئی وہ ھدی للعالمین کے شانِ امتیاز سے اکنافِ عالم میں چمکی، جن خوش بخت لوگوں کو آپؐ کے اُمتی ہونے کی سعادت[۸] نصیب ہوئی وہ خیر الامم کے امتیازی لقب سے ملقب ہو کر پوری نسلِ انسانیت میں رتبہ بلند پہ فائز ہوگئے۔ اسی طرح شہروں میں سے جس شہر کو بلدِ رسول، مسکنِ رسول اور

مدینۃ الرسولؐ ہونے کا اعزاز علاوہ احبُّ البلاد، خیر الارض اور افضل المدائن بن گیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا یہ وہ بقعۂ مبارکہ ہے جسے سرکارِ دو عالمؐ کے رب کریم نے اپنے محبوب کے لیے منتخب فرمایا، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہائش کے لیے پسند فرمایا اور اس میں دفن ہونے کی خواہش کی، جس کی در و دیوار پر نظر پڑتے ہی اپنی سواری کو تیز تر کر دیا کرتے، جس کے غبار کو باعثِ شفا قرار دیا اور فرمایا "فوالذی نفسی بیدہ ان فی غبارۃ المدینۃ شفاء من کل داء"[۸] جس کی مٹی کو ایمان دار ہونے کا تمغہ دیا "ان تربتھا لمؤمنۃ"[۹] کتنی گہری نسبت ہے اس سرزمین کو رسولِ عربی سے ـــ کتنا تعلق ہے اس شہر کو اللہ کے حبیب سے ـــ یہی تعلق اور یہی نسبت اس شہر کو دنیا بھر کے شہروں پر فوقیت اور افضلیت عطا کرتی ہے۔

ہر چند کہ مکہ مکرمہ اللہ کا حرم ہے ـــ اس میں واقع کعبہ شریف بیت اللہ ہے۔ اسی طرح عرشِ عظیم بلند رتبہ ہے کہ وہ عرشِ الٰہی ہے ـــ لیکن ان مقامات کا تشرّف، ان کی عظمت، اور ان کی رفعت، نسبتِ تشریفی کے باعث ہے مگر یہ مقامات و مکانات اس لامکاں کے مکین ہونے کی سعادت سے قطعاً محروم ہیں۔

اللہ ربُّ العزت جل شانہٗ وعمّ نوالہٗ شش جہات سے پاک ہے، کسی ایک مکان میں مقید نہیں۔ وہ ہر آن، ہر لمحہ، ہر جا اور ہر کہیں موجود ہے۔ اس کا کوئی ایک مستقر یا ٹھکانا نہیں۔ مگر اللہ کے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور اب بھی مدینہ کے سینہ میں مقیم ہیں، گنبدِ خضراء میں محوِ خرام ہیں، مدینہ طیبہ آپ کے انوار و تجلیات کا مخزن و منبع ہے ـــ اللہ تعالیٰ مکہ میں، کعبہ میں یا عرشِ معلّٰی پر مقیم نہیں مگر حضور پُرنور بنفسِ نفیس مدینہ منورہ میں استراحت فرما ہیں۔ روضۂ اطہر میں جلوہ افروز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گنبدِ خضراء کا شان و مرتبہ کعبۃ اللہ اور عرشِ معلّٰی سے بھی فزوں تر ہے۔ اور اسی حوالے سے شہرِ مدینہ تمام شہروں سے اعلیٰ و والا ہے۔

مدینہ منورہ کی سرزمین اور قبرِ انور کی مبارک جگہ ساری کائنات سے افضل ہے۔ امّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب رسولِ پاک



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام میں آپ کی تدفین کے بارے میں اختلاف[۱۰] ہوا کہ آپ کو کس مقام میں دفن کیا جائے تو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا لیس فی الارض بقعۃ اکرم علی اللہ من بقعۃ قبض فیھا نفس نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی جس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خطے سے افضل کوئی خطہ نہیں ـــ اسی لیے تو سرکارؐ کو اس شہر میں دفن ہونے کی تمنا تھی۔ آپؐ فرماتے ہیں ما علی الارض بقعۃ احب الی من ان یکون قبری بھا منھا[۱۱] یعنی روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جو مجھے اپنی قبر کے لیے مدینہ منورہ سے زیادہ پسند ہو۔ اسی طرح خلیفۂ اول افضل البشر بعد الانبیاء والرسل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لا یقبض النبی الا فی احب الامکنۃ الیہ رواہ ابو یعلیٰ[۱۲] "اللہ کے نبی کی روح اسی مکان میں قبض کی جاتی ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہو" ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ لہٰذا یہ خطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ عزیز تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آقا علیہ السلام والصلوٰۃ کی پسند اللہ جل جلالہٗ کی پسند کے تابع ہے لہٰذا یہ سرزمین اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب و پسندیدہ تھی۔ اسی بات کے پیشِ نظر آنحضرتؐ کی منشا تھی کہ اہلِ ایمان مکہ سے بڑھ کر مدینہ کو محبوب جانے۔ اس لیے دعا فرمائی اللھم حبب الینا المدینۃ کما حببت مکۃ او اشد[۱۳] کہ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح محبوب کر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہرِ محترم سے شدید محبت و اُنس رکھتے تھے اور یہ اُنسیت و وابستگی ایک فطری تقاضا تھا کیونکہ یہ بات حدیث پاک سے ثابت ہے کہ جس مقام کی مٹی سے انسان کا خمیر تیار ہوتا ہے اسی مقام میں اس کی تدفین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے حضورؐ کو ہادی و رہبر بنا کر بھیجا تو آپؐ کے بشری پیکر کا خمیر سرزمینِ مدینہ کی مٹی سے تیار کیا گیا[۱۴] ـــ اللہ اللہ کس قدر معظم و مکرم ہے وہ دھرتی جس سے افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر پاک تیار کیا گیا ـــ جب اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرمؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کے ہر فرد سے افضل و اعلیٰ ہیں تو خاکِ مدینہ جو آپ کے جسمِ اطہر کی جزُ ہے تو بلاشبہ مدینہ منورہ کائنات بھر میں سب سے فوقیت اور افضلیت کا حامل بن گیا۔

مدینہ منورہ افضل البلاد کیوں نہ ہو کہ یہیں زمین کا وہ خطہ ہے جسے ریاض الجنۃ کے نام سے موسوم کیا گیا ——— مجازاً نہیں حقیقۃً جنت کا ٹکڑا ——— یہیں وہ بلند رتبہ پہاڑ ہے جو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مُحِب بھی ہے اور محبوب بھی

ھٰذا جبلٌ یحبنا و نُحِبہٗ [۱۵]

حج و عمرہ بہت بڑی عبادت ہے جو مکہ مکرمہ میں نصیب ہوتی ہے لیکن محنت اور مشقت کے بعد ——— مگر ذرا سرکار کا جود و سخا تو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ رؤف و رحیم آقا ؐ اپنے شہر میں حاضر ہونے والوں کو مشقت میں ڈالے بغیر حج و عمرہ کا ثواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہاں کا عمرہ بھی آسان اور حج بھی سہل۔ شہرِ مصطفیٰ ؐ میں واقع مسجد قبا میں دو رکعت نفل ادا کئے جائیں تو عمرے کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر سرکار ؐ کی اپنی مسجد ——— مسجد نبوی ——— میں دو رکعت پڑھ لی جائیں تو حج کا ثواب مل جاتا ہے [۱۷] صرف یہی نہیں بلکہ مکہ میں کی جانے والی حج حاضریٔ مدینہ کے صدقے ہی قبول ہوتی ہے۔ حج بیت اللہ کے بعد مدینہ پاک میں حضور ؐ کی بارگاہ میں حاضری دینے سے اس حج کی قبولیت کے ساتھ ساتھ ایک اور حج کا ثواب بھی ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے "مَنْ حج الیٰ مکۃ ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتانِ مبرورتان [۱۸]

مدینہ منورہ کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے منتخب فرمایا اور ظاہر ہے کہ محب اپنے محبوب کے لیے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ، محترم اور معزز ہو ——— اذ الحبیب لا یختار لحبیبہ الا ما ھو احب و اکرم عندہٗ [۱۹] کہ حبیب اپنے دوست کے لیے صرف وہی پسند کرتا ہے جو خود اس کے نزدیک سب سے زیادہ دل پسند ہو۔



رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شہر اتنا پسند آیا کہ آپ ؐ نے اپنے محبین اور چاہنے والوں کو اس مقدس شہر میں اقامت کی ترغیب دلائی اور اس شہر میں وفات پانے والوں کو اپنی شفاعت کا مژدۂ جانفزا سنایا، ارشاد فرمایا من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فمن مات بالمدینۃ کنت لہٗ شفیعاً و شہیداً [۲۰] یعنی جو شخص مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اسی جگہ مرے اسو جسے مدینہ منورہ میں موت نصیب ہوگی وہ میری شفاعت سے مشرف ہوگا اور میں اس کا گواہ بنوں گا ——— تو جس شہر میں شفاعتِ مصطفیٰ ؐ نصیب ہو اس کی افضلیت میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

مدینہ کی افضلیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں گنبدِ خضرا ہے، مرقدِ مصطفےٰ ؐ ہے ——— یہ وہ نعمت ہے جس کا مقابلہ دنیا و آخرت کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کا محبوب ترین شہر ——— مدینہ منورہ ——— مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور قبرِ اطہر کعبۃ اللہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کا یہ کتنا واضح فرمان ہے جسے طبرانی نے معجم کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، "المدینۃ خیر من مکۃ [۲۱] کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ شہرِ مصطفےٰ ؐ کی محبت سے ہمارے سینوں کو معمور فرمائے اور اس پاک شہر کی حاضری سے نوازے۔

## حواشی:

(۱) البقرہ آیت ۱۸۵ (۲) الاسراء:۱ (۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب ص ۱۷ (۴) ایضاً ص ۱۸ (۵) ایضاً ص ۱۸ (۶) وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۱، ص ۲۹۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح ج ۲، ص ۱۹۰ (۷) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲، ص ۷۵ (۸) خلاصۃ الوفاء، الشیخ سمہودی ص ۲۷ (۹) ایضاً (۱۰) ایضاً ص ۱۲ (۱۱) الشیخ احمد بن عبدالحمید العباسی: عمدۃ الاخبار فی مدینۃ المختار ص ۲۷ (۱۲) وفاء الوفا

جذب القلوب ص ۱۹ (۱۲) موطا امام مالک ص ۴۹۷ ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴ (۱۳) ج ۱، ص ۳۳
(۱۵) صحیح بخاری ج ۲، ص ۵۸۵ (۱۶) جامع ترمذی ج ۱، ص ۶۷ (۱۷) مرقاۃ المفاتیح ج ۲،
ص ۱۹۲ (۱۸) خلاصۃ الوفا ص ۴۲ (۱۹) جذب القلوب ص ۲۲ (۲۰) خلاصۃ الوفا ص ۱۶ ۔
سنن ابن ماجہ (بالفاظِ متقاربہ) ص ۲۳۲ (۲۱) خلاصۃ الوفا ص ۱۴، جذب القلوب ص ۲۱ ۔

متاعِ دل و جاں نثارِ مدینہ
الٰہی دکھا دے دیارِ مدینہ

شرف خوابگاہِ رسالت کا پایا
بجا ہے، بجا افتخارِ مدینہ

خزاں کی رسائی نہیں اس چمن تک
ابد آشنا ہے بہارِ مدینہ

بہارِ جناں اُس پہ قربان کردوں
نوازے اگر مجھ کو خارِ مدینہ

اُسی کی دلوں پر رہی حکمرانی
لقب جس کا ہے تاجدارِ مدینہ

مشامِ یقیں ہو رہا ہے معطّر
زہے وادیٔ مشکبارِ مدینہ

مقامِ شہنشاہِ لولاک ہے یہ
زہے عزّ و شان و وقارِ مدینہ

جسے چاہے، آغوشِ رحمت میں لے لے
یہ ہے دامنِ اختیارِ مدینہ

آغا صادق

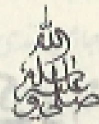


# طیبہ کے دن رات

تعالی اللہ طیبہ کے وہ دن رات — حرم میں ذکر و تسبیح و مناجات
وہ جاں افروز جاں پرور اذانیں — فضائے نور سے نغموں کی برسات
وہیں وجد آفریں مقبول سجدے — جہاں ہیں ان کے قدموں کے نشانات
حریمِ شاہ میں آنسو بہانا — وفورِ شوق میں پہلی ملاقات
نظر کے سامنے روضے کی جالی — تجلّی رو برو اور بے حجابات
پیامِ شوق اشکوں کی زبانی — زباں خاموش، دل لبریز جذبات
اِدھر ہیں سرنگوں بارِ گنہ سے — اُدھر خواجہ کی بے پایاں عنایات
مسلسل سعیِ ضبطِ آہ و نالہ — تعالی اللہ یہ مشکل مقامات
حضوری میں جدائی کا تصوّر — غموں کے کارواں، خوشیوں کی بارات
وہی ہیں حاصلِ عمرِ محبّت — مدینے میں جو گزرے چند لمحات
ابھی تک رات دن یہ سوچتا ہوں — یہ بیداری تھی یا تھی خواب کی بات
تھا خوابِ خوش تو پھر یہ خواب آئے — تھی بیداری تو پھر دیکھوں یہ اوقات

کرم فرمائیں پھر شاہِ مدینہ
ہوں پوری میری نیّات و مرادات

حافظ مظہر الدین



# دیارِ رسول

اے دیارِ رحمۃ للعلمین! | اے وقارِ آسماں، فخرِ زمیں
جاذبِ دل مرحبا تیری زمیں | ذرّہ ذرّہ بن گیا دل کا نگیں
تُو ہے رشکِ نزہتِ خلدِ بریں | اے دیارِ پاکِ ختم المرسلیں
کس قدر پُرکیف ہے تیری فضا | کھل گیا میرا دلِ اندوہ گیں
یہ ہوا کتنی سُرور انگیز ہے | آرہی ہے بوئے فردوسِ بریں
مست و بے خود جس نے دل کو کر دیا | کیا معطر ہے یہ بوئے عنبریں
ضو فشانی سے شہِ کونین کے | ذرّہ ذرّہ بن گیا ماہِ مبیں
گنبدِ خضرا کا ہے سایہ نصیب | کس قدر خوش بخت ہیں تیرے مکیں

ہاں زمیں پر سجدہ کرتے ہی بشیرؔ
ہو گئی ہے پُرضیا میری جبیں

بشیر ذواری

# مدینہ منوّرہ

وہ ادب گاہِ محبت، وہ مدینے کی زمیں
جس کا ہر ذرّہ درخشاں، جس کا ہر گوشہ حسیں
جس زمینِ پاک کے دیوار و در عظمت نشاں
جس کے ذرّوں سے اجاگر شوکتِ دنیا و دیں
جس نے چُومے ہیں رسُولِ پاک کے پیارے قدم
رفعت و اقبال میں جو مثلِ چرخِ ہفتمیں
جس نے ہر دل سے مٹا ڈالے ہیں شبہات و شکوک
جس نے اہلِ دہر کو بخشا ہے ایمان و یقیں
جس کی دل افروز گلیوں پر ہے جنّت کا گماں
جس کی وہ دلکش فضائیں مثلِ فردوسِ بریں
جس کی وہ ٹھنڈی ہوائیں دل نواز و جاں فزا
جس کا پانی ذائقے میں رشکِ شہد و انگبیں
جس کی عظمت کے مقابل کبر و نخوت سر بہ خم
جس کی شوکت دیکھ کر جھک جائے شاہوں کی جبیں
جس کے پھولوں کی مہک سے ساری دنیا مستفید
جس کے نخلستاں معطر، جس کے گلشن عنبریں
جس کے باشندوں پہ ہے بالکل بجا دنیا کو رشک
جس کے بیٹے عظمت و اکرام میں گردوں نشیں
ساری دنیا میں وہی ہے مرکزِ امن و اماں
کتنے خوش قسمت ہیں فردوسِ مدینہ کے مکیں

اس زمینِ پاک میں ملتا ہے دل کو جو سکوں
اس سے بڑھ کر کوئی بھی شے کب ہے، راحت آفریں
جانے کتنے دِل ہیں جن کو اُس کا شوقِ دید ہے
اس کے زائر اور شیدا ہر جگہ اور ہر کہیں
ساری دنیا کے لیے جو مرکزِ الطاف ہے
سب کے سب اہلِ جہاں ہیں آج جس کے خوشہ چیں
جس کو حاصل ہو مدینے میں رہائش کا شرف
وہ کبھی دنیا میں ہو سکتا نہیں اندوہ گیں
اہلِ دنیا کو جو کر دے بے نیازِ خسروی
دل فزا ہے کس قدر اس شہر کا نانِ جویں
اس زمینِ پاک نے پیدا کیے ہیں دہر میں
نکتہ دان و نکتہ رس، نکتہ طراز و نکتہ بیں
حق تعالٰی نے اسے کتنا بڑا رُتبہ دیا
یہ زمیں ہے برتری میں آسماں کی ہم نشیں
اس جگہ آکر مہاجر اور انصار ایک ہیں
یہ جگہ روئے زمیں پر ہے اخوت کی امیں
الغرض اس سرزمیں کی خوبیاں گنوائیں کیا
اس کا ثانی ساری دنیا میں کہیں بھی تو نہیں
اور بزمی! کیا مدینے کا ہو اعزاز و شرف
یہ جگہ ہے خوابگاہِ رحمۃٌ للعٰلمیں

——— خالد بزمی (لاہور)

# مدینے کی گلیاں

مدینے کی گلیاں رگِ جاں ہوں جیسے
خیاباں خیاباں گلستاں ہوں جیسے
معطّر معطّر مدینے کی گلیاں
قطاروں میں پھولوں کی کلیاں ہوں جیسے
ہے مٹی بھی شیریں، ہے پانی بھی شیریں
خزف پارے مصری کی ڈلیاں ہوں جیسے
یہاں خار دامانِ دل کھینچتے ہیں
خزف ریزے ہیرے کی کنیاں ہوں جیسے
ہے صلِّ علیٰ پتّے پتّے کے لب پر
کہ تسبیح خواں اہلِ بستاں ہوں جیسے
دمِ صبح چڑیوں کی دل کش نوائیں
فرشتوں کی صحبت میں بلبلیاں ہوں جیسے
وفورِ طرب میں چہکتے ہیں بلبل
ادب سے ملائک ثنا خواں ہوں جیسے
جبینِ زمیں پر چمکتے ہیں ذرّے
فلک پر ستارے درخشاں ہوں جیسے
ہیں سر سبز اشجار کے جھنڈ ہر سُو
ارم میں زمرد کے ایواں ہوں جیسے
نسیمِ سحر سے شجر جھومتے ہیں
سبک سیر سروِ خراماں ہوں جیسے
دل و جاں کی تسکین پھولوں کی خوشبو
ثمر ساغرِ آبِ حیواں ہوں جیسے
گل و لالہ سے وادیاں سرخ رُو ہیں
دل افروز لعلِ بدخشاں ہوں جیسے
یہ سب مل کے نعتِ نبیؐ کہہ رہے ہیں
لبِ جُو غزل خواں سخن داں ہوں جیسے

اصغر حسین خان نظیر لودھیانوی (لاہور)

# کب

ہاں بتا جذبِ دل! تجھ میں اثر کب ہوگا     دستِ طیبہ میں یہ دل خاک بسر کب ہوگا
جانبِ روضۂ محبوبؐ سفر کب ہوگا     جلوۂ نورِ خدا پیشِ نظر کب ہوگا

دیکھیے، میرا مدینے میں گزر کب ہوگا
یا نبیؐ! آپ کی چوکھٹ پہ مرا سر کب ہوگا

اب تو للہ کرو نظرِ کرم یا مولا!     خون برساتے ہیں یہ دیدۂ غم یا مولا!
تابِ فرقت کی نہیں، تیری قسم یا مولا!     حسرتیں زیادہ ہیں اور زیست ہے، کم یا مولا!

جلوۂ نورِ خدا نورِ نظر کب ہوگا
یا نبیؐ! آپ کی چوکھٹ پہ مرا سر کب ہوگا

یہی حسرت ہے کہ جب پہنچوں قریبِ طیبہ     خاک ہو منہ پہ ملی اور پھٹا سا کرتا
ہو فقیرانہ صدا، کاندھے پہ کمبل ہو رکھا     سب کہیں مجھ کو یہ ہے عاشقِ محبوبِ خدا

پر خدا جانے مرا ایسا سفر کب ہوگا
یا نبیؐ! آپ کی چوکھٹ پہ مرا سر کب ہوگا

——— ممتاز گنگوہی

# مدینہ طیبہ

(پروفیسر سید سلیمان اشرف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے صدر شعبۂ علوم اسلامیہ رہے۔
اُن کی ایک گراں قدر تصنیف "الحج" ۱۹۲۸ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۹۸۶ء میں
یہ کتاب سید اکادمی لاہور نے دوبارہ چھاپ دی ہے۔ اس میں مدینۃ الرسول (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) کی مکمل تاریخ مختلف تفصیلات و جزئیات کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ کتاب
کا یہ حصہ ہدیۂ قارئین ہے۔ ایڈیٹر)

اس شہر کا قدیم نام یثرب ہے وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو لیکن اس لفظ کا جو مادہ ہے اس کے معنی
فساد یا مواخذہ و عتاب ہیں

سب سے پہلے جو قوم یہاں آکر سکونت پزیر ہوئی اور جس نے یہاں زراعت شروع کی
وہ قوم عمالقہ ہے اس کے بعد موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی امت کے ساتھ سرزمین
حجاز پر گزر ہوا۔ یثرب پہنچ کر بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اسی جگہ متوطن ہونے کا فیصلہ کر لیا

بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے بعد اوس و خزرج کی اولاد یہاں آکر سکونت پزیر ہوئی
جنہیں آئندہ چل کر انصار کا لقب عطا ہوا۔

اوس و خزرج کے باپ کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا۔ اس نے اپنی اقامت کے لئے سرزمین

حجاز کو پسند کیا ثعلبہ کے دو بیٹے ہوئے ایک اوس دوسرا خزرج انہیں دونوں کی اولاد سے انصار ہیں یثرب کے باشندوں میں انقلاب وتغیر کا عظیم سے عظیم تر دور گزرتا گیا اور فضائے مادی میں اس تغیر کا اثر بھی نمایاں ہوتا رہا لیکن فساد وعتاب جس کی طرف لفظ یثرب کے حروف اشارہ کررہے ہیں متغیر ہوکر صلح وخیر کی صورت اختیار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ اس کا تغیر تو اُس وقت ہوگا جب وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک یثرب کی تاج کرامت ہوں گی چنانچہ جب وہ ساعت سعید آپہونچی اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو اب یثرب یثرب نہ رہا۔ بلکہ وہ مدینہ طابہ طیبہ طیبہ بن گیا۔

جغرافیہ نویسوں کی تحقیق دیکھو تو معلوم ہو کہ یہ شہر اپنے مخصوص خصوصیات میں اب دنیا کے سارے شہروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ معجم البلدان میں ہے۔

| | |
|---|---|
| ومن خصائص المدينة | یعنی مدینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی ہوا نہایت ہی |
| انها طيبة الريح وللعطر | پاکیزہ ہے۔ اسی لئے یہاں عطر کی خوشبو کو جب ہوا |
| فيها فضل رائحة لا توجد | پھیلاتی ہے تو اس کے تعطر میں ایسا اضافہ ہوجاتا ہے |
| في غيرها | جو کہیں اور پایا نہیں جاتا۔ |

یہ کیفیت جب کہ آب وہوا کی ہے تو پھر یہاں کے ایمان افروز اور روح افزا اثر کا کیا پوچھنا کتب احادیث فضائل مدینہ طیبہ سے مالا مال ہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو ایسی عزت وعظمت عطا فرمائی کہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام گاہ ہونے کی کرامت اسی شہر کو بخشش فرمائی ؎

فرخندہ منزلے کہ در و کردۂ مقام[1]
خوش وادیٔ کہ سودہ سم براق تو

صاحب وفاء الوفا مدینہ طیبہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے کہ كَثْرَةُ الْأَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلَى شَرَفِ الْمُسَمّٰى یعنی ناموں کی کثرت مسمیٰ کے بزرگی پر دلیل ہے نوے سے زیادہ نام شمار کئے ہیں

---

[1] وہ منزل کتنی مبارک ہے کہ جس میں آپ نے قیام فرمایا ہے۔ وہ وادی کتنی عمدہ ہے جس میں آپ کے براق کے سموں کے نشانات تھے۔



پھر ہر ایک نام کی وجہ اور مناسبت بھی بیان کی ہے جس کے مطالعہ سے یہ امر روشن ہوجاتا ہے کہ برکاتِ مدینہ طیبہ کا احاطہ کرنے سے انسان عاجز ہے۔ اگر عقیدہ صحیح اور ادب کامل ہے تو انشاء اللہ آرزو اور حوصلہ سے اتنا زیادہ پائے گا کہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار[1]
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

کا حرف بحرف صادق آئے گا۔

سچ تو یہ ہے کہ یہاں کا ایک ایک ذرہ برکاتِ عظیمہ کا گنجینہ ہے لیکن بعض کو بعض پر یوں فضیلت حاصل ہے کہ کوئی مخصوص نسبت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس کی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اُن مخصوص مقامات کا علم زائر کے لئے سعادت ہے مبارک ہے۔ اس بیان میں سب سے پہلے مسجد نبوی اور قبر پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوگا۔ اس کے بعد مسجد قبا اور دیگر مساجد مدنی کی حاضری۔

**مسجد نبوی** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو ابتدا میں قیام قبا میں فرمایا جہاں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی گئی پھر چند روز بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا اور اُسی وقت سے مسجد کی تعمیر خام اینٹ سے شروع ہوگئی۔

اُس وقت مسجد ستر ہاتھ لانبی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی تھی۔ مسجد کی دیوار سات ہاتھ اونچی تھی کھجور کے تنے کا ستون تھا اور چھت کھجور کی شاخوں سے پاٹی گئی تھی۔ فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طول وعرض میں مسجد کو کچھ وسیع فرمایا اور اب مسجد نبوی سو ہاتھ طویل اور سو ہاتھ عریض ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مسجد نبوی میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ ہاں بعض ستون جو قابل تغیر ہوگئے تھے اُن کی جگہ

---

[1] نگاہ کی جھولی تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول زیادہ ہیں۔ پھول چننے والے کو اپنی تنگی داماں کی شکایت ہے۔

نے ستون کھجور کے تنے ہی کے نصب کردیئے لیکن امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں طول میں چالیس ہاتھ اور عرض میں بیس ہاتھ اضافہ فرمایا۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کی تعمیر ازسرِنو فرمائی۔ دیواریں بجائے خام اینٹ کے پتھر کی بنائی گئیں۔ کھجور کے تنے کی جگہ پھول دار پتھر کے ستون لگائے گئے اور چھت ساج اور آبنوس کی لکڑی سے طیار کی گئی۔

۸۸ھ ہجری میں ولید نے مسجد نبوی میں مشرق کی جانب بھی اضافہ کیا جنوب شمال اور مغرب میں تو بڑھنے کے لئے وسعت تھی لیکن شرقی سمت میں امہات المومنین کے مکانات تھے اور یہ مکانات اہل مدینہ کو بہت ہی عزیز و محبوب تھے۔ لیکن ولید نے ان مکانات کو خرید کر داخل مسجد نبوی کردیا۔ اس تعمیر میں مسجد چاروں طرف سے وسیع کی گئی۔ سنگ مرمر کے ستون نصب کئے اور چھت کی لکڑی سونے سے لیپ دی گئی۔

۱۶۰ھ میں خلیفہ بغداد مہدی عباسی نے مسجد کے صحن کو بڑھایا اور دونوں پہلوؤں پر صحن کے رواق یعنی دالان بنوائے۔

۸۸۶ھ ہجری میں مسجد پر بجلی کا صدمہ پہنچا اور ضرورت ازسرنو تعمیر کی ہوئی اُس وقت مصر کے سلطان قائتبائے نے تعمیر کی سعادت حاصل کی۔

ولید کی تعمیر دو کم سات سو برس تک قائم رہی اس طویل مدت میں مختلف سلاطین نے مرمت طلب حصص کی مرمت یا بعض حصے کی تزئین و وسعت البتہ کی ہے لیکن ازسرنو تعمیر ولید کے بعد قائتبائے ہی نے کی ہے۔

کچھ عرصہ بعد چھت کی لکڑی بوسیدہ ہوگئی اور تجدید سقف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت خاندان عثمان کا چشم و چراغ سلطان عبدالمجید خاں خادم الحرمین الشریفین تھا۔ اُس نے چھت میں لکڑی لگانا نامناسب خیال کیا۔ لہٰذا قائتبائے کی عمارت کو شہید کرکے ازسرنو تعمیر کی گئی۔ ہنوز تعمیر کا کام باقی تھا کہ سلطان عبدالمجید نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سلطان عبدالعزیز خاں تخت نشیں



ہوئے انھوں نے بھی اُسی حوصلے سے کام جاری رکھا تاآں کہ پندرہ برس میں یہ عمارت بن کر طیار ہوئی اس وقت وہی عمارت موجود ہے جسے خاندان عثمانیہ کے دو بادشاہوں نے یعنی سلطان عبدالمجید اور سلطان عبدالعزیز نے تعمیر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هٰذَا مَسْجِدِیْ وَمَا زِیْدَ مِنْهُ فَهُوَ مِنْهُ وَلَوْ بَلَغَ مَسْجِدِیْ صَنْعَاءَ یعنی یہ میری مسجد ہے اور اس میں جو اضافہ ہوگا وہ بھی اسی مسجد میں شامل ہوتا جائے گا۔ اگرچہ میری مسجد بڑھتے بڑھتے صنعا تک پہنچ جائے۔

## مسجد نبوی یا حرم مدنی کا اندرونی نقشہ

مسجد کی ساری عمارت سرخ پتھر کی ہے سنگی ستونوں پر چھت لداؤ کی ہے۔ کل تعداد ستونوں کی تین سو ستائیس ہے۔ جن میں سے بائیس ستون مقصورہ شریفہ کے اندر ہیں۔ ہر چہار سمت مسجد کے متعدد رواق یعنی دالان بنے ہوئے ہیں۔ صرف جنوب کی طرف جو سمت قبلہ ہے۔ بارہ دالان ہیں بقیہ ہر سہ اطراف میں کہیں دو اور کسی طرف تین۔ مسجد کا مسقف حصہ طول میں ایک سو چالیس گز اور عرض میں قریب بیاسی گز کے انگریزی گز سے ہے۔ صحن مبارک جسے حصو کہتے ہیں اس پیمائش میں داخل نہیں۔

**صحن مسجد** صحن مسجد میں سرخ پتھر کی باریک باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں۔ سنن ابو داؤد میں مروی ہے۔ عہد رسالت میں ایک شب بارش ہوئی چھت مسجد نبوی کی جو کھجور کی شاخوں سے پٹی تھی خوب ٹپکی یہاں تک کہ مسجد کا اندرونی فرش کیچڑ بن گیا۔ صحابہ کرام جب نماز کے لئے حاضر ہوئے تو جھولیوں میں کنکریاں بھر کر لائے اور اپنے اپنے نماز کی جگہ پر بچھالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا یہ حسن عمل پسند آیا اور آپ نے فرمایا "ما احسن ھٰذا" (یہ بہت ہی اچھی تدبیر ہے) فاروق اعظم نے اپنے زمانہ میں وادی عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھائیں اس وقت صحن میں کنکریاں[1] اُس تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔

---

[1] کنکریوں کے بجائے اب پختہ فرش بنادیا گیا ہے۔

**بعض ستونوں کی خصوصیات** مسجد نبوی کے ستون بلندی اور ضخامت میں تو یکساں ہیں لیکن بعض پر بعض صنعت تاریخی واقعات کا پتا بتاتی ہے۔ مثلاً :

(۱) جن ستونوں پر سات ہاتھ کی بلندی تک طلائی خطوط ہیں یہ علامت اس کی ہے کہ عہد رسالت میں مسجد کی بلندی سات ہاتھ تھی۔

(۲) بعض ستونوں پر طلائی خطوط کے علاوہ طلائی پھول بھی ہیں یہ مسجد کی اس حد کو بتاتے ہیں جو فتح خیبر کے قبل تھی۔

(۳) سادہ ستون ولید کے اضافہ کو بتاتے ہیں۔

(۴) جن ستونوں پر نیچے سے سات ہاتھ تک سنگ مروڑ لگایا گیا ہے اور ان پر طلائی نقش ونگار ہیں "جنت کی کیاری" کی حد بتاتے ہیں۔

(۵) بعض پر خاص خاص عبارت بھی مکتوب ہے مثلاً باب النبی کی طرف سے جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں تو بائیں ہاتھ پر دو تین ہاتھ کے فاصلہ پر تین گول گول پتھر زمین پر نصب نظر آتے ہیں۔ یہ نشان ہے کہ عہد رسالت میں مسجد کے عرض کی یہ حد تھی اسی جگہ سے نظر اٹھا کر داہنے ہاتھ کی طرف اگر دیکھا جائے تو آٹھویں ستون پر سنہرے حرف میں یہ لکھا نظر آئے گا کہ طول مسجد کا عہد رسالت میں اس قدر تھا ان دونوں کو دیکھ کر عہد رسالت میں جس قدر مسجد طول وعرض تھی یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔

غرض یہ کہ مسجد نبوی میں صنعت تعمیر کے علاوہ یہ خوبی بھی رکھی ہے کہ واقعات تاریخی کا بھی عمارت سے علم حاصل ہو جائے۔ لہ

**اسطوانات رحمت** اب ان آٹھ ستونوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنھیں اسطوانات رحمت کہتے ہیں اور جن کے پاس نماز ادا کرنا ماثور ومندوب ہے۔ ہر ستون پر اس کا نام مکتوب ہے اس لئے نشان پتا بتانے کی ضرورت نہیں مدینہ طیبہ کے معلم نہایت سہولت سے پہنچا دیں گے۔ وہاں پہنچ کر نماز ومناجات کی سعادت حاصل کرنا چاہیئے۔ ٹہ

---

لہ یہ بات معلوم ہونا مشکل ہے کہ کونسا حصہ کس زمانہ میں اور کب بنا تھا کیونکہ موجودہ حکومت نے جیسا کہ بعض ستونوں پر سیاہی پھیری ہوئی اور بعض کے حروف کھود کر ان میں پلستر بھر دیا ہے۔ ٹہ قارئین کرام کے استفادہ اور سہولت کے لئے کتابچے کے آخر میں نقشہ اسطوانات رحمت (ستونوں) کا نقشہ الگ بھی دے دیا گیا ہے۔ ناشر



**اسطوانۂ مخلقہ** منبر شریف بننے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے اور ستون حنانہ جس نے آپ کی جدائی پر نالہ وگریہ کیا تھا اسی جگہ پر تھا۔

**اسطوانۂ عائشہ** اس کا دوسرا نام اسطوانۃ القرعہ بھی ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد چودہ پندرہ روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج گانہ نماز کی امامت اسی ستون کے پاس فرمائی ہے۔ پھر امامت کے لئے آپ نے اس جگہ کو اختیار فرمایا جو اس وقت محراب النبی کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس ستون کی یوں نسبت ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان فی مسجدی لبقعۃ لو یعلم الناس ما صلوا الیہا الا ان تطیر لہم قرعۃ یعنی میری اس مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر وہاں پر نماز پڑھنے کی فضیلت ومقبولیت لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ پانے اور نماز ادا کرنے کے لئے لوگ قرعہ ڈالیں۔ بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس جگہ کا پتا بتایا اس وقت سے اس ستون کا نام اسطوانہ عائشہ ہو گیا۔

**اسطوانۂ توبہ** دوسرا نام اس کا اسطوانہ ابولبابہ ہے حضرت ابولبابہ جو اجل صحابہ میں ہیں انھوں نے دس روز سے زیادہ اپنے آپ کو ایک لغزش کے پاداش میں اس ستون سے باندھ رکھا تھا آخر وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست رحمت سے ابولبابہ کو کھولا۔

بعض روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ستون کے پاس نفل پڑھنا اور اعتکاف میں اس سے تکیہ لگانا بھی ثابت ہوتا ہے۔

**اسطوانۂ سریر** اس ستون کے پاس ہی کبھی کبھی اعتکاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کی بوریا بچھائی جاتی تھی اور آپ اس پر استراحت فرماتے تھے۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار جسم مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بورے کا نشان دیکھ کر

جب کہ گریہ فرمایا تھا وہ واقعہ اسی اسطوانہ کے پاس تھا۔

**اسطوانہ علی** حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اس ستون کے پاس نماز ادا فرماتے اور شب کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کی غرض سے اسی ستون کے پاس اس دریچہ سے مقابل ہو کر بیٹھتے جو دریچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھا۔ اسی دریچہ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تھے اسی مناسبت سے اس کا دوسرا نام اسطوانہ محرس اور اسطوانہ حراس بھی ہے۔ پہرہ کی خدمت علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دیگر اصحاب بھی انجام دیتے تھے جس کی نوبت ہوتی تھی وہ آتا اور اسی ستون کے پاس بیٹھ کر پہرہ دیتا۔

**اسطوانہ الوفود** اکناف و اطراف عرب سے جب وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تو آپ اکثر اسی ستون کے پاس وفود سے ملاقات فرماتے۔ علاوہ اس خاص موقع کے دیگر اوقات میں بھی اس ستون کے پاس تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام کی مجلس منعقد فرماتے۔

**اسطوانہ التہجد** اس ستون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

**اسطوانہ مربعۃ القبر** حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر اوقات اسی مقام پر وحی لے کر آتے تھے اس لئے اسے اسطوانہ جبرئیل بھی کہتے ہیں۔ اس ستون اور ستون وفود کے مابین صرف ایک ستون ہے۔[1]

متبرک ستونوں کے بعد اب دیگر مقدس مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

**محراب النبی** یہ وہ مقام ہے جہاں آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی ہے۔ موجودہ محراب سنگ مرمر کی ہے۔ جس پر بے مثل سونے کا کام ہے۔ محراب کی پیشانی پر یہ آیہ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۚ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

بانوئے راست پر "محراب النبی" اور بازوئے چپ پر "صلی اللہ علیہ وسلم" مکتوب ہے۔

**منبر شریف** موجودہ منبر سنگ رخام کا ہے۔ اس کے چودہ زینے ہیں سلطان مراد بن سلطان سلیم نے پیش کش کیا ہے۔ منبر ٹھیک اسی جگہ قائم کیا گیا ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تھا۔ اگرچہ

---

[1] یہ ستون اس وقت حجرہ شریفہ (جالی مبارک) کی تعمیر کے اندر آگیا ہے، باہر سے اس کی زیارت نہیں ہوتی (فضائل حج مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۷۵، مدینۃ الرسول مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۳۶)

نیچے کے زینے اصل جگہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن خطیب کے کھڑے ہونے کی جگہ وہی ہے۔

لبیب بک مصری نے جو سفرنامہ حلمی پاشا خدیو مصر کا لکھا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ ہم نے نماز جمعہ مسجد نبوی میں ادا کی۔ خطیب کو دیکھا کہ پہلے مقصورۂ شریفہ کی زیارت کی اور اس ادا سے کھڑا ہوا گویا خطبہ پڑھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اس کے بعد ترکی جبہ جسے قاووق ترکی میں اور عرب کو دا بان کہتے ہیں زیب تن کیا اور آغاؤں کے جھرمٹ میں منبر کے پاس آ کر زینے پر چڑھا۔ پھر داہنی جانب یعنی مقصورۂ شریفہ کی طرف جھکا اور نہایت ادب سے سلام کرنے کے بعد خطبہ شروع کیا۔

خطبہ میں احادیث کی جب تلاوت کرتا تو راویوں کے نام مسلسل روایت کرتا اور نام پاک کے موقع پر بجائے عن رسول اللہ یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "عن نبیکم ھذا" یعنی تمہارے اس پیغمبر سے روایت کرتے ہیں اور ہاتھ سے لفظ اس کا اشارہ مقصورہ شریفہ کی طرف کرتا۔ خطیب کے خطبہ کی فصاحت و بلاغت اور اس کے ادب و محبت کی ادائیں ایسا گہرا اثر پیدا کر رہی تھیں جو بیان میں آ نہیں سکتا۔[1]

**روضۃ الجنۃ** بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ دوسری روایت میں مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ اور تیسری میں بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَبَیْتِ عَائِشَۃَ مروی ہے یعنی جو حصہ مسجد کا میرے منبر اور میرے مکان کے درمیان ہے یہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

اہل مدینہ مسجد نبوی کے اس حصے کو "روضہ" کہتے ہیں۔

روضہ کے جنوبی سمت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے جس قدر اضافہ فرمایا تھا اسے پیتل کا جنگلہ روضہ سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اس جنگلہ کے پاس کلام پاک کے نسخے مطبوعہ اور قلمی دلائل الخیرات کے نسخے کثیر تعداد میں رکھے رہتے ہیں۔ زائرین روضہ میں داخل ہو کر تلاوت کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔[2]

---

[1] محبت و احترام کی یہ تمام ادائیں اب یکسر ختم کر دی گئی ہیں۔ [2] مخصوص عقائد کی بدولت اب مدینہ طیبہ کیا پورے سعودی عرب میں دلائل الخیرات اور اس نوعیت کی دوسری متبرک کتابیں پڑھنا اور رکھنا ممنوع ہیں۔

آدابِ حاضری دربارِ مدینہ

مکہ معظمہ سے طوافِ وداع کرتے ہی مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے آقا تمہارے سردار حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نہایت دلّاویز الفاظ میں تمہیں اپنے حضور میں حاضر ہونے کی رغبت دلاتے ہیں۔ ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے۔

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي یعنی جس نے حج تو ادا کیا مگر میری زیارت نہ کی تو بے شک اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

دوسری حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے حق میں میری شفاعت ضرور ہے۔

تیسری حدیث مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيٰوتِي یعنی جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے مجھے بقیدِ حیات دیکھا۔

چوتھی حدیث مَنْ زَارَ قَبْرِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيٰوتِي یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ رسالت میں جس طرح دیکھنے والوں کو نہ دیکھنے والوں پر فضیلت حاصل تھی اُسی طرح بعد آپ کے پردہ فرمانے کے جو مزارِ مقدس کی زیارت سے فائز ہوا وہ اس پر فضیلت رکھتا ہے جو مزارِ مطہر کی زیارت سے محروم رہا۔ اس کا یہ منشا نہیں کہ مزارِ مطہر کا زائر صحابی ہو گیا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح صحابہ کو شرفِ دیدار کا فضل اُن مسلمانوں پر حاصل تھا جو دیدار سے بہرہ یاب نہیں ہوئے تھے اُسی طرح زائر کو غیر زائر پر فضل حاصل ہے۔

پانچویں حدیث مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے خالص محض میری زیارت کا قصد کر کے حاضری دی وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہو گا۔[۱]

جانم فدائے دیدہ کہ روئے تو دیدہ است

قربانِ پاش شوم کہ بکویت رسیدہ است

---

۱؎ میری جان ان آنکھوں پر قربان جنھوں نے آپ کے رُخِ مقدس کی زیارت کی، میں اُن پاؤں پر قربان جو تیرے کوچہ میں پہنچے۔



مساجدِ متبرکہ کی حاضری

مسجد النبی اور مقصورۂ شریفہ پر حاضر ہونے کی سعادت جب حاصل ہو جائے تو مسجدِ قبا اور جنت البقیع اور اُحد کی زیارت کرو کہ سنت ہے۔ علاوہ مسجدِ قبا کے کچھ اور مساجد ہیں[۱] جن کی حاضری برکت سے خالی نہیں۔ زمانہ مہلت دے تو ان مساجد میں بھی حاضر ہو کر کم از کم دو رکعت نفل پڑھ کر دعا کرو۔

مسجدِ قبا

قبا مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے۔ ہجرت فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اسی محلہ میں چند روز تک قیام فرمایا۔ مدتِ قیام بعض روایت میں تین روز اور بعض میں چودہ دن مروی ہے۔

اسی مختصر زمانۂ قیام میں آپ نے قبا میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھ کر جماعتِ صحابہ کے ساتھ تعمیر شروع فرما دی۔ قرآن کریم میں اس مسجد اور اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی فضیلت وارد ہے۔ احادیث شریفہ نے بھی برکات گوناگوں بتائے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں الصَّلٰوةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ كَعُمْرَةٍ[۲] یعنی مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا ثواب مثل عمرہ کے ثواب کے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر کے روز اکثر اور کبھی کبھی دوشنبہ کے روز اس مسجد میں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانۂ خلافت میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے مسجدِ قبا میں جاروب کشی فرماتے۔ پس اس مسجد میں سنیچر یا دوشنبہ کے روز حاضر ہو کر دو رکعت یا چار رکعت نفل ادا کرے اور یہ دعا مانگے۔

يَا صَرِيخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُفَرِّجَ كُرُوبِ الْمَكْرُوبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ[۳]

---

۱؎ مدینہ میں بہت سی مسجدیں آباد ہیں جن میں سے کئی زیادہ ۔۔۔ نبوی کی مسجد ان میں کوئی مسجد نہیں، بعد میں کئی بار تجدید ہو چکی، مگر جگہ وہی ہے۔ اس لیے برکت و رحمت سے خالی نہیں۔ (رہنمائے حج مطبوعہ ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

۲؎ یہ الفاظ مسجد کی محراب کے اوپر لکھے ہوئے ہیں۔ ۳؎ اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس اے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرنے والے اے رنج و الم میں مبتلا لوگوں کے مصائب دور کرنے والے، اے بے چین لوگوں کی دعا قبول کرنے والے، درود بھیج ہمارے آقا جناب محمد اور ان کی آل پر اور میری مصیبت اور غم دور کر جیسا کہ تو نے اپنے رسول سے اس مقام میں غم و اندوہ دور فرمایا، اے مہربان اے کرم کرنے والے، اے بے شمار احسان فرمانے والے، اے ہمیشہ بھلائی فرمانے والے، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

مسجد جمعہ | اس مسجد کے دو اور نام ہیں مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ۔ یہ مسجد مدینہ شریف سے قبا جاتے ہوئے راستہ میں ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ بروز جمعہ تشریف لا رہے تھے قبیلۂ بنی سالم بن عوف میں پہنچے کہ نماز جمعہ کا وقت آ گیا آپ نے اسی جگہ پر نماز جمعہ ادا فرمائی۔ بنو سالم نے اس جگہ کو مسجد بنا لیا وہی مسجد مسجد الجمعہ[1] کہی جاتی ہے۔

مسجد الفضیخ | بفتح فا وکسر ضاد وسکون یا و خا معجمہ اس کا دوسرا نام مسجد الشمس ہے۔ بنو نضیر یہودیوں کا جب آپ نے محاصرہ فرمایا تھا تو اسی جگہ سے قریب آپ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ چھ روز تک آپ نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی۔ یہ مسجد بلندی پر سیاہ پتھروں کی بنیاد پر شکل مربع بغیر چھت کے مسجد قبا سے مشرق کی جانب[2] واقع ہے۔

مسجد ماریہ قبطیہ | ماریہ قبطیہ حضرت سیدنا ابراہیم ابن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اس جگہ ماریہ قبطیہ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا اسی جگہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی ولادت ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف لے جاتے تو اس باغ کے ایک حصہ میں نماز ادا فرماتے۔ یہ مسجد[3] شمال کی طرف مسجد بنو قریظہ سے واقع ہے۔ شکل اس کی بھی احاطہ کی ہے اور بغیر چھت کے ہے۔

مسجد بنو ظفر | اس مسجد کا دوسرا نام بغلہ ہے اور عوام اسے سفرہ پیغمبر کہتے ہیں جنت البقیع کے اس راہ سے جہاں قبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا ہے مشرق میں واقع ہے۔

ایک بار چند اصحاب مثل ابن مسعود اور معاذ ابن جبل وغیرہ کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ظفر کے گھر تشریف لے گئے اور نماز نفل ادا فرمائی۔ بنو ظفر نے آپ کے مصلے کو مسجد بنا لیا۔[4]

اس مسجد کے پاس ایک پتھر ہے اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ آپ نے اس پتھر پر نشست فرمائی ہے اور قاری سے قرآن پاک کا استماع فرمایا ہے۔ اس پتھر کی یہ خاصیت بیان کی جاتی

---

[1] قبیلہ بنی سالم کی دوسری مسجد (جو مسجد جمعہ سے بڑی تھی) کا نام مسجد کبیر آیا ہے۔ [2] اب یہ مسجد (چھوٹی سی ایک گنبد والی) نہایت پختہ اور خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کے گرد اب کوئی آبادی نہیں ہے۔ (سفرنامہ ارض القرآن مطبوعہ ۱۹۸۲ء) کچھ چند فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ اور آج بھی اس جگہ ایک چھوٹی چہار دیواری ہے۔
[3] یہ مبارک مسجد، مسجد ابراہیم اور مسجد مشربہ ام ابراہیم کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔
[4] اس مسجد مبارک کو ابوجعفر منصور مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ) نے سنہ ۶۳۲ھ میں تعمیر کرایا (آثار المدینہ، ص ۱۳۴)

ہے کہ اگر بانجھ عورت اس پر بیٹھے تو اس کی برکت سے حاملہ ہو۔

مسجد الاجابہ | جنت البقیع کے شمال جانب یہ مسجد بلندی پر واقع ہے۔ بنو معاویہ[1] جو ایک قبیلہ اوس کا ہے یہ مسجد ان کی ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مع جماعت اصحاب اس مسجد پر ہوا آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔

مسجد البقیع | مشہد عقیل رضی اللہ عنہ سے غربی جانب واقع ہے۔ اسے مسجد ابی بن کعب بھی کہتے ہیں۔ جنت البقیع کے دروازہ سے باہر آنے والے کو اپنے سیدھے ہاتھ پر یہ مسجد ملے گی۔

مسجد طریق السافلہ | اس کا دوسرا نام مسجد ابوذر غفاری ہے۔ یہ سید الشہدا حضرت حمزہ کے مزار مقدس کو جو راستہ گیا ہے اس راستہ پر چھوٹی سی آٹھ ہاتھ کی مسجد[2] ہے۔ اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی ہے۔ اسی مقام پر آپ کو امت کے حق میں یہ مژدہ دیا گیا کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر درود بھیجے گا اس پر میں درود بھیجوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مژدہ پر بہت ہی طویل سجدہ شکر ادا فرمایا۔

مصلی عید | مدینہ سے باہر غربی جانب یہ عیدگاہ واقع ہے۔ عیدین کی نماز اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔[3]

مسجد ابوبکر | عیدگاہ سے شمال کی جانب ایک مسجد ہے۔ بعض روایات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس جگہ نفل پڑھنا اور بعض میں اپنے زمانۂ خلافت میں نماز عیدین ادا کرنا مروی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابتدا میں جب کہ مسلمان بہت تھوڑے تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عید اسی جگہ ادا فرمائی تھی۔

مسجد علی | عیدگاہ سے قریب یہ ایک وسیع مسجد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مکان کو چھوڑ کر اسی جگہ سکونت پذیر ہوئے اور نماز عید اسی جگہ ادا فرمائی۔ عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانہ میں ان تینوں مقاموں کو تعمیری شکل میں لائے۔

---

[1] قبیلہ کی نسبت سے اسے مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں۔ اور مسجد اجابہ کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ [2] اس لئے بعض کتب میں اس کو مسجد صغیر بھی لکھا ہے۔ [3] مسجد مصلی یا مسجد مصلی العید اس کا دوسرا نام مسجد غمامہ ہے اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل نے سایہ کیا۔ اس مسجد میں عیدین کی نماز بارہویں صدی ہجری تک تسلسل کے ساتھ ہوتی رہی اور اب عید کی نماز مسجد نبوی میں ہوتی ہے۔ مسجد غمامہ اسی جگہ ہے جو دو فرمان سلطان عبدالمجید خان (۱۲۵۵ تا ۱۲۷۷ھ) کی تعمیر کرایا ہوا ہے۔ — مسجد عمر اس مسجد کے قریب ہے۔

**مسجد الفتح** | اس مسجد کا مسجد الاحزاب اور مسجد اعلیٰ بھی نام ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر تین دن مسلسل دوشنبہ، سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر فتح پانے کی دعا فرمائی۔ چہار شنبہ کے روز قبول دعا کی ایسی بشارت ملی کہ چہرۂ نورانی سے آثار مسرت نمایاں ہوگئے تھے تفصیل کے لئے فتح القدیر اور مسند امام احمد دیکھو۔

جبل سلع کے غربی جانب ایک بلند قطعہ پر یہ مسجد واقع ہے اسی کے قریب تین اور مسجدیں ہیں مسجد ابوبکر، مسجد علی اور مسجد سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان اصحاب کی طرف ان مساجد کی نسبت کیوں ہے اس کی وجہ مجھے معلوم نہ ہو سکی لیکن ان تینوں مسجدوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ عام طور پر ان مساجد کو مساجد اربعہ[۱] کہتے ہیں۔

**مسجد بنی حرام** | مدینہ منورہ سے مسجد فتح جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر یہ مسجد پڑے گی یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور اس مسجد کے پاس ایک غار ہے جسے کہف بنو حرام کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف رکھی تھی[۲] اور جبرئیل امین اسی غار میں یہ وحی لائے کہ طُوبٰی لَكَ لَا اَفْعَلُ بِاُمَّتِكَ اَمْرًا يَكُوْنُ مَكْرُوْهًا لَكَ

**مسجد القبلتین** | مسجد فتح سے غربی جانب وادی عقیق سے قریب واقع ہے۔ اس مسجد میں دو محرابیں ہیں ایک کعبہ کی طرف دوسری بیت المقدس کی طرف یہ مسجد تحویل قبلہ کا نمونہ ہے اس لئے اس کا نام مسجد قبلتین ہے۔[۱]

**مسجد ذباب** | اس کا دوسرا نام مسجد الرایہ ہے جبل سلع کے شرقی جانب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک جاتے ہوئے یہاں ٹھیرے اور نماز ادا فرمائی۔

**مسجد السقیا** | اس جگہ آپ نے نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ کے پیمانے مد اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی۔ مکہ معظمہ سے آنے والا قافلہ جب مدینہ طیبہ سے اس قدر قریب پہنچ جاتا ہے کہ سواد شہر

---

۱؎ تعیین الحج والزیارۃ (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء) میں مدینہ طیبہ اور اس کے قرب وجوار کی مساجد کے تحت لکھا ہے کہ : غزوۂ احزاب میں یہ حضرات ان مقامات پر نماز پڑھتے رہے ہیں ۔۔۔ ان مقامات پر حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۱ھ تا ۱۰۱ھ) نے یادگار کے طور پر مساجد تعمیر کروا دیں۔" ۲؎ مسجد فتح کے قریب ہی جنوب میں پہاڑ کے دامن میں دو مزید چھوٹی چھوٹی مساجد ہیں جو حضرت عمر اور سعد بن معاذ کے ناموں سے منسوب ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بغیر چھت کے مسجد حضرت سیدہ فاطمہ کے نام سے منسوب ہے اسی طرح مسجد الفتح سمیت یہ سات مساجد ہو جاتی ہیں شاید اسی وجہ سے اب وہاں ایک بورڈ مساجد سبعہ لکھ کر لگا دیا گیا ہے۔
۳؎ ترکوں نے اپنے اظہار عقیدت اور اسلام کے ابتدائی آثار و تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے قبا کا وہ راستہ بھی رہنے دیا جس کے ذریعے حضور سید عالم اندر تشریف لے گئے تھے اور دوسرا راستہ بھی بنا دیا۔ غالباً ۱۹۸۷ء میں سعودی حکومت نے (راقم) صفحہ آئندہ



شروع ہوجاتا ہے تو سب سے پہلے اسی مسجد کی زیارت کا شرف حاصل کرتا ہے۔

**جنۃ البقیع** | یہ مدینہ طیبہ کا نہایت ہی بابرکت گورستان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہاں تشریف لاتے اور اہل بقیع کے لئے دعائیں فرماتے۔ حضور کا تشریف لانا کبھی رات میں ہوتا اور کبھی دن میں علاوہ ازیں بعض قبروں پر حضور نے اپنے دست رحمت سے مٹی ڈال کر خود ہی پانی کا چھڑکاؤ فرمایا ہے۔ مثلاً قبر سیدنا ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت فاطمہ بنت اسد جو مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ ہیں ان کی لحد حضور نے اپنے دست پاک سے کھودی اور دفن کرنے سے پہلے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لیٹ کر تلاوت کلام مجید کی فرمائی پھر اپنی قمیص مقدس ان کے کفن میں رکھی تاکہ ایک تبرک اس جگہ ہمیشہ باقی رہے۔

دس ہزار ایسے اصحاب کرام جن کی جلالت وکرامت معروف تھی اس مقبرہ میں آرام فرما ہیں اور بعض تو وہ ہیں جو جماعت صحابہ میں آفتاب و ماہتاب ہیں مثلاً خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت عباس ابن عبد المطلب، عبد الرحمٰن ابن عوف، عثمان بن مظعون، عبد اللہ ابن مسعود، امام حسن ابن علی، عبد اللہ بن جعفر، سعد ابن معاذ، ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عائشہ، حضرت صفیہ، حضرت رقیہ، حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہن اجمعین صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اہل بقیع میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان سب کے چہرے ایسے روشن و منور ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

اگر ہو سکے تو ہر روز[۲] ورنہ جمعہ کے روز ادب و وقار کے ساتھ یہاں آؤ پہلے سلام کہو

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَقِيْعِ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔[۳]

---

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) اسے ختم کر دیا۔ (مدینۃ الرسول مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۲۵۷) ۱؎ مسجد قبلتین مدینہ طیبہ سے شمال مغرب میں ۶ کلومیٹر دور وادی کے فاصلے پر ہے بیت المقدس کے رخ والی محراب اب توڑ دی گئی ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کی عمارت بھی یہاں سے بالکل سامنے دکھائی دیتی ہے۔
۲؎ لیکن خیال رہے کہ جنت البقیع کو آج کل بالعموم مقفل رکھا جاتا ہے (روزنامہ دقائق لاہور ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ صفحہ آخر کالم ۴۔ مضمون : مصطفےٰ صادق) نوٹ: نقشہ جنت البقیع کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)
۳؎ اے اہل بقیع آپ پر سلام ہو آپ ہم سے آگے جا چکے ہیں، اور ہم بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً ہم آپ سے ملنے والے ہیں۔

اب گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھکر اس کا ثواب اہل بقیع کو ہدیہ بھیجو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص مقبرہ میں گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھکر اہل مقبرہ کی ارواح کو ہدیہ بھیجتا ہے تو رب کریم اُسے اجر اتنا دیتا ہے جس تعداد میں میت وہاں آسودہ ہیں سلام و ایصال ثواب میں جمیع آل و اصحاب اور مومنین کا جو بقیع میں آسودہ ہیں قصد کرو۔

**جبل احد** نفس اس پہاڑ کی زیارت بھی مستحب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پہاڑ محبوب تھا آپ نے اس کے حق میں فرمایا ہے اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ یعنی احد پہاڑ ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس پہاڑ کو تمیز عطا فرمائی ہے اس لئے یہ پہاڑ حبیب رب العالمین کو محبوب رکھتا تھا۔

مبارک منزلے[1] کاں خانہ را ماہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

**زیارت وداع** اب جب کہ وطن کا عزم ہو سامان سفر سے فارغ ہو کر سواری پر سوار ہونے سے پہلے اُس کریم رؤف و رحیم کے آستانہ پاک پر حاضر ہو اور مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو

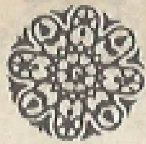
اگر خیریت[2] دنیا و عقبےٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

مسجد نبوی میں حاضر ہو دو رکعت نفل محراب النبی کے پاس یا اُس سے قریب پڑھکر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے حجرہ شریفہ پر حاضر ہو پہلے اپنے آقا سید الانبیاء پر سلام و صلوٰۃ عرض کرو سلام کا وہی طریقہ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے عمل میں لاؤ۔ پھر اپنے لئے اپنے بزرگوں اور عزیزوں کے لئے حصول سعادت کونین کی دعا مانگو پھر اللہ تعالیٰ سے وطن عافیت و سلامت کے ساتھ پہنچنے کی دعا کرو اب یہ دعا مانگ کر انہیں آداب کے ساتھ جو سفر کے لئے بتائے گئے روانہ ہو جاؤ

---

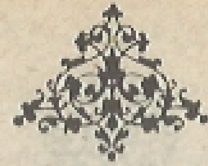
۱۔ وہ منزل کتنی مبارک ہے کہ اُس میں ایسے محبوب کا قیام ہو اور وہ سلطنت کتنی خوش بخت ہے کہ اُس میں ایک عرصہ ایسا شہنشاہ رہا ہو۔

۲۔ اگر تو دنیا اور آخرت میں خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو اُس کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہے مانگ۔



سدا تازہ ہے گلزارِ مدینہ
گُلِ گلزار ہے خارِ مدینہ
محیطِ سرزمیں ہیں مثلِ خورشید
بشرق و غرب انوارِ مدینہ
بڑی سرکار ہے سرکارِ طیبہ
بڑا دربار ، دربارِ مدینہ
یہ جسم زار گو لاہور میں ہے
مگر ہے روح زوّارِ مدینہ
مرا مطلوب ہے محبوبِ مکہ
مرا دلبر ہے دلدارِ مدینہ
عزیزو ، کس جگہ جاکر شفا پائے
جو ہو بیمار ، بیمارِ مدینہ
مری ہو جائیں روشن دل کی آنکھیں
اگر حاصل ہو دیدارِ مدینہ
شرف شاہوں سے رکھتا ہے زیادہ
گدائے کوئے و بازارِ مدینہ

مفتی غلام سرور لاہوریؒ



عجب شان سے جلوہ گر ہے مدینہ
نظاروں کی حدِ نظر ہے مدینہ

نہ تشبیہِ صادق، نہ تمثیل برحق
بہشتوں کی نوعِ دگر ہے مدینہ

ابھی جی تصوّر سے بہلا رہا ہوں
ابھی مستعارِ نظر ہے مدینہ

تڑپتی مُرادو، مچلتی اُمیدو!
ٹھہر جاؤ، نزدیک تر ہے مدینہ

بہارِ نگارِ عرب دیکھتا ہوں
بساطِ نشاطِ نظر ہے مدینہ

یہ جذبِ تصوّر، یہ تصویرِ دلکش
مدینہ نہیں ہے مگر ہے مدینہ

وہ تلخی نہیں تلخ لمحوں میں اسعدؔ
عجب نامِ شیریں اثر ہے مدینہ

(صدیق حسن، اسعدؔ شاہجہانپوری)



# مدینۃ الرسول ﷺ — سرزمینِ محبت

خلیل احمد نوری (بی اے)

مدینہ منورہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مسکن ہے۔ قسامِ حقیقی اور معطیٔ برحق جلّ شانہٗ کی عطاؤں کا مرکز و منبع ہے۔ رحمتوں اور برکتوں کا مخزن، خلاقِ عالم کی انوار و تجلیاتِ خصوصی کا حامل اور اہلِ ایمان کا ملجا و ماویٰ اور مطلوب و مقصود ہے۔ اس شہرِ مقدس کو ان گنت اوصاف و کمالات سے نوازا گیا ہے۔ بعض محاسن ایسے بھی ہیں جنہیں اس شہر کے خواص کا درجہ حاصل ہے کہ ان خوبیوں کے لحاظ سے مدینہ طیبہ دنیا کے تمام بلاد و امصار میں سربرآوردہ ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس خطۂ ارضی کے ذرات اور غبار کو خطرناک بیماریوں تک کے لیے باعثِ شفا فرمایا، اسلام کا قبہ، ایمان کا گھر بلکہ مجسّم ایمان ہونے کا اعزاز بخشا۔

اس خطۂ پاک کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہ عشق و محبت کی سرزمین ہے، یہاں محبت کے پھول کھلتے ہیں، اُلفت و مودّت کے سوتے پھوٹتے ہیں، دلبستگی و وارفتگی کے سامان کی ارزانی و فراوانی ہوتی ہے — زائرِ مدینہ کا ہر قدم بہشت بریں میں ٹکتا ہے، رأفت و رحمت اس سے گلے ملتی ہے، گوشے گوشے اور ذرّے ذرّے سے اپنائیت اور چاہت کی مہکار آتی ہے، روح و قلب کو چاشنی اور شیرینی عطا ہوتی ہے اور اذہان عشقِ لازوال کی دولت سے معمور ہو جاتے ہیں۔

مدینہ طیبہ محبّتوں اور چاہتوں کا مرکز و محور ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی شہر کا تذکرہ تاریخ کے سینوں میں اتنی جگہ نہیں پا سکا جتنا اس شہرِ محترم کا، اور کسی شہر کے اتنے زیادہ نام نہیں جتنے اس ارضِ مقدس کے ہیں — عاشقانِ ...

نے اس خطۂ پاک کے اشجار و احجار تک کی تاریخ قلمبند کی، یہاں کے لیل و نہار کو موضوعِ سخن بنایا، موسموں اور فضاؤں کے تذکار سے اپنے قلم کو تابندگی عطا کی، میدانوں اور شاہراہوں کے قصیدے لکھے، مساجد و مقابرِ مدینہ پر کتب چھپیں، وہاں کے کنوؤں اور باغوں کی خصوصیات کو گنوایا گیا، اس شہرِ ابد قرار کی کتب، لائبریریاں، ہوٹل، دکانیں، مدارس اور شفا خانے، بازار اور گلیاں زیرِ بحث لائی گئیں، وادیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر طول طویل مقالے سپردِ قلم کیے گئے۔ وہاں کے رہنے والے علما و فقہا، زہاد و مجتہدین اور رقاصیوں کے احوال و آثار کو اوراق و صدور کی زینت بنایا گیا۔ یہاں تک کہ وہاں کے رہنے والے سگانِ محترم پر ابواب باندھے گئے اور عشق و محبت کی ریت بنھائی گئی۔

---

تاریخِ اسلام میں جھانک کر دیکھیں تو یہ خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ خلاقِ عالم نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو روزِ اوّل ہی سے دولتِ عشق و محبت سے مالا مال فرما دیا تھا اور محبت کی اس فراوانی کا نتیجہ تھا کہ مدینۂ عالیہ نبیِ آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقامِ ہجرت اور مسکن قرار پایا۔ اسی محبت کی اثر انگیزی کی کارفرمائی ہے جس نے اہلِ مدینہ کو میزبانِ رسولؐ کا شرف عطا کر کے اُن بلندیوں اور سرفرازیوں سے بہرہ ور کر دیا جن کے سامنے اس وسیع و عریض کائنات کے سب فراز، نشیب ہیں۔

داعیِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ حق کے آغاز میں تین شہروں کو امتحان میں ڈالا ـــــ مکہ، طائف اور یثرب ـــــ اہلِ مکہ نے جس ہٹ دھرمی اور ضد و عناد کا مظاہرہ کیا، رسولِ اکرمؐ اور اصحابِ رسولؐ پر جس قدر آلام و مصائب ڈھائے، وہ تاریخِ انسانی کا ایک المناک باب ہے۔ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے، سب و شتم کا بازار گرم کیا، حالتِ سجدہ میں پُشتِ انور پر اُونٹ کا غلیظ اوجھڑ لادا، گلے میں پٹکا ڈال کر گھونٹا، کوسنے دیئے، تضحیک کی، استہزا اور طنز کے تیر برسائے، قتل کے منصوبے بنائے، گھر اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، جنگیں کیں اور اپنی جسمانی، مالی، فکری اور ذہنی قوتوں کو آپؐ کی دلآزاری کے لیے وقف کر دیا۔

اور اہلِ طائف ـــــ؟ اس شہر میں نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دورہ جتنا مختصر تھا، اہلِ طائف کا سلوک اتنا ہی اندوہناک تھا ـــــ آپؐ سب سے قبل طائف کے تین با اثر اور معزز بھائیوں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس پہنچے۔ دعوتِ حق کے جواب میں بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک نے کہا "میں کعبے کے سامنے داڑھی منڈوا دوں گا، اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے رسول بنایا ہو۔" دوسرا شقاوت سے بولا "تجھے تو سواری بھی میسر نہیں، کیا خدا کو تیرے سوا رسول بنانے کے لیے کوئی اور نہیں ملا تھا" تیسرے نے کٹ حجتی سے کہا "تیرے بقول اگر تو واقعی رسول ہے تو تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا کیونکہ اگر تیرے کلام کو رد کر دوں تو غلط ہوگا اور اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو تجھ سے بات کرنا ویسے ہی مناسب نہیں۔" اور پھر آپؐ کے وعظ کے جواب میں گالیوں، تالیوں اور قہقہوں کے ساتھ ساتھ دو تین میل تک اتنی شدید سنگ باری کی کہ اہلِ مکہ کی شقاوت اور جبر و تشدد کی سابقہ تاریخ کو بھی مات کر دیا۔ یہاں تک کہ فرشتے نے حاضرِ خدمت ہو کر اہلِ طائف کی بربادی کی اجازت طلب کی۔

---

اس کے برعکس تیسرا گروہ اہلِ یثرب کا تھا جن کا خمیر ہی محبت سے گندھا تھا۔ ان کے قلب و دماغ کو، اعضا و جوارح اور رگ و ریشہ کو شاید عشق کی فضاؤں میں بسایا گیا تھا، ان کی نس نس میں عقیدت و اطاعتِ رسولِ اکرمؐ کی تجلیاں بسی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ باقی دونوں شہروں کے رہنے والوں کے برعکس وفاشعاری، فدکاری اور ایثار و قربانی کے مجسمے بنے رہے اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ملاقات اور پہلی گفتگو میں بھی تعظیم و احترامِ رسالت کے کسی پہلو کو مجروح نہیں ہونے دیا۔

تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ جس سرفرازی اور عظمت کی جس معراج کو اہلِ مکہ اور اہلِ طائف نے استحقار سے ٹھکرا دیا تھا، اس کے حصول کے لیے اہلِ یثرب خود بانہ

درخواست لے کر آئے۔ والیٔ کونین کو اپنے ہاں لے جانے کا اور ہر طرح کی ذمہ داری کا بیڑا اُٹھانے کا عہد کیا جسے بیعتِ عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ یہی عہدِ وفا آئندہ جا کر اسلام کے ہر اقبال اور عروج کا مبدا بنا۔ اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے، اُنہوں نے اہلِ یثرب کو ان کی پیشکش کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں، ہم دشمنوں کے مقابلے میں برابر ان کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں، اگر مرتے دم تک ساتھ دے سکو تو بہتر، ورنہ ابھی جواب دے دو۔"

اہلِ یثرب میں سے کسی صاحب نے کہا بھی کہ یہ عہد و پیمان ہر کسی کو لڑائی کی دعوت دینے کے مترادف ہے؛ مگر ازل کے سعادت مندوں کو کوئی خطرہ بھی ہراساں نہ کر سکا۔ اُنہوں نے صرف اس خواہش کا اظہار کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپؐ کو اقتدار اور قوت و طاقت مل جائے تو آپ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ یوں، اہلِ یثرب نے اپنی محبت و ارادت کے اس سلوک کے جواب میں بھی یہی چاہا کہ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کسی طرح اُنہیں جدائی کے عذاب میں نہ ڈالیں" اور بس۔ گویا آقا علیہ السلام والصلوٰۃ کی محبت اُن لوگوں کی طبائع اور نفوس میں رچ بس چکی تھی اور انہیں یہ گوارا ہی نہ تھا کہ زندگی کی کسی ساعت میں محبوبِ خدا ہم سے جدا ہو جائیں۔ نبیٔ رحمت و رأفت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے متوالوں اور جانثار عاشقوں کو تسلی اور تشفی دی اور فرمایا: "تمہارا خون میرا خون ہے، تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔" ایک روایت میں ہے، فرمایا کہ "میرا جینا اور میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔"

اہلِ یثرب کی محبت کو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفقت و رحمت پر اعتماد تھا۔ جب آقاؐ نے اِن اہلِ محبت کو اپنانے اور مستقلاً اپنانے کی نوید سنادی تو ان کی مسرتوں کا ٹھکانا نہ رہا۔ اُنہوں نے اپنے رؤف و رحیم آقاؐ کو اپنا لیا اور کسی مشکل کو خاطر میں نہ لائے۔

وفد نے واپس جا کر سب اہلِ یثرب کو یہ مژدۂ جانفزا سنا دیا۔ اب ہر فرد دوسرے کو بتاتا پھرتا تھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اہلِ یثرب مسرتوں سے معمور ہو کر اپنے مطلوب و محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ وہ اپنی آنکھوں کو فرشِ راہ کیے ہر روز پہاڑیوں پر آ بیٹھتے، جب دھوپ ناقابلِ برداشت ہو جاتی تو مایوس ہو کر لوٹ جاتے۔ ایک روز واپس جانے کو پلٹے ہی تھے کہ ایک یہودی نے آواز دی "اے اہلِ عرب! لو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آگیا۔" بس پھر کیا تھا، پورا شہرِ عشق و لطاعت اور جذب و مستی سے بے خود ہو کر اُمڈ پڑا۔ انصار ہتھیار پہن کر، سج دھج کر نکلے، دنیائے دل کو آقاؐ کے قدموں میں نچھاور کر دیا اور فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی، نظریں مخمور تھیں اور چہروں پر شگفتگی کھل رہی تھی۔ یثرب کی ساری آبادی میں جشنِ مسرت کا سماں تھا، زمین و آسمان کے درمیان کسی کو مسرت و ابتہاج کی دولتِ بے پایاں سے اس قدر نہ نوازا گیا ہوگا جتنا اُس روز اہلِ یثرب کو۔ باپردہ خواتین انتہائے شوق میں بے تابانہ نکل پڑیں اور چھتوں پر کھڑی ہو کر یہ تاریخی اشعار گانے لگیں:

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا   ما دعا للّٰہ داع

اور بنو نجار کی بچیاں یہ پڑھ رہی تھیں:

نحن جوار من بنی نجار
یا حبذا محمداً من جار

(ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ ہم کتنی خوش نصیب ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمارے ہمسائے ہیں)

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ان بچیوں کے قریب سے گزرے تو آگے بڑھ کر دریافت فرمایا کہ "اے بچیو! کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟" سب نے کہا "جی ہاں، ہمیں آپؐ سے پیار ہے۔" فرمایا "میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔"

مکّہ اور طائف کے مقابلے میں یہ کیسا شہر تھا کہ اس کا ہر ذرہ حضورؐ کی قدم بوسی کو

ہُمکتا نظر آتا تھا، یہ کیسے لوگ تھے کہ بچھے جا رہے تھے، یہ کیسی فضائیں تھیں کہ ان میں والہانہ نثار ہو جانے کی کیفیتیں تھیں، یہ کیسی دنیا تھی کہ بچھا ور ہو رہی تھی، یہ کیسی آبادی تھی کہ محبت کو معنی دے رہی تھی۔

سب سے پہلے عتبان بن مالک اور عباس بن عبادہ بن فضلہ خزرجی نے درخواست کی کہ انہیں میزبانی کا شرف بخشا جائے۔ رسول معظم علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا "میری اونٹنی مامور من اللہ ہے، اس کا راستہ چھوڑ دیجئے۔" آگے بڑھے تو بنی بیاضہ (خزرج) کے محلہ داروں میں سے زیاد اور فروہ بن عمرو نے یہی مدعا پیش کیا۔ پھر بنی ساعدہ کی جانب سے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو نے، بنی حارث کی طرف سے سعد بن ربیع، خارجہ بن زید اور عبداللہ بن رواحہ نے یکے بعد دیگرے جاں سپاری اور وارفتگی کا یقین دلاتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں مگر آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ میری ناقہ کو علم ہے کہ میرا قیام کہاں ہوگا۔ تا آنکہ آپ کی سواری حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور یہ سعادت ان کے حصے میں آئی۔

دعوتِ اسلام کے جواب میں اہلِ مکہ و طائف کی تُندی اور شقاوت کو ذہن میں رکھیں اور اہلِ یثرب کے عشق و وفا اور اطاعت شعاری کی سرگزشت کو یاد کریں تو وجدان جھوم جھوم جاتا ہے کہ کس طرح انصارِ مدینہ نے اُس سعادت اور فیروز بختی کو اپنے ماتھے کا جھومر بنا لیا تھا جسے طائف اور مکہ کے کفار کی بد نصیبی نے اپنانے نہ دیا تھا۔ یقیناً یہ طبائع کی راستی، نفوس کے شریف اور محبت سرشت ہونے کا نتیجہ تھا جس نے اُنہیں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفا کیشوں کا سرخیل بنا دیا۔

ہجرت کا یہ واقعہ دلوں کی تسخیر کا حیرت انگیز واقعہ تھا، وفا شعاریوں کا بے مثال نمونہ تھا، نیاز مندیوں اور عقیدتوں کا شاندار مظاہرہ تھا ــــــ ایسا واقعہ جس کا مقابلہ نہ تو بدر و حنین کی مثالی فتوحات کر سکتی تھیں اور نہ فتحِ مکہ کا جشنِ مسرت۔ یہ سب کامرانیاں اور کامیابیاں تو واقعۂ ہجرت کی مرہونِ منت تھیں۔ اسی لیے بعد میں صحابہ کرامؓ کے متفقہ فیصلے کے مطابق واقعۂ ہجرت کو سنِ تقویم کے طور پر رائج کیا گیا ــــــ



اقبال و سربلندی کے سب سے بڑے واقعے ہی کو قومیں اپنے سنِ تقویم کی بنیاد کے طور پر منتخب کرتی ہیں۔

---

عشق و محبت کی اس داستان میں ایک سنہری کڑی سلسلۂ مواخات ہے۔ حضور سیدِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں (مہاجرین) کے ساتھ اخوت و محبت کا جذبہ اس قدر مستحکم ہو چکا تھا کہ ہر انصاری صحابی نے اپنی آدھی متاع پر اپنے مہاجر بھائی کا حق تسلیم کر لیا۔ یہاں تک کہ سعدؓ بن ربیع نے اپنے مواخاتی بھائی سے یہ تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو پسند کر لیں، میں طلاق دے دیتا ہوں، عدت گزرنے پر شادی کر لینا۔ یہی حضرت سعدؓ ہیں جنھوں نے غزوۂ اُحد میں زخموں سے چور آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنی ساتھیوں کو تلقین کی "زندگی کی سانسوں میں کبھی بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فداکاری میں کمی آئی تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے، کیونکہ اس بات کا عہد لیلۃ القدر (بیعتِ عقبہ ثانیہ) میں کر چکے ہو۔"

انصار کی محبت و اُلفت کے اظہار کا ایک باب یہ بھی تھا کہ جب یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے اخراج پر زمینیں اور باغات قبضے میں آئے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ یہ املاک انصار میں تقسیم کر دی جائیں۔ مگر انصارؓ نے کہا کہ ہمارے کھیت اور نخلستان بھی مہاجرین کے پاس رہیں گے اور یہودیوں کی املاک بھی مہاجرین کی ملکیت میں دے دی جائیں۔

اہلِ مدینہ کی وفا شعاری اور خود سپردگی کا ایک عظیم مظاہرہ جنگِ بدر کے موقع پر حضرت سعدؓ بن معاذ کی وہ تقریر ہے جو اُنہوں نے حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کے سامنے کی اور کہا "آپ جس طرف چاہیں لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر سمندر بھی ہمارے سامنے آ جائے اور آپ ہمیں اس میں داخل ہونے کا حکم دیں تو ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہیں ہٹے گا، آپ ہمیں جنگ میں اُستوار اور پُختہ پائیں گے، اللہ نے چاہا تو کفار کے مقابل ہم ایسے

کارنامے دکھائیں گے، جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی"۔

یہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنگِ احزاب میں شدید زخمی ہو گئے تو دعا کی کہ "یا اللہ! اگر قریش اور ہمارے درمیان لڑائیاں جاری ہیں تو مجھے زندہ رکھ اور نہ مجھے شہادت عطا فرما۔ مجھے قریش ہی کے خلاف جہاد سب سے عزیز ہے، کیونکہ انہوں نے محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت دکھ اور اذیت دی"۔ حضرت سعدؓ کے اسی اخلاص محبت اور شیفتگی کا ثمرہ تھا کہ آپؓ کے وصال پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اھتز العرش الرحمٰن لموت سعد ابن معاذؓ" کہ سعد کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

ذاتِ محبوبؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلّق اور نسبت نے انصارؓ کے دلوں میں کائنات کی ہر چیز کی قدر و قیمت کم کر دی تھی تاہم جب جنگِ حنین کے مالِ غنیمت کو اہلِ مکہ میں بٹتا دیکھا اور مکہ والوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تالیفِ قلوب پر مبنی رویے کو ملاحظہ کیا تو سمجھے کہ آقاؐ اپنے آبائی شہر کو اپنے مستقل قیام کے لیے پسند فرما رہے ہیں۔ اس خیال نے اہلِ مدینہ (انصار) کے تن من میں بے کلی سی پیدا کر دی، ہجر و فراق کے تصوّر نے ان کے قلوب و اذہان کی دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، عشق و محبت میں ناکامی کا خیال بلائے مہیب بن کر سوار ہو گیا، دیدِ مصطفیٰؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لبریز صحبتیں اور صحبتِ سرکارؐ سے معمور شامیں چھنتی دکھائی دینے لگیں تو اس دل شکستگی اور پریشانی کے عالم میں نوجوان انصار کی زبانوں پر اہلِ مکہ سے احسانات خاص کے بارے میں معمولی سی بات آ گئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے، آپؐ نے انصار سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا "کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی؟ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق پیدا کیا؟ تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں دولت مند بنا دیا؟"

انصارؓ ان سوالوں کے جواب میں کہتے جاتے تھے "بے شک خدا اور رسولؐ



نے ہم پر احسان کیا"۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق و محبت کے رموز سے آشنا تھے، اپنے فدا کاروں اور شیدائیوں کی تاریخ سامنے تھی، اس لیے ان کی تسکین کے لیے شانِ کریمی سے ارشاد فرمایا "اے انصار! تم اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمدؐ، جب سب لوگوں نے تمہیں جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی، جب تمہیں گھر اور وطن سے نکال دیا گیا تو ہم نے تجھے پناہ دی، جب تم محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی ——— میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔ اے انصار! تم ہمارے شعار ہو، دوسرے لوگ دثار ہیں" (شعار کپڑے کی اس تہ کو کہتے ہیں جو براہِ راست جسم سے چمٹی ہوئی ہو اور دثار اوپر کی تہ کو کہتے ہیں) پھر نبیٔ رؤف و رحیمؐ نے انصار کو یوں دعا سے نوازا: "اے اللہ! انصار پر رحم کر، انصار کی اولاد پر رحم کر، انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم کر"۔ آخر میں انصار کو قرارِ جاں بخشتے ہوئے فرمایا "اے انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو"۔ اتنا سننا تھا کہ انصارؓ کے دل فرحت و شادمانی سے لبریز ہو گئے۔ ان کی فیروز بختی اور ارجمندی تو حصولِ محبوبؐ میں مضمر تھی اور اب منزل سامنے دیکھی تو جذبات کے تلاطم میں غلطاں ہو کر چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ "ہمیں صرف محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کافی ہیں"۔

---

سرزمینِ طیبہ عشق و محبت کی سرزمین ہے۔ خداوند قدوس جل شانہٗ نے اسے نہایت عنایت سے نوازا اور اپنے حبیب اور سب مخلوق کے محبوب و مطلوبؐ کی آرام گاہ کے طور پر منتخب فرمایا۔ اس ارضِ مقدس نے سیاحِ لامکاںؐ کے تلووں کو جی بھر کے چوما۔ خود سرورِ انس و جاں علیہ التحیۃ والثناء نے اس شہر کو احب البلاد (سب سے محبوب تر شہر) بنا دینے کی دعا فرمائی۔ اس شہر کو نزدیک پا کر اپنی سواری کو تیز فرماتے، اس شہر کو ہی میں اپنی قبر کو پسند فرمایا۔ مدینۂ عالیہ کے ایک پہاڑ کے لیے بطورِ خاص ارشاد فرمایا "یہ اُحد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"۔ حضرت

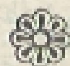
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ جل مجدہ سے اس شہر میں اپنی موت کی دعا۔ "اللّٰھُمَّ ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد حبیبک"۔ اس سرزمین کو عشق و وفا کا منبع و مرکز قرار دینا اس لیے بھی حقیقت کے قریب ہے کہ عشق و محبت کے واقعات جس قدر اس شہر محترم سے وابستہ ہیں کسی اور سے نہیں، عشاق کی جتنی تعداد نے مدینہ منورہ میں جنم لیا کہیں اور نہیں، جتنے عشاق اس سرزمین میں محو خواب ہیں وہ دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں —— تمام صحابہ رسول سچے عاشق تھے، ہر ایک کے عشق و محبت کا جدا جدا انداز تھا، فداکاری کا الگ الگ واقعہ تھا، ایثار و قربانی کی منفرد داستان تھی۔ اور بیشتر کا تعلق اسی خطہ ارضی سے ہے۔

---

اہل مدینہ کی محبت کا وہ تاریخی جذبہ جس کے شاندار اور اعلیٰ نمونے حیات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود رہے اور جن کی جانب احادیث و اقوال صحابہؓ نے ہمیں متوجہ کیا، وہ آج بھی برقرار ہیں اور دنیا کے ہر شہر سے فزوں تر ہیں۔ ایک دوست ہیں، چند سال قبل حج بیت اللہ سے واپس ہوئے تو ہم نے سفر حج کے متعلق دریافت کیا، کہنے لگے کیا بتاؤں؟ حضورؐ کا شہر تو مجھے ماں کا محلہ دکھائی دیا، ہر سمت اور چہار سو رحمت ہی رحمت، محبت ہی محبت اور جمال ہی جمال نظر آتا ہے۔ اور جب اہل مکہ کے بارے میں استفسار کیا تو بتایا کہ وہاں اللہ کا جلال ہے، ہیبت ہے، دبدبہ ہے اور اس جلال کا اثر اہل مکہ کے طرز عمل، گفتگو اور سلوک سے بھی ٹپکا پڑتا ہے۔

ایسی ہی روداد میرے برادر اکبر حاجی محمد عبدالمجید نوری نے گزشتہ سال سفر طیبہ سے واپسی پر بیان کی اور کہا کہ رمضان شریف کے چند ایام حرم رسولؐ میں گزارنے کی سعادت ملی۔ افطاری کے وقت اہل مدینہ اپنی روایتی اور تاریخی میزبانی کے مظاہرے کرتے، حرم نبویؐ میں جابجا دسترخوان بچھا کر مہمانان رسولؐ کو منت سماجت اور لجاجت سے اپنے دسترخوان پر بلاتے اور بعض اوقات رو رو کر اور ہاتھ جوڑ کر مجبور کرتے کہ چند لقمے اُن کے دسترخوان سے کھائیں۔ برادر اکبر بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری دو روزے حرم بیت اللہ شریف میں افطار کرنے کا شرف ملا۔ مگر اسے اتفاق کہیے یا کچھ اور کہ ہم حسب معمول ایک دسترخوان پر بلاتکلف جا بیٹھے تو صاحب خوان نے ہمیں بازو سے پکڑ کر اٹھا دیا۔

یہ صرف دو مثالیں ہیں ورنہ ہر زائر اور ہر مسافر حرمین اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سرزمین مرکز عشق و محبت ہے، اُلفت کی قدرتی اور فطری جلوہ گاہ ہے، وہاں قلب و روح پر کیف و نشاط اور سکون و طمانیت کی اس قدر پھوار پڑتی ہے کہ زائر مدینہ کا رواں رواں سرشار ہو جاتا ہے۔



---

جاں نواز و روح پرور ہے مدینے کی فضا
واہ کیا اللہ اکبر ہے مدینے کی فضا

ہر گلی میں چاند تارے مسکراتے ہیں یہاں
نورِ احمدؐ سے منور ہے مدینے کی فضا

گنبدِ خضرائے حضرتؐ کی ضیاافشانیاں
صاف گویا عرش منظر ہے مدینے کی فضا

جھومتی پھرتی ہیں رحمت کی گھٹائیں ہر طرف
وجد آور کیف پرور ہے مدینے کی فضا

مل رہا ہے بزمِ عالم کے اُجالوں کو فروغ
مرکزِ نورِ پیمبرؐ ہے مدینے کی فضا

گردشِ دوراں تری مشقِ ستم بیکار ہے
دیکھ ہم پر سایہ گستر ہے مدینے کی فضا

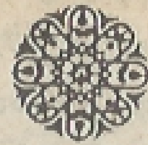
ہر تمنا بار ور، ہر آرزو جانِ مُراد
جنتِ عشرت سراسر ہے مدینے کی فضا

ہے مسرت ہی مسرت جس طرف بھی دیکھیے
گردِ غم سے پاک یکسر ہے مدینے کی فضا

مجھ سے عاصی کو بھی افضلؔ مل گئی اس میں پناہ
دامنِ محبوبِ داور ہے مدینے کی فضا

محمد افضل کوٹلوی۔ ایم اے (فیصل آباد)

---



کہاں ہند میں وہ بہارِ مدینہ
بس اب میں ہوں اور یادگارِ مدینہ

زہے عزّت و افتخارِ مدینہ
شہِ دو جہاںؐ تاجدارِ مدینہ

وہ ہر سُو کھجوروں کی دلکش قطاریں
وہ کہسار، وہ سبزہ زارِ مدینہ

وہ مسجد، وہ روضہ، وہ جنّت کا ٹکڑا
خوش منظرِ پُر بہارِ مدینہ

نگینہ زمرّد کا ہے سبز گنبد
اور انگشتری کوہسارِ مدینہ

کہاں جی لگے میرا باغِ جہاں میں
ہے آنکھوں میں میری بہارِ مدینہ

کہیں جاؤں، طیبہ ہی پیشِ نظر ہے
مجھے کل جہاں ہے جوارِ مدینہ

وہاں سے میں محبتِ نبیؐ دل میں لایا
یہی تحفہ ہے یادگارِ مدینہ

مجذوب سہارنپوریؒ



# مدینہ ــــــ سفرناموں کے آئینے میں

اعجاز احمد آذر

ماضی کے جھروکوں میں سے جھانکتا ہوا یثرب، حال کے بام پر مدینہ کے نام سے جگمگا رہا ہے ــــــ مدینہ جو دراصل ہجرتِ نبویؐ کے بعد مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہلایا...... پھر اس پورے نام میں سے لفظ نبی چاہنے والوں کے دلوں میں پیوست ہو کر رہ گیا جبکہ صرف "مدینہ" ہونٹوں پر شیرینی گھولتا ہوا زبان زدِ عام ہو گیا۔

مدینہ ــــــ بظاہر اینٹ اور گارے سے تعمیر شدہ ایک شہر لیکن دراصل اہلِ ایمان و ایقان کے لیے گہوارۂ راحت و طمانیت ــــــ محبتوں کا مرکز ــــــ عقیدتوں کا محور ــــــ آسمان کا قبلہ و کعبہ اور زمین کی پیشانی کا داغِ سجدہ۔ مدینہ ــــــ جو عہدِ نبوی میں رسالت مآبؐ کی قدم بوسی کے شرف سے سرفراز ہوا اور بعد میں قیامت تک کے لیے رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آرام گاہ اور بھٹکے دلوں اور گم کردہ راہ مسافروں کے لیے عظیم پناہ گاہ بن گیا ہے......

---

کرۂ ارض پر یہ فضیلت، یہ شرف اور یہ اعزاز اس شہر کا مقدر کیونکر ہوا ــــــ شہرِ مدینہ سے گزرتے ہوئے ہوائیں احتراماً اپنے قدم کیوں روک لیتی ہیں ــــــ اس شہرِ عالم پناہ میں خوشبوئیں اپنی زلفیں کیوں بکھرا دیتی ہیں ــــــ اس شہرِ شہریار میں روشنیاں چکاچوند اور ظلمتیں نور آفریں کیسے ہوتی ہیں ــــــ پورے خطۂ ارض پر زمین کا یہ محدود سا ٹکڑا اتنا سربلند اور سرفراز کیسے ہوا......؟

نبیؐ کا جس جگہ پر آستاں ہے
زمیں کا اتنا ٹکڑا آسماں ہے

آستانۂ نبوی ﷺ ـــــ روضۂ رسالت پناہ ـــــ جہاں جذبوں کو فراوانی اور اشکوں کو روانی ملتی ہے ـــــ جہاں خوابِ ہستی کو تعبیریں اور دھڑکنوں کو تکمیلِ آرزو کی تفسیریں میسر آتی ہیں ـــــ جہاں حیات نورِ ازل سے منسوب ہوتی ہے اور اہلِ محبت کی تالیفِ قلوب ہوتی ہے۔

---

آج کا انسان ایک تلاش میں مبتلا ہے ـــــ وہ زمین میں رہتے ہوئے خلا میں معلق نظر آتا ہے ـــــ لوگ سکون کی غرض سے سارے عالم کا چکر کاٹتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹیوں میں قرار ڈھونڈتے ہیں۔ گھنے جنگلوں میں تلاش کا سفر جاری رکھتے ہیں حتیٰ کہ بحرِ پُر آشوب میں بھی سکون کے تعاقب کا عمل جاری رہتا ہے ـــــ مگر ـــــ یہ وہ موتی کہاں جو غوطہ خوروں کے ہاتھ آجائے، یہ وہ بُوٹی نہیں جو پہاڑوں کی کھوہ میں مل جائے ـــــ اس بے کلی کا واحد علاج خدائے واحد کی ربوبیت اور اُلوہیت کے اعتراف اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محسنِ انسانیت پر سچے دل سے ایمان لانے ہی میں ہے ـــــ جو سکون کا متلاشی ہو، اس کو صحرا نوردی کی احتیاج نہیں رہتی ـــــ اس کے لیے تو مدینے کی راہیں کھلی ہیں۔

---

مدینے کی راہیں اپنے مسافروں کو سینے سے لگا کر وہ راحت و سکون عطا کرتی ہیں کہ ماں کی گود بھی نثار ہوتی ہے۔ ان راہوں سے لپٹ جانے والوں ـــــ دیارِ عالم پناہ کو جانے والوں ـــــ اس کی گردِ سفر کو آنکھوں کا سرمہ اور مانگ کا سیندور بنانے والوں نے ـــــ دیارِ نبی ﷺ کو نظروں سے چوم لینے کی سعادت پانے والوں نے اپنے جذب و کیف، سرور و سرمستی اور اپنی وجد آفریں کیفیات کا نقشہ اپنے سفرناموں میں کھینچا ہے ـــــ یہ سفرنامے محض ایک صنفِ ادب نہیں ہیں۔ یہ سفرنامے ذاتی جاہ و توفیقِ جہاں نوردی کی نمائش کا ذریعہ نہیں ہیں ـــــ یہ



سفرنامے محرومِ سفر لوگوں کے لیے احساسِ کمتری کو مادی وسیلے سے بڑھانے کا سامان نہیں ہیں ـــــ اور ـــــ یہ سفرنامے ٹورسٹ گائیڈ قسم کی کتابیں بھی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سفرنامے عقیدتوں کے سرچشمے اور نیازمندیوں کے بحرِ بیکراں ہیں، یہ سفرنامے تڑپتی روحوں، مچلتے دلوں، پھڑکتے ہونٹوں اور لرزتے اشکوں کی تعبیریں اور تکمیلِ آرزو کی تفسیریں ہیں۔

---

ماضی میں ابنِ حوقل بغدادی ـــــ اصطخری فارسی، حکیم ناصر خسرو، ابنِ جبیر اندلسی، ابنِ بطوطہ مغربی، عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ کے قلمِ معجز نما نے سفرِ ارضِ مقدس کی روداد خونِ جگر سے صفحۂ قرطاس پر سجائی۔

---

عہدِ حاضر میں اسلوبِ اظہار اور ابلاغ کی نئی خوبصورتیوں اور جذب و شوق کی گہرائی کے حامل سفرناموں میں ممتاز مفتی کا "لبیک"، محمد ذاکر علی خاں کا "مرحبا"، مولانا سید ابوالحسن ندوی کا "کاروانِ مدینہ"، حافظ لدھیانوی کا "جمالِ حرمین"، شورش کاشمیری کا جذب و مستی سے معمور "شب جائے کہ من بودم"، حافظ بصیر پوری کا "اس دیار میں"، راجا محمد شریف کا "آئینۂ حجاز"، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا "جذب و شوق" اور ایس ایم ظفر کا "اطاعتِ سفر" خاص طور پر وادیٔ قلب و جاں کے ذرے ذرے کو دھڑکاتے ہیں۔

ان کے علاوہ نعیم صدیقی کا "سفرِ حجاز" اور الطاف حسین قریشی کا "قافلے دل کے چلے" اگرچہ اقساط کی صورت میں جرائد کی زینت بنے ہیں تاہم اپنے لفظوں میں دھڑکنے والوں جذبوں کی وساطت سے یہ سفرنامے ہم ایسے محرومِ سفرِ حجاز لوگوں کی مچلتی آرزوں کو تازیانہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان سفرناموں میں شہرِ آرام گہِ رسالت مآب ﷺ میں ہمہ وقت ہونے والی بارشِ انوار اور جبینوں میں تڑپتے مچلتے سجدوں کا نقشہ، شہرِ مدینہ کی دھوپ چھاؤں کی رعنائیوں کا بیان، صبحِ صادق کو شرماتی راتوں کا جمال اور شعلۂ طور کو مات کرتی ہوئی

صبحوں کا احوال ہے۔

چشمہ اُبل رہا ہے مدینے میں نور کا
ہر اس کی موج رقص ہے میرے شعور کا
چھنتا ہے جلوہ اس کی فضائے لطیف سے
صبحِ ازل کے نورِ سعادت ظہور کا
بہتا پگھل پگھل کے ہے آنکھوں کی راہ سے
انجام تھا یہ میرے دلِ ناصبور کا
سر خاک پر ہے اور تصور ہے عرش پر
مجھ کو ہوا نصیب مواجہ● حضور کا
ختم رسل ﷺ پہ بھیج رہا ہوں سلام میں
میرا یہ زمزمہ ہے ترانہ زبور کا
دل میں جو ہے وہ آ نہیں سکتا زباں پر
خود اعتراف ہے مجھے اپنے قصور کا (ظفر علی خاں)

---

جذب و عشق کی سرمستیوں کو لفظوں کے سانچے میں ڈھالنا بہت مشکل کام ہے، دل کی دھڑکنیں اپنے آہنگ کو لفظوں کا محتاج نہیں جانتیں ——— مدینے کی خاکِ راہ بن جانے والوں کے ذروں کی خاموشی نوائے سروش کو شرماتی ہے۔ سفرناموں میں مدینے کا ذکر بحرِ عقیدت میں تموج پیدا کرتا ہے ——— اور سید ابوالحسن ندوی کا سفرنامہ کاروانِ مدینہ اسی کا عکاس ہے۔

"بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی۔ طیبہ جس قدر قریب ہوتا جا رہا ہے، ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک لیکن دلوں کی گرمی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس معدنِ (کرم) سے اپنے اپنے ملک کے لیے یہ سوغات لے کر آئیے۔ کھجوریں، گلاب، پودینہ، خاکِ شفا ——— محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں اور یہاں کی سب سے

---

● مواجہہ

بڑی سوغات اسلام کے لیے جدوجہد اور جان دینے کا عزم ہے۔ مدینہ، مسجدِ نبوی کا چپہ چپہ، بقیع شریف کا ذرہ ذرہ اور اُحد کی ہر ہر کنکری یہی پیغام دیتی ہے۔"

---

یہ وہ پیغام ہے جسے انسانی سطح پر پوری قوت و توانائی مدینے کے در و دیوار ہی میں حاصل ہوئی ——— یہ وہ پیغام ہے جس نے تکمیلِ دین کا شرف مدینہ ہی میں حاصل کیا ——— یہ وہ پیغام ہے جس کے پھیلانے کے لیے خود رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ ہی کو مرکز بنایا ———

رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ——— ٹوٹے اور بکھرے ہوئے لوگوں کو حُسنِ ترتیب عطا کرنے والی عظیم ذات، قعرِ مذلت میں پڑی ہوئی انسانیت کو سرفراز کرنے والی بے بہا شخصیت ——— ماں کی گود سے زیادہ مشفق و مہربان شخصیت ——— وہ عظیم شخصیت جس کی ہجرت نے میزبانی اور مہمانی کے نئے اسلوب ترتیب دیے ——— جس کی آمد سے پہلے یثرب کے در و بام اداسیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پھر جس کی آمد پر یہاں کی فضائیں بھی نغمہ ریز ہو گئیں۔

"اے امیرِ حرم اے شہِ دوسرا
دین و دنیا میں بس اک ترا آسرا
چاند در پر ترے جبہ سائی کرے
آسماں تیری چوکھٹ پہ سر کو دھرے
تو اجالوں کا گھر
روشنی سر بسر
مہر و مہ نے ترے
در پہ پانی بھرا
خوابِ ہستی کی لاریب تعبیر ہے
تو کہ سیرت میں قرآں کی تفسیر ہے

تو کہ محبوب ہے
مجھ سے منسوب ہے
میری صبح اذاں
میری شام دعا
اس طرف اوج پر میری تشنہ لبی
اُس طرف جوش پر تیری دریا دلی
تو سراپا کرم
سیّد محترم
میں طلب ہی طلب
تو عطا ہی عطا

مدینہ جس نے تاریخ کو اک نیا باب دیا ـــــــ جس نے علم و ادب کو اک نیا استعاراتی نظام دیا ـــــــ جو اس صاحب جمال کے قدم پڑتے ہی امر ہو گیا جو خود تاریخ بھی ہے، افکار کا منبع بھی ہے اور کردار کی مثال بھی ـــــــ

راہِ شوق کے مسافروں میں "آئینۂ حجاز" کے مصنف راجا محمد شریف نے اپنے سفرِ مدینہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ہم اس خنک شہر کی طرف اُڑے جا رہے تھے جہاں شاہِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قیام فرما ہیں۔ جس کی مٹی ہر آنکھ کے لیے خاکِ شفا اور ہر مرض کے واسطے کیمیا کی خاصیت رکھتی ہے۔ جہاں درد کا علاج ہوتا ہے اور تقدیرِ انسانی بنتی اور سنورتی ہے ـــــــ جہاں عشاق قدموں کے بجائے سر کے بل چل کر جانے کو سعادتِ اُخروی خیال کرتے ہیں ـــــــ ہم نے براہِ ذوق و شوق رہِ طیبہ اختیار کی تھی۔ ہمارا دل گھبرا بھی رہا تھا اور خوشی سے پاگل بھی تھا، گھبرا اس لیے رہا تھا کہ عقیدت و محبت کے جو پھول ہم شاہِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے قدموں میں نچھاور کرنے کے لیے اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کی صورت چھپا کر لیے جا رہے تھے وہ اس محترم و مقدس ہستی کی عظمتوں کے قابل نہیں تھے ـــــــ اور خوش ـــــــ اس لیے تھے کہ خواہ جیسے کیسے بھی تھے، کیسے ہی عاصی و گنہگار تھے ـــــــ کتنے ہی خستہ و بے حال تھے، نبیٔ آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اُمت میں سے تھے اور اپنے آقا و مولا کی قدم بوسی کے لیے جا رہے تھے۔"

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بہ آں ذوقے کہ پیشِ یار می رقصم
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم
بگردِ مرکزِ خود صورتِ پرکار می رقصم

یہی کیفیت، یہی حال شورش کاشمیری کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ وہ بھی جب راہِ کوئے یار میں سرگرمِ سفر ہوتا ہے تو اس کی دھڑکنیں بھی یہی صدا دیتی ہیں۔

"جو چیز پریشان کر رہی تھی، وہ اپنی کم مائیگی کا شدید احساس تھا۔ سوچتا تھا میرے پاس وہ زادِ راہ ہی نہیں جو اس گھر میں حاضری کے لیے ضروری ہے۔ وہ لوگ جو یہاں چلے آتے ہیں ان کے پاس تو کچھ ہو گا میرے پاس تو کچھ بھی نہ تھا۔ بس ایک چنگاری تھی جو سلگ کر شوق بن گئی تھی۔"

اس نورِ ازل کے مقابل اپنی بے مائیگی کا احساس شدتوں کی انتہا کو چھو لیتا ہے۔ عشاق جوشِ جنوں اور وارفتگی کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں اور تابِ دید و نظارہ نہ ہونے کے باوجود حسرتوں اور تمناؤں کی گٹھریاں اُٹھائے سوچتے ہیں شورش کاشمیری کی آرزوؤں کے رنگ میں ـــــــ

"کاش میں ان ذرّوں میں ہوتا جو حضورؐ کے قدموں کو بوسہ دیتے رہے تھے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان پر سے گزر رہے تھے۔ وہ راہگزر ہوتا جس کو پائے مبارک چھو رہے تھے۔ ناقہ ہوتا، ـــــــ اس کی مہار ہوتا ـــــــ وہ پتھر ہوتا جو حضورؐ کو آتے جاتے دیکھتے رہے ـــــــ وہ لمحہ ہوتا جو اس عظیم مسافر کو درپیش تھا ـــــــ سورج کی ان کرنوں میں سے کرن ہوتا جو اس سفر میں ان پاؤں پر آنکھیں بچھاتی رہی ہیں ـــــــ"

لگن سچی ہو ـــــ خلوص بے پایاں ہو ـــــ تڑپ انمول ہو، اس کے باوجود کوئے یار میں قدم رکھنا آسان نہیں ہوتا ـــــ اس لمحے کی کیفیتیں احساس کی گہرائیوں میں ڈوب کر لفظوں کے احاطے سے نکل جاتی ہیں ـــــ شورش کاشمیری مدینہ کے قریب پہنچ جانے پر اسی کیفیت کے زیرِ اثر لرزاں لرزاں ہے۔

"جوں جوں مدینہ کے آثار قریب ہوتے گئے، دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ اندر دگرگوں ہوگیا۔ عقل نے کہا، اس سے آگے جانا میرے لیے مشکل ہے، یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے ـــــ عشق نے کہا یہاں سے دل کی بادشاہت شروع ہوتی ہے ـــــ یہ اللہ کے محبوبؐ کا گھر ہے۔ یہاں وجدان کی ناقہ پر عرفان کا محمل جالو۔ ـــــ یہ ادب والوں کا قبلہ ہے ـــــ"

سلام ہو اے مدینۃ النبیؐ

سلام ہو

اے شہروں کے شہنشاہ

اے انسانوں کی اُمید گاہ

اے زیرِ فلک عالم پناہ

سلام ہو ـــــ سلام ہو

---

ادب والے جب حدودِ مدینہ میں داخل ہوتے ہیں تو قلب و جاں سے صدائیں اُٹھنے لگتی ہیں۔ "اے کرۂ ارضی کے سرتاج ـــــ اے رحمتوں اور فضیلتوں کے شہر ـــــ اے انشا پردازوں کے علوِ فکر ـــــ اے شاعروں کے تخیل کی معراج ـــــ اے خطیبوں کے ولولۂ خطابت کی آبرو ـــــ اے عالموں کے افکار کی آرزو ـــــ اے دانشوروں کے علم و حکمت کی جستجو ـــــ اے گنہگاروں کی بخشش گاہ، اے بلدۂ رسالت پناہ ـــــ اے مرکزِ دل و نگاہ ـــــ اے انس و ملک کی بوسہ گاہ۔ ایک ہیچ مداں اور بے سرو ساماں کا سلام قبول کر......"



مدینے تک پہنچ جاؤ تو پھر راحت ہی راحت ہے
یہ دنیا ایک صحرا ہے، مدینہ باغِ جنت ہے (حفیظ جالندھری)

مدینے کا مسافر منزل سے ہمکنار ہوتا ہے ـــــ بھٹکا ہوا آہو قربِ حرم سے سرفراز ہوتا ہے ـــــ قلبِ مضطر کی کیفیت مرغِ بسمل کی سی ہو جاتی ہے ـــــ دیارِ محبوبؐ میں حاضری، قبولیت کے لیے ان درودیوار سے ـــــ ان فضاؤں سے ـــــ ان ہواؤں سے ـــــ ان ذروں سے لپٹ لپٹ کر ـــــ پکارتی ہے۔

"اے مدینۃ النبیؐ تو منبعِ انوارِ الٰہی ہے۔ تو نے سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ کو دیکھا اور جاوداں ہوگیا ـــــ تو نے تاریخ کو عزت دی ـــــ تو نے قلم کو توانائی زبان کو رعنائی، بیان کو زیبائی اور فکر کو گہرائی دی ہے۔ تیری صبحوں میں صحابہؓ کا سوزِ دروں اور انصار و مہاجرین کا جوشِ جنوں ہے ـــــ تیری مٹی پاتال تک مقدس ہے ـــــ تو سب سے بڑی تاریخ ہے جس نے لغت کو شجاعت کے لیے بے شمار الفاظ دیے ـــــ"

---

دیارِ نبیؐ کا ذرہ ذرہ مقدس ہے ـــــ اس آبِ جو کا قطرہ قطرہ مطہر ہے، اس کی ہواؤں میں تقدس اور فضاؤں میں پاکیزگی ہے۔

اسی لیے تو امام مالکؒ نے بھی کہا تھا:

"میں اس شخص کو دُرّے لگاؤں گا جس نے کبھی مدینہ کے موسم کی بھی شکایت کی یا کسی چیز میں مین میخ نکالی۔"

غرضیکہ یہ مدینہ مقامِ مقدس ہے جہاں زندگی آدابِ حیات سیکھتی ہے، جہاں دل و جان قربان ہو کر معرکۂ شام و سحر میں مقبول جاتے ہیں، جہاں نظر کو بصارت اور روح کو بصیرت عطا ہوتی ہے ـــــ جہاں پہنچ جانے والے خوش نصیب ہیں کی معراج کو چھوتے اور دور بسنے والے قربِ دیارِ محبوبؐ کی آرزو میں نفس نفس زندگی

کا سفر طے کرتے ہیں۔

جو اشک بہا ٹپکا بہ عنوانِ مدینہ
تھا زخمِ جگر گویا گلستانِ مدینہ
مجھ خستہ ایام کو کافی ہیں پناہیں
دامانِ نبیؐ اور خیابانِ مدینہ
مقبول ہے وہ معرکۂ شام و سحر میں
جو دل کہ ہوا درد میں قربانِ مدینہ
(فضلِ حق)

---

پندرہ روزہ "درویش" دہلی (۱۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء) سے

## "سرکارؐ کے روضہ میں جاروب کشی"

"ہز ہائی نس سر شجاع الملک مہتر چترال نے اپنے ایک خانگی خط میں جو سفرِ حج سے واپسی کے بعد حسن نظامی کو بھیجا تھا، ایک بات ایسی بھی لکھی تھی جس کا سننا تمام مسلمانوں میں ذوقِ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا کرے گا، اس واسطے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

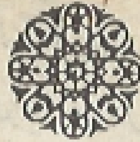
مہتر صاحب لکھتے ہیں: "آپ کو یاد ہوگا، خانقاہِ نظامی سے مجھ کو ایک جھاڑو عطا ہوئی تھی جس کو میں نے بطورِ تبرک لے لیا تھا۔ جب میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور مجھ کو روضۂ اقدس کی داخلی کا شرف حاصل ہوا تو میں نے اسی جھاڑو سے تمام رمضان المبارک میں روضۂ پاک کے اندر جاروب کشی کی۔"

کیسا خوش نصیب ہے وہ حکمران جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ پاک تک پہنچا، اور اس کو درِ رسولؐ کی جاروب کشی کا فخر حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ نعمتِ عظمیٰ نصیب کرے کہ دیارِ رسولؐ میں جاروب کشی کی سعادت حاصل ہو، اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ ذوق بھی عطا کرے جو مہتر چترال کو عطا ہوا۔

(خواجہ حسن نظامی)





مدفنِ مصطفیٰؐ مدینہ ہے
عکسِ عرشِ علیٰ مدینہ ہے
سرزمینِ ہُدیٰ مدینہ ہے
خُلدِ صدق و صفا مدینہ ہے
بوستانِ دعا مدینہ ہے
جنتِ مدعا مدینہ ہے
بھٹکے آتے ہیں قطب و غوث و ولی
قبلۂ انبیاءؑ مدینہ ہے
بھولے بھٹکے فلاسفہ کے لیے
نور افشاں دیا مدینہ ہے
رحمتیں ڈار ڈار اُترتی ہیں
بخششوں کی فضا مدینہ ہے
لامکاں کی بہار کا افضلؔ
دلبر و دلربا مدینہ ہے

(محمد شیر افضل جعفری جھنگ)

سر ہے وہی جس سر میں ہو سودائے مدینہ
دل ہے وہی جس میں ہو تمنائے مدینہ

پاس اپنے بلا لیجئے مولائے مدینہ
کب سے دلِ بیتاب ہے شیدائے مدینہ

ہر ذرہ ہے اس کے لیے خورشید بداماں
ہو جس کی نگاہوں میں تجلائے مدینہ

جنت کی فضا جس پہ ہوئی جاتی ہے قرباں
ہے اک وہ بہارِ چمن آرائے مدینہ

رقصاں ہیں نگاہوں میں ترے حسن کے جلوے
اے صلِ علیٰ حسن دل آرائے مدینہ

پھر دولتِ کونین کی حاجت نہیں رہتی
جب دل کی نگاہوں میں سما جائے مدینہ

دیکھو تو ذرا محفلِ عشاق میں جا کر
ہر دل میں ہے شوقِ طرب افزائے مدینہ

مجھ پہ بھی نگاہِ کرم اے ساقیٔ دوراں!
ہو جائے عطا مجھ کو بھی صہبائے مدینہ

ہے تیری محبت مرے ہر غم کا مداوا
درماں ہے ہر اک درد کا سودائے مدینہ

رحمت پہ تری آس لگائے ہیں مسلماں
اک چشمِ کرم اے شہ والائے مدینہ

قسمت میں رسائی ہو جو اس شہر وفا تک
دیکھوں میں قمرؔ گنبدِ خضرائے مدینہ

قمر یزدانی (پنوانہ ضلع سیالکوٹ)



# اردو شاعری میں ذکرِ مدینہ منورہ

راجا رشید محمود

کون بدقسمت ہے جو مسکنِ آقا و مولا (علیہ الصلوٰۃ والثنا) میں حاضری کی خواہش نہ رکھتا ہو، جسے مدینۃ النبی ﷺ سے محبت نہ ہو، جسے طیبۂ اقدس کا ذرہ ذرہ رشکِ صد ماہ و خورشید نہ دکھائی دے۔ جو شخص صاحبِ ایمان ہے، جس کے قلب و جاں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جاگزیں ہے، اس کی آنکھیں شہرِ سرکار ﷺ کی زیارت کی تمنائی ہیں، اس کا سرِ دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پر جھکنا چاہتا ہے، اس کے دل میں دیدِ گنبدِ خضرا کی لگن ہوتی ہے۔ یہ نہیں تو اس کا دعویٰ اسلام ثابت کیسے ہوگا۔ مدینۂ منورہ کی اہمیت اور اس کے فضائل و مناقب کتبِ احادیث میں منقول ہیں۔ جن نفوسِ قدسیہ نے سرکار ﷺ کی آنکھیں دیکھیں اور اپنی آنکھوں سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، انہوں نے شہرِ سرکار ﷺ کی تعظیم و توقیر کی اور لوگوں کو اس کی تلقین کی۔ بزرگانِ دین مدینۃ النبی ﷺ کے ذکر اور وہاں رسائی کے خیال میں مگن ہوئے۔ شعرائے نعت نے ہر زبان میں اس شہرِ مقدس کی تعریف و توصیف میں تر زبانی کی ہے۔ اردو شاعری میں سب سے زیادہ نعت کہی گئی، چنانچہ مدینۂ منورہ کا ذکرِ پاک بھی ہر نعت میں کیا گیا۔ زیرِ نظر مضمون میں خاکِ طیبہ کے تولّا یوں کی محبت کے مظاہر دیکھیے۔

خوشا راہِ مولا، زہے خاکِ طیبہ
یہ جی چاہتا ہے کہ آنکھیں بچھائیں (محشر بدایونی)

سر بسر عالم انوار نظر آتا ہے
جب مدینے کا چمن زار نظر آتا ہے (حافظ مظہر الدین)[۲]

شعورِ عشق مدینے کی سرزمیں سے ملا
دوا بھی درد بھی جو کچھ ملا، یہیں سے ملا (محشر رسول نگری)[۳]

طیبہ کا ذرہ ذرہ ہے مہتاب و آفتاب
جو چیز دیکھیے، وہ حسین و جمیل ہے (عزیز حاصل پوری)[۴]

شہرِ طیبہ میں نظر گل پوش ہو کر رہ گئی
ہر قدم پہ اک چمن کھلتا گیا دیدار کا (عاصی کرنالی)[۵]

یہی ہے انوار کا دفینہ، یہی ہے ایمان کا خزینہ
یہیں سے نوعِ بشر نے سیکھا ہے آدمیت کا ہر قرینہ
اسی کے صدقے سے پار ہو گا ہمارا ڈوبا ہوا سفینہ
اسی کی خاطر ہے اپنا مرنا، اسی کی خاطر ہے اپنا جینا
دیارِ رحمت، مرا مدینہ، ریاضِ جنّت مرا مدینہ (وحیدہ نسیم)[۶]

جب تلک طیبہ سے بادِ ابر بار آتی نہیں
کچھ بھی ہو ویرانۂ دل میں بہار آتی نہیں (فضلِ حق)[۷]

مجھے خاکِ مدینہ ذرّۂ طیبہ سے نسبت ہے
میں لے کر کیا کروں مشکِ ختن لعلِ بدخشاں کو (نسیم بستوی)[۸]

سُنا ہے خاکِ طیبہ سُرمۂ چشمِ ملائک ہے
جو ہاتھ آئی تو آنکھوں سے لگا کر ہم بھی دیکھیں گے (منظور بدایونی)[۹]

میں اسی شہر کا ہوں دیوانہ
جس کی آب و ہوا ہے آنکھوں میں (مسرور کیفی)[۱۰]

ہر وقت نگاہوں میں اس کی وہی منظر ہے
اک بار جو دیکھ آیا گلزار مدینے کا (مسرور بدایونی)[۱۱]



انجذابِ شوقِ طیبہ، واہ کیا کہنا ترا
گو چلا جاتا نہیں لیکن چلے جاتے ہیں ہم (صابر القادری بریلوی)[۱۲]

سکوں اور راحت کا مخزن مدینہ
ہے رحمت کی بارش دیارِ نبیؐ میں (صابر کاسگنجوی)[۱۳]

حضور رحمت ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہرِ مبارک اور آپ کے روضۂ مبارک کے گرد لاکھوں ملائکہ محوِ طواف رہتے ہیں۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و توقیر کرنے کی ہدایت فرمائی تو وہ جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں، توقیر و تعظیم کا مخزن کیوں نہ ہو، اس صورت میں جب شاعر کوئے رسولؐ میں کہکشاں کو گرد دیکھتا ہے اور سرکارؐ کی دہلیز پر ہفت افلاک کو سرنگوں پاتا ہے تو یہ شاعری نہیں ہوتی، حقیقت ہوتی ہے۔

تیرے کوچے میں کہکشاں دیکھی
تیری چوکھٹ پہ آسماں دیکھا (اثر صہبائی)[۱۴]

بچے گا کیا پھر زمیں پہ جغرافیہ شناسو
جہاں کے نقشے سے گر مدینہ نکال دیجے (خالد عرفان)[۱۵]

محوِ طواف رہتے ہیں قدسی جہاں مدام
سجدہ کناں ہوں میں بھی اسی بارگاہ میں (ستار وارثی)[۱۶]

شہرِ مدینہ علم کا مرکز، توقیر و تعظیم کا مخزن
انسانوں پر اس مرکز سے عزت برسے عزت بخشے (گوہر ملسیانی)[۱۷]

حضور رسیدِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینۂ منورہ کی عظمتوں کا ذکر فرمایا، صحابہ کرامؓ اس شہرِ پاک کی برکتوں سے مستفید ہوئے۔ پھر اہلِ ایمان شاعر اس قریۂ عظمت سے مجبوری میں اشک فشاں کیوں دکھائی نہ دیں، دوریٔ گنبدِ خضریٰ میں خون کے آنسو کیوں نہ روئیں اور ظلماتِ دہر میں بھٹکتے ہوئے اس روشنیوں کے شہر میں حاضری کے لیے دست بدعا کیوں نہ ہوں:

موت ہی نہ آجائے کاش ایسے جینے سے
عاشقِ نبیؐ ہو کر دور ہوں مدینے سے (شکیل بدایونی)[۱۸]

میرا جینا بھلا کوئی جینے میں ہے
میں یہاں ہوں، مرا دل مدینے میں ہے (نذیر احمد علوی)[19]

ایک مدت سے ہوں ظلمت میں بھٹکتا پھرتا
اب تو قسمت میں مدینے کے اجالے لکھنا (محمد احمد شاد)[20]

فرشتے کرتے ہیں دامانِ زلفِ حور سے صاف
جو گرد پڑتی ہے اس روضے پہ نگاہوں کی (امیر مینائی)[21]

یہ آرزو ہے دل کی، ہوتا وہ سبز گنبد
اور میں غبار بن کر اس پہ نثار ہوتا (مفتی احمد یار خاں سالک نعیمی)[22]

پھر نہ قابو میں ہمارا دلِ ناشاد آیا
روضۂ احمدِ مرسل جو کبھی یاد آیا (میر اعظم علی شائق حیدر آبادی)[23]

بوسہ کیسا، سجدہ کس کا، گم تھے روضے میں حواس
ہم تھے حافظ اور بے قابو دلِ بے تاب تھا (حافظ پیلی بھیتی)[24]

یادِ حبیبِ کبریا (علیہ التحیۃ والثنا) سے چشمِ گہر بار کا تعلق دائمی ہے۔ نگاہوں کی کھڑکیوں میں اشکوں کی دھند چھا جائے تو قصرِ کرم کے دروازے کھلتے ہیں۔ اسی لیے مدینۂ طیبہ کے ذکر میں شاعروں نے آنسوؤں کی روشنائی سے دیوان لکھے ہیں اور دیدِ کوئے رسول کی تمنا میں پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری لگائی ہے۔

جو روضۂ اقدس کے قریں اشک فشاں ہو
اللہ رے اس چشمِ گہر بار کا عالم (حمید صدیقی)[25]

یوں اس گلی میں چشمِ تمنا سجائی جائے
پلکوں پہ آنسوؤں کی کناری لگائی جائے (احسان دانش)[26]

جب مدینے کی یاد آتی ہے، اشک آنکھوں میں جھلملاتے ہیں
ہر نفس ان کا ذکر کیوں نہ کریں، جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں (حافظ محمد مستقیم)[27]

سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مستقر ہے اور جبرئیل امین بارگاہِ سیدِ کونین



علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں مؤدب کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس لیے طیبہ کی رفعتیں سدرۃ المنتہیٰ سے کہیں بالا ہیں۔

چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہو کر (احمد رضا بریلوی)[28]

شعرائے کرام نے مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت و عقیدت کے زاویہ کو طلبِ جنت کی خواہشوں کے تناظر میں کئی پہلوؤں سے نظم کیا ہے، اس مضمون کو کسی رنگ سے باندھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

باغِ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینہ پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے (حسن رضا بریلوی)[29]

طرب خیز ہے اس کا ہر ایک منظر
بہشتِ نظر ہے دیارِ مدینہ (قمر یزدانی)[30]

دیارِ طیبہ کو کون چھوڑے، ریاضِ جنت میں کون جائے
نسیمِ جنت بھی دیکھیے، درِ نبی چومتی ملے گی (راجا رشید محمود)[31]

ہیں زائرانِ روضۂ اقدس ترے جہاں
آتا ہے پا کے بوس کو واں روضۂ ارم (بہادر شاہ ظفر)[32]

بہارِ جنت کو کھینچا تھا ہمیں مدینہ سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر (علامہ اقبال)[33]

جنت کے باغ نے ہے سوا کوئے مصطفیٰ
اس میں ہیں پھول اس میں ہے خوشبوئے مصطفیٰ (کیف ٹونکی)[34]

طیبہ کے ہوتے خلدِ بریں کیا کریں حسن
مجھ کو یہی پسند ہے، مجھ کو یہی عزیز (حسن رضا بریلوی)[35]

نہ جہاں میں راحتِ جاں ملی، نہ متاعِ امن و اماں ملی
جو دوائے دردِ نہاں ملی تو ملی بہشتِ حجاز میں (اختر شیرانی)[36]

ارم مدینے ہیں ، باغِ جہاں مدینے میں
ہر ایک چیز ہے جنت نشاں مدینے میں (شفیق کوٹی) ۳۷

کیا گلشنِ ایجاد ہے، دیکھوں نہ سوئے خلد
ہاتھ آئے اگر دامنِ صحرائے مدینہ (لطف بریلوی) ۳۸

ہاں در و دیوار پر لکھ دو اچلو طیبہ چلو
سوئے طیبہ اُٹھنے والا ہر قدم جنت میں ہے (اقبال صلاح الدین) ۳۹

شرمندہ کیے دیتی ہے جنت کی پھبن کو
کیا کھیل مدینے کی فضا کھیل رہی ہے (عزیز حاصلپوری) ۴۰

خدا جانے جنت میں کیا اور ہو گا
ہے میری نظر میں فضائے مدینہ (عبدالمجید صدیقی) ۴۱

یہ ہے التجائے حافظ، یہ ہے مدعائے حافظ
جو مروں تو پاؤں جنت، جو جیوں ملے مدینہ (حافظ پیلی بھیتی) ۴۲

جنت کی آرزو کریں کیا عاشقِ رسولؐ
جنت تو آگئی ہے محمد کے شہر میں (پیام واسعی) ۴۳

کہتے جنت کا مدینے میں سماں ہے کہ نہیں
جو وہاں لطف ہے رضواں وہ یہاں ہے کہ نہیں (اختر الحامدی) ۴۴

سکونِ معتبر کے دن مدینے میں گزار آئے
بہارِ خلد کا کیسے نہ ہم کو اعتبار آئے (قمر انجم) ۴۵

ضرورت نہیں مجھ کو باغِ ارم کی
مدینے کی آب و ہوا چاہتا ہوں (انجم وزیرآبادی) ۴۶

خلدِ طیبہ کی رونقیں راسخ
دیکھ کر اس کو اور کیا دیکھیں (راسخ عرفانی) ۴۷

فردوس ترے کوئے دلآویز کا پرتو
نقشہ تری گلیوں کا دبستانِ دو عالم (حافظ مظہر الدین) ۴۸



جو مدینے کے مکانوں کی کرے گا تعریف
ہے یقیں، اس کا مکاں جنتِ ماوا ہو گا (کفایت علی کافی شہید) ۴۹

فرازِ طور برحق، جلوہ ہائے طور کی عظمتیں بجا، کلیمِ خدا کے مقامات بہت بڑے لیکن سردارِ انبیاء کے علوِ مرتبت اور اُن کے مسکن کی رفعتوں کا بھلا کیا مقابلہ۔

یہاں ہیں جلوہ ہائے طور اس کے ذرّے ذرّے سے
ہیں شہرِ مصطفیٰؐ کی خاکِ پُر انوار پر قرباں
ہیں مہر و ماہ و انجم جس تجلی زار پر قرباں (ضیا محمد ضیا) ۵۰

فاراں کی چوٹیوں سے مگر کیا مناسبت
ہر چند مرتبہ ہے بڑا کوہِ طور کا (عابد نظامی) ۵۱

شعراء کرام نے عرشِ اعظم اور سرزمینِ طیبہ کا تقابل بھی کیا ہے اور اس طرح مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کی بات کی ہے:

سبز گنبد کی بہاروں میں وہ زیبائی ہے
عرشِ اعظم بھی مدینے کا تمنائی ہے (غافل کرنالی) ۵۲

زمینِ مرقدِ مولا بنائی عرش سے افضل
خدا نے قبلہ و کعبہ کیا روضہ محمدؐ کا (عقاب بدایونی) ۵۳

زہے عزت و افتخارِ مدینہ
فزوں عرش سے ہے دیارِ مدینہ (ساحر صدیقی) ۵۴

نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مدینۂ پاک اور روضۂ اطہر کے ذکر میں تجلیاتِ خداوندی کی وہاں موجودگی اور عرفانِ خداوندی کے حصول کی باتیں نظر آتی ہیں:

جنونِ عقل و خرد سے آگے ملے گی، اگر آگہی ملے گی
خدا کی وحدت کی ارضِ طیبہ میں، ہم کو جلوہ گری ملے گی (راجا رشید محمود) ۵۵

حنیف روضۂ اقدس کی جالیوں کے قریں
خدا کا نورِ خدا کی قسم نظر آیا (حنیف اسعدی) ۵۶

ہر درد کا ہوتا ہے درمان مدینے میں
خالق کا بھی ہوتا ہے عرفان مدینے میں (بہزاد لکھنوی) ۵۷

حضور رسولِ انام علیہ التحیتہ والسلام مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو مدینہ پاک کی عظمت مسلّم ہوگئی۔ چنانچہ شاعروں نے اپنی نعتوں میں مکہ اور مدینہ کے حوالے سے بھی گفتگو کی ہے:

جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریاضؔ
مرُوں کعبہ میں تو منہ سوئے مدینہ ہو جائے (ریاضؔ خیرآبادی) ۵۸

یہ رازِ عشق ہے سینہ بہ سینہ
مدینہ کعبہ ہے، کعبہ مدینہ (تسکینؔ قریشی) ۵۹

زمانہ حرم پہ ہوا فیض قرباں
حرم ہو رہا ہے نثارِ مدینہ (صاحبزادہ فیضؔ الحسن) ۶۰

شہِ دیں شہرِ مکہ چھوڑ کر اِس شہر میں آئے
جہاں میں فخر سے اونچا نہ ہو کیوں سر مدینہ کا (میر اُفقؔ کاظمی امروہوی) ۶۱

مدینۃ النبیؐ میں حاضری ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے لیکن ایسی کیفیتیں بھی ہوتی ہیں کہ دیارِ حبیبؐ سے دوری کے باوجود حضوری کے مزے لیے جا سکتے ہیں۔ ان کیفیتوں کو چشمِ تماشا سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔

اے چشمِ تصور! تجھے اتنا ہی بہت ہے
گھر بیٹھے نظر میں مری آ جائے مدینہ (سائلؔ دہلوی) ۶۲

بندے پہ درِ عینِ عنایت یہ کھلا ہے
جب بند کروں آنکھ، نظر آئے مدینہ (مذاقؔ بدایونی) ۶۳

ہر ایک جلوہ ہے پنہاں ہمارے سینے میں
مدینہ دل میں ہے سرکارؐ ہیں مدینے میں (خالدؔ محمود نقشبندی) ۶۴

مدینہ دل سے، مدینے سے دل جدا نہ ہوا
نگاہِ لطف کے قرباں، حضورؐ، کیا نہ ہوا (شکیلؔ بدایونی) ۶۵



محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے تک رسائی خوش بختوں کی قسمت ہے لیکن اصل خوش بختی یہ ہے کہ کوئی کس کیفیت میں اس کوچے تک رسائی اور وہاں دریوزہ گری کی خواہش رکھتا ہے:

تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفےٰؐ کی قسم
چُنے ہیں آنکھوں سے ذراتِ خاکِ کوئے رسولؐ (بیدمؔ وارثی) ۶۶

تری گلی کے در و بام سے رہوں منسوب
میں اپنی ذات کی رُسوائی کُو بہ کُو نہ کروں (عارفؔ عبدالمتین) ۶۷

پھر کے گلی گلی تباہ، ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں (احمد رضاؔ بریلوی) ۶۸

درِ رسولِ مجتبیٰ علیہ التحیتہ والثنا کے فیوض، وہاں سے تقسیم ہونے والی نعمتوں کا ذکر عشاقِ سرکارؐ کا وظیفہ ہے اور مدحت گویانِ سرکارؐ اِس تذکرے ہی کو ترزبان رہنا باعثِ برکت سمجھتے ہیں:

اسدؔ فیوضِ درِ مصطفیٰؐ کا کیا کہنا
بشر کو جو بھی سعادت ملی، یہیں سے ملی (اسدؔ ملتانی) ۶۹

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ (جگرؔ مرادآبادی) ۷۰

درِ گنجینۂ رحمت کھلا ہے
رسول اللہ کی سرکار دیکھو (بیانؔ یزدانی میرٹھی) ۷۱

روضہ رسولؐ کا ہے اگر بارگاہِ حق
میں بھی امیرؔ خاکِ درِ بارگاہ ہوں (امیرؔ مینائی) ۷۲

کیوں سجدہ گہِ شوق مدینے کو نہ سمجھوں
جو جس کو ملا ہے وہ اسی در سے ملا ہے (طبشؔ ٹونکی) ۷۳

درِ مصطفائیؐ کی سطوت نہ پوچھو
جھکا تا ہے شاہوں کے سر، سبز گنبد (ساغرؔ صدیقی) ۷۴

جب عازمِ مدینہ کی قسمت کھلتی ہے تو حوادث و مصائب اس کے سدِّ راہ نہیں بن سکتے اور وہ محبتوں کے تحفے اور ارادتوں کے گلدستے لیے بارگاہِ مصطفویؐ کے لیے رواں ہو جاتا ہے:

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں (بہزاد لکھنوی)[75]

میں عازمِ طیبہ ہوں، مجھے کوئی نہ روکے
کہہ دو کہ حوادث مرے رستے میں نہ آئیں (اقبال عظیم)[76]

جب عازمِ طیبہ کے جذبوں کو پذیرائی نصیب ہوتی ہے تو وہ دہلیزِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دل کی نگاہوں سے چومنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے ذوقِ تماشا کا حال دیدنی ہوتا ہے:

مدینے جاؤں، پھر آؤں، دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے (امیر مینائی)[77]

نبیؐ کی لگن جس کے سینے میں ہے
کہیں بھی رہے، وہ مدینے میں ہے (قمر ہاشمی)[78]

مدینے جانے کو، یہ چاہتا ہے طائرِ دل
اڑے بدن سے یہ سب توڑ کر در و دیوار (ساجد اسدی)[79]

طیبہ ہی میں رہوارِ تمنا نے لیا دم
گو لاکھ ہوئی پاس عنانِ گیرِ تمنا (اختر الحامدی)[80]

مدینۂ طیبہ مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن میں بسا ہوا ہے تو اس لیے کہ وہاں سرکارؐ کا ڈیرا ہے۔ مدینۂ پاک میں محبت و عقیدت کے ساتھ حاضری اور روضۂ آقاؐ کی زیارت خود آقائے کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے سامنے حاضری اور خود سرکارؐ کی زیارت ہے:

دیکھ لیں گر مصطفیٰؐ کے روضۂ پُر نور کو
ہو ہماری آنکھ کا حلقہ احاطہ نور کا (عزیب سہارنپوری)[81]

طیبہ میں ہوں، سب کچھ مرے دامن میں ہے عاصی
دنیا کا کروں کیا، مری دنیا تو یہی ہے (عاصی کرنالی)[82]

جو ہوا طیبہ میں حاضر، جا ملا آقاؐ سے وہ
یعنی روضے کی زیارت ہے لقائے مصطفیٰؐ (ذوقی کاظمی)[83]

فیضانِ مدینہ کیا کہیے، اے صلِّ علیٰ سُبحان اللہ
دنیا کو مُرادیں ملتی ہیں، دربار یہ وہ شاہانہ ہے (ضامن حسنی)[84]

لوگ شہرِ آقاؐ کا ذکر کرنے کے لیے تطہیرِ دل و جاں کا اہتمام کرتے ہیں اور محبتِ سرکارؐ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سگانِ مدینہ میں اپنا شمار ہونے کی اُمید کرتے ہیں۔

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید یہ ہے
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا شمار (قاسم نانوتوی)[85]

کلمۂ پاک سے تطہیرِ زباں کرتا ہوں
جب ترے شہر کے حالات بیاں کرتا ہوں (حشمت یوسفی)[86]

مدینے میں سکونت کا شرف حاصل ہونا، نعت گویانِ سرکارؐ کی بہت بڑی آرزو ہے کہ زندگی وہی زندگی ہے اور حاصلِ زندگی ہے۔

بات جب تھی، مدینے میں ہوتی بسر
زندگانی کا کیا ہے، بسر ہو گئی (اقبال صفی پوری)[87]

کاش طیبہ میں سکونت کا شرف مل جاتا
دیکھتے روضۂ سرکارؐ کو آتے جاتے (حفیظ تائب)[88]

عابد میں اس کے واسطے ہر چیز چھوڑ دوں
طیبہ کی سرزمیں میں اگر مستقر ملے (عابد نظامی)[89]

مدینے میں موت کا ارمان شاعرانِ نعت کا پسندیدہ مضمون ہے۔ اسے محبت کرنے والوں نے سو رنگ سے باندھا ہے (خدا کرے، شہیدِ مدینہ کرامت علی شہیدیؒ کا حسنِ عاقبت سب کو نصیب ہو)

بیدم نہ آؤں جا کے دیارِ رسولؐ سے
تربت ہو زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفیٰؐ (بیدم وارثی)[۹۰]

کیا کام مجھے طوبیٰ و فردوس سے تسلیم
مل جائے اگر سایۂ دیوارِ محمدؐ (تسلیم دہلوی)[۹۱]

اگر نصیب ہو طیبہ میں جا کے شربتِ مرگ
پیوں نہ آبِ بقا عمرِ جاوداں کے لیے (الطاف حسین حالی)[۹۲]

مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری، مدینے کی ہوا ہو (حسن رضا بریلوی)[۹۳]

مدینہ ہو مرا مدفن الٰہی
بسوں میں زیرِ دیوارِ محمدؐ (آسی غازی پوری)[۹۴]

یہ آرزو ہے صابرِ خستہ کی یا رسولؐ
ہو قبر اس کی آپ کی دولت سرا کے پاس (صابر براری)[۹۵]

وہ بڑا خوش نصیب ہے جس کو
ارضِ طیبہ میں موت آئی ہے (سکندر لکھنوی)[۹۶]

کتنی حسین دل میں یہ رکھتا ہوں آرزو
آجائے کاش موت مدینے کی راہ میں (قمر بانچوی)[۹۷]

موت آئے اُن سنہری جالیوں کے سامنے
بس یہی لے دے کے اب اخترؔ ہے ارمانِ حیات (اختر الحامدی)[۹۸]

## حواشی:

(۱) حرفِ ثنا ص ۲۲ (۲) جلوہ گاہ ص ۱۳۵ (۳) ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی (مرتبین) گلدستۂ نعت ص ۱۱۳ (۴) صحیفۂ نور ص ۸۰ (۵) نعتوں کے گلاب ص ۲۶ (۶) نعت اور سلام ص ۲۱ (۷) سُوئے حرم ص ۱۸ (۸) تجلیاتِ مدینہ ص ۲۲ (۹) منور نعتیں ص ۵۰ (۱۰) یٰسین الکونین ص ۱۶ (۱۱) آیۂ رحمت ص ۱۸ (۱۲) بخششِ رب ص ۴۷

(۱۳) قندیلِ نور ص ۴۲ (۱۴) بحضورِ سرورِ کائناتؐ ص ۱۲۲ (۱۵) الہام ص ۱۴۱ (۱۶) معطر معطر ص ۲۴ (۱۷) مظہرِ نور ص ۲۲ (۱۸) شفیق بریلوی (مرتب) ارمغانِ نعت ص ۲۳۰ (۱۹) گلہائے عقیدت ص ۲۱ (۲۰) صلِ علیٰ ص ۲۲ (۲۱) قلزمِ رحمت ص ۳۰ (۲۲) دیوانِ سالک ص ۲ (۲۳) ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۳۴۱ (۲۴) راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ حافظ ص ۱۴۵ (۲۵) گلدستۂ نعت ص ۴۲ (۲۶) ایضاً ص ۸۳ (۲۷) معراجِ سخن ص ۶۹ (۲۸) حدائقِ بخشش مطبوعہ مدینہ سنٹر لاہور ص ۲۵ (۲۹) ذوقِ نعت ص ۷۷ (۳۰) مہرِ درخشاں ص ۲۲۵ (۳۱) ورفعنا لک ذکرک ص ۴۳ (۳۲) گلدستۂ نعت ص ۱۶۲ (۳۳) ایضاً ص ۱۲۵ (۳۴) سیف کلانوری (مرتب) بوستانِ نعت ص ۱۸ (۳۵) ذوقِ نعت ص ۴۳ (۳۶) ممتاز حسن (مرتب) خیر البشرؐ کے حضور میں ص ۵۸ (۳۷) ارمغانِ نعت ص ۲۸۶ (۳۸) دیوانِ لطیف بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۶۰ (۳۹) حدیثِ آشنا ص ۶۸ (۴۰) صحیفۂ نور ص ۱۴۴۔ (۴۱) صدقِ مقال ص ۲۹ (۴۲) نعتِ حافظ ص ۷۹ (۴۳) سرمۂ خاکِ پا ص ۱۳ (۴۴) نعت محل ص ۴۳ (۴۵) حسنت جمیع خصالہٖ ص ۶۹ (۴۶) مینائے کوثر ص ۳۲ (۴۷) حدیثِ جاں ص ۳۷ (۴۸) گلدستۂ نعت ص ۱۶۲ (۴۹) بوستانِ نعت ص ۲۱ (۵۰) گلدستۂ نعت ص ۱۲۵ (۵۱) صلِ علیٰ محمدؐ ص ۳۷ (۵۲) گلدستۂ نعت ص ۱۰۲ (۵۳) بوستانِ نعت ص ۲۲ (۵۴) جامِ حیات ص ۴۱ (۵۵) ورفعنا لک ذکرک ص ۴۲ (۵۶) ذکرِ خیر الانامؐ ص ۱۰۹ (۵۷) درمانِ غم ص ۲۶ (۵۸) ارمغانِ نعت ص ۱۶۳ (۵۹) ارمغانِ نعت ص ۲۹۶ (۶۰) ارمغانِ فیض ص ۵۲ (۶۱) فروغِ محامد ص ۴۳ (۶۲) گلدستۂ نعت ص ۸۷ (۶۳) ارمغانِ نعت ص ۱۴۲ (۶۴) قدم قدم جلوے ص ۱۲۳ (۶۵) نغمۂ فردوس ص ۳۷ (۶۶) گلدستۂ نعت ص ۵۶ (۶۷) ایضاً ص ۱۶۶ (۶۸) بوستانِ نعت ص ۱۴۹ (۶۹) گلدستۂ نعت ص ۴۸ (۷۰) ایضاً ص ۶۵ (۷۱) بوستانِ نعت ص ۱۷۰ (۷۲) اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۸۶ (۷۳) خیر البشرؐ کے حضور میں ص ۲۲۹ (۷۴) سبز گنبد ص ۱۰ (۷۵) ارمغانِ نعت ص ۲۴۱ (۷۶) ایضاً ص ۲۴۰ (۷۷) راجا رشید محمود (مرتب) قلزمِ رحمت ص ۸۸ (۷۸) مرسلِ آخر ص ۱۳۰ (۷۹) پیامبرِ مغفرت ص ۴۹ (۸۰)

نعت محل۔ ص ۵۲ (۸۱) خزینۂ رحمت یعنی عطریاتِ غریب۔ ص ۶ (۸۲) نغموں کے گلاب
ص ۴۳ (۸۳) فروغِ محامد۔ ص ۶۷ (۸۴) ضامن حقیقت۔ ص ۷۵ (۸۵) بوستانِ نعت۔
ص ۱۲۷ (۸۶) جمال الہام۔ ص ۴۳ (۸۷) گلدستۂ نعت۔ ص ۴۴ (۸۸) صلوا علیہ وآلہٖ
ص ۸۶ (۸۹) صلِّ علیٰ محمدؐ۔ ص ۴۶ (۹۰) گلدستۂ نعت۔ ص ۵۷ (۹۱) ایضاً۔ ص ۵۹۔
(۹۲) ایضاً۔ ص ۶۹ (۹۳) ذوقِ نعت۔ ص ۶۵ (۹۴) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۵۹ (۹۵) جامِ طہور۔ ص ۵۴
(۹۶) سفینۂ دل۔ ص ۷۵ (۹۷) چراغِ طور۔ ص ۳۰ (۹۸) نعت محل۔ ص ۶۰

---

مدینہ خطۂ جنّت، مدینہ آیۂ محکم
مدینہ علم کا مخزن، مدینہ مکتبِ آدم
اخوت کے مہِ کامل نے چمکایا مدینے کو
رفاقت میں مہاجر بن گئے انصار کے ہمدم
مدینہ جس کی گلیوں میں شمیمِ خلد کے جھونکے
مدینہ جس میں جنّت کا سدا پُرکیف ہے موسم
خدایا! دے متاعِ جلوۂ دیدار گوہرؔ کو
فراق و دوریٔ طیبہ سے آنکھیں ہیں سدا پُرنم

—— گوہرؔ ملسیانی (صادق آباد)

کیا جانیے بھر آتی ہیں کس واسطے آنکھیں
آتے ہیں نظر جیسے ہی آثارِ مدینہ
ہر گوشۂ دنیا سے چلے آتے ہیں عشّاق
جنّت سے حسیں تر ہے چمن زارِ مدینہ

—— رفیع الدین ذکیؔ قریشی (لاہور)

# طیبہ کے جانے والو!

اے خوش نصیب لوگو طیبہ کے جانے والو!
عیشِ ابد کمالو، رنجِ سفر اٹھا کر
جاتے ہو تم تو جاؤ لیکن یہ یاد رکھنا
جاتے ہو میرے دل میں اک آگ سی لگا کر
آؤ ذرا کہ دے لوں تسکین اپنے دل کو
خاکِ قدم تمھاری آنکھوں سے میں لگا کر
اس بدنصیب کی ہے اک عرض سنتے جاؤ
کہتا ہے، چشمِ تر سے سیروں لہو بہا کر
دیکھو یہ یاد رکھنا، طیبہ میں جب پہنچنا
مجھ کو نہ بھول جانا مقصود اپنا پا کر
ہو روضۂ نبیؐ پر جب حاضری تمھاری
کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جا کر
محشر بپا ہے، اٹھیے اے شمعِ بزمِ محشر
امّت کے سر پہ رکھیے دستِ کرم اب آ کر
بگڑی ہے بات ایسی، بنتی نہیں بنائے
بیٹھے ہیں آپ ہی سے سب آسرا لگا کر
اور اک غریب جس کو کہتے ہیں سب تمنّاؔ
آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اُس کو جا کر
طیبہ کی سمت رُخ تھا، اشک آنکھوں سے رواں تھے
بے چارہ کہہ رہا تھا یوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر

تا در جہانِ خوبی امروز کامگاری
باشد کہ بے دلاں را کامے ز لب براری

—— تمنّا عمادی

## تمنّائے حضوری

اِلٰہ العالمیں! میری تمنّا ہے یہ مدّت سے
دیارِ مصطفیٰؐ میں تیری رحمت سے گیا ہوتا
نگاہوں میں کھنچ آتی سیّد الکونین کی صورت
سراسر سامنے اُنؐ کے ندامت سے جُھکا ہوتا
کبھی ہر ہر قدم پر ڈھونڈتا میں نقشِ پا اُنؐ کے
کبھی ہر نقشِ پا کو چُومتا، اس پر فِدا ہوتا
کبھی روضے کی جالی تھام کر نمناک آنکھوں سے
محبّت کی زباں میں جانے کیا کچھ کہہ دیا ہوتا
مواجہہ سامنے ہوتا، تو اِک جذبِ فراواں سے
حدیثِ دل بیاں کرتے ہوئے میں کھو گیا ہوتا
لپٹ کر ذرّے ذرّے سے سُناتا ہجر کے قصّے
زباں پر میری ہر دم ذکرِ محبوبِ خدا ہوتا
میں رشکِ صد بہاراں بن کے اِس گلشن پہ چھا جاتا
اگر یہ جسمِ خاکی، خاکِ طیبہ میں ملا ہوتا
"دلِ بیمار کی چارہ گری کرتے نگاہوں سے"
مرا ہر چاکِ داماں اُنؐ کی رحمت سے سِلا ہوتا
حضورِ سیّد الابرارؐ لرزاں بارِ عصیاں سے
بچشمِ نم، بہ سوزِ دل، قدم پر جُھک گیا ہوتا
مجھ عصیاں کار کی نامہ سیاہی رنگ لے آتی
سرشکِ دیدہ سے، ہر داغِ دل جو دھو لیا ہوتا

—— محمد اقبال جاوید (گوجرانوالہ)

## مدینے سے آنے والے بتا

کوئی تو بات مدینے سے آنے والے بتا
رہے ہیں کیسے مِئے عشق کے پیالے، بتا
ہر اک مقام پہ ذوقِ نظر رہا کیسا
بہت طویل سفر تھا مگر رہا کیسا
مجھے بتا کہ وہ شہرِ جمال کیسا ہے
مسافروں کا، مکینوں کا حال کیسا ہے
وہاں سحر کی ہوا کس ادا سے چلتی ہے
نگاہ ہوتی ہے حیران یا مچلتی ہے
شفق کا رنگ تو کچھ اور ہی وہاں ہو گا
یہاں بھی ہوتا ہے، ویسا مگر کہاں ہو گا
وہاں کی شام کی بھی کوئی بات مجھ کو بتا
کس اہتمام سے آتی ہے رات' مجھ کو بتا
وہاں کی رات تو تصویرِ صد سحر ہو گی
وہاں کے ذرّے ہیں تارے، تجھے خبر ہو گی
وہاں تو اس طرح ایماں کی شمع جلتی ہے
نگاہ بن کے ہر اک چیز ساتھ چلتی ہے
نہ اپنا اور نہ کسی کا خیال ہوتا ہے
وہاں تو اور ہی انساں کا حال ہوتا ہے

جہاں ہے روضۂ اقدس، وہ کیا گلی ہوگی
کسی چمن میں نہ ایسی کوئی کلی ہوگی
وہی حضورؐ کا روضہ، وہی مکاں بھی ہے
وہ اک زمین بھی ہے، ایک آسماں بھی ہے
نکل کے روضے سے ہر سمت نور جاتا ہے
وہاں جو جاتا ہے، لے کر سرور آتا ہے
بہارِ مسجدِ نبویؐ تو بس عجب ہوگی
دوبارہ دیکھوں، یہ دل میں ترے طلب ہوگی
اذان سُن کے تو نشّہ ہی آگیا ہوگا
دل و دماغ پہ ایمان چھا گیا ہوگا
بتا کہ گنبدِ خضرا کی شان کیسی ہے
بلندیوں کی وہاں آن بان کیسی ہے
مچل رہی تھی ترے دل میں آرزو کیسے
گیا تھا روضۂ اقدس کے پاس تُو کیسے
دل و دماغ سے سب گرد دُھل گئی ہوگی
گرہ ہر ایک تمنّا کی کھُل گئی ہوگی
نگاہ روضۂ اقدس سے کیا ہٹی ہوگی
مجھے یقیں ہے، نگاہوں میں شب کٹی ہوگی
حرم کے بعد وہی تو ہے اک مقامِ حیات
کہ جس کی دید سے ہوتی ہے آدمی کو نجات

—— باقی صدیقی



۷۸۶

نعتِ حبیبِ اکرمؐ

# مدینہ یاد آتا ہے

تڑپ جاتا ہے دل جس دم مدینہ یاد آتا ہے
کسی کے سبز گنبد کا نظارہ یاد آتا ہے

فضائے دشت و صحرا بھی کھنچی جاتی ہے آنکھوں میں
وہ جلوہ دامنِ کوہِ اُحُد کا یاد آتا ہے

ہے عثمانِ غنیؓ کا فیض کیسا آج تک جاری
بھر آتا ہے یہ دل جب بیرِ رومہ یاد آتا ہے

اُتر آتی ہے صورت آنکھ میں خمسہ مساجد کی
وہ میدانِ قبلتین پاک کا کیا یاد آتا ہے

بہا کر تو بھی اے سیلِ سرشکِ غم مجھے لے چل
کہ وادیِ عقیق اور بیرِ عُروہ یاد آتا ہے

بس اب سیراب کر دے ہو گیا پیاسا میں جس کا
مجھے پانی ترا اے عینِ زرقا یاد آتا ہے

وہ مسجد جس کے مدّاح خود وہ فخرِ عالمؐ ہیں
مجھے ہر وقت میں اُس کا گوشہ گوشہ یاد آتا ہے

وہ چھت وہ در وہ محرابیں وہ الوان و دروازے
فلک ہے سائباں جس کا وہ رُعلا یاد آتا ہے

کہ جس میں عرش پر نظریں کبھی ہیں خلد میں آنکھیں
وہ منبر یاد آتا ہے وہ روضہ یاد آتا ہے

قریبِ روضۂ اطہر قرینِ حجرۂ انور
وہ صدیقہؓ کا پیارا اسطوانہ یاد آتا ہے

حجاب اُٹھ جائیں اب تو میری چشمِ شوق سے یارب
وہ جالی یاد آتی ہے، وہ پردہ یاد آتا ہے

وہ رونق شہر کی وہ زائروں کا رات دن مجمع
دکھائے پھر الٰہی! وہ زمانہ یاد آتا ہے

بقیعِ پاک میں ہے کون کون آسودہ کیا کہیے
مجھے اک اک لحد اک اک قبّہ یاد آتا ہے

وہیں کی مجھ کو مٹی کر کے چمکانا مرے مولا
کہ اس خاکِ زمیں کا ذرہ ذرہ یاد آتا ہے

شرف

ماخوذ از "دینی دنیا" دہلی فروری ۱۹۲۵ء

# یہ کون سا مقام ہے

یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
یہ وادیٔ جمال ہے کس ذی وقار کی
کس کے نقوشِ پا سے چراغاں ہے ہر طرف
خوشبو ہے کس کے حرفِ صداقت کی پرفشاں
اندر کا سارا کرب زباں پر ہے آ گیا
یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
لیکن ندامتوں کا ہے کچھ بوجھ اس قدر
اک کپکپی سی طاری ہے قرطاسِ ذات پر
اک سلسبیل نور کی ہے وقت پر محیط
یہ بھیگ بھیگ جاتی ہے پلکوں پہ چاندنی
ہیں اور شہرِ سیّدِ عالم کی رفعتیں
ورنہ مری مجال اور اوقات میری کیا
یہ کون ہے حضورؐ کا دیوانہ کون ہے

یہ کس حسین شہر کی اجلی فصیل ہے
کس کے حریمِ عدل کے نقش و نگار ہیں
کس کے کرم کے پھول مہکتے ہیں چار سُو
یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
ہر لمحہ اک عجیب سا لرزہ بدن میں ہے
اک کیفِ سرمدی ہے رگ و پے میں موجزن
آنکھیں بھی اب اٹھانے سے اٹھتی نہیں مری
یہ کون سا مقام ہے اے ربِ ذوالجلال
عفو و کرم کی بٹتی ہے خیرات صبح و شام
میں سوچتا ہوں گنبدِ خضرا کو دیکھ کر
آقاؐ، فقط یہ آپؐ کا لطفِ عمیم ہے
اک دوسرے سے پوچھتے ہیں اہلِ اشتیاق
کس شہرِ انتظار سے آیا ہے یہ ملنگ

آداب حاضری کے بھی جو جانتا نہیں
اور آپ کے سوا کسی کو مانتا نہیں

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)



# پنجابی نعت میں مدینۃ الرسول ﷺ کا ذکر

ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی

پنجابی نعت کے مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اس زبان میں عشقِ رسولؐ کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود ہے۔ برِ صغیر پاک و ہند کی زبانوں میں یہی وہ ممتاز زبان ہے جس نے اسلامی علوم و فنون سے بے پناہ خوشہ چینی کر کے علاقائی زبانوں میں ایک اہم ترین ذخیرہ، ادبیاتِ اسلامی کو دیا ہے۔ پنجاب کی مٹی میں محبت کا جو بے پناہ عنصر موجود ہے، اس نے جب شاعری میں ظہور کیا تو نعت و مدحت کے وہ گل بوٹے کھلائے جن کی مہک سے ایک عالم منور ہے۔

پنجابی نعت کے مطالعے کا ماحصل یہ خوشگوار حیرت ہے کہ اس زبان کا خمیر ہی عشقِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے گوندھا گیا ہے چنانچہ اس زبان کا کوئی ایسا شاعر نہیں جس نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش نہ کی ہو، چنانچہ داستان ہو یا کافی، رباعی ہو یا چومصرعہ، سفرنامہ ہو یا غزل، شاعروں نے ہیئت و اسلوب کے ہر حوالے سے نعت لکھی اور خوب لکھی۔ اسی لیے مدینہ منورہ پنجابی نعت کا ایک محبوب ترین موضوع رہا ہے۔ جس کے ابتدائی نقوش بابا فریدؒ کے شلوک بھی پیش کرتے ہیں تو بابا نانک کا سفرنامہ حج بھی اس سے خالی نہیں۔ نوشہ گنج بخشؒ جو اس زبان کے سترھویں صدی کے اہم ترین شاعر اور صوفی بزرگ ہیں، اپنی نعت میں ایک جگہ مدینہ منورہ کا ذکر کرتے ہوئے کس عقیدت و محبت سے بات کرتے ہیں ؂

پاک مدینے والیا رکھ لے دین دی لاج
نوشہ تیرا گولڑا کھڑا کرے اواج،
واری روضے پاک دے لکھ کروڑاں وار
جتھے حضرت وسدا نوشہ کرے پکار[1]

پنجابی کے نعتیہ ادب میں مدینۃ النبیؐ کا ذکر جہاں عام نعتیہ شاعری میں عقیدت و احترام سے ہوا ہے، وہاں حج کے سفر ناموں، ہجرت ناموں، منظوم سیرت، جوگی ناموں، جنڈیولی وفات ناموں کے ساتھ ساتھ چٹھیوں اور عرضیوں میں بھی بالخصوص ملتا ہے مولانا غلام محی الدین قصوریؒ جب مکہ مکرمہ میں حج کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی جانب رختِ سفر باندھتے ہیں تو اپنے سفر نامے "زاد الحجاج" میں بے پناہ ذوق و شوق کے ساتھ یوں گویا ہوتے ہیں ؎

حج کنوں اُٹھ فارغ ہوئے قصد مدینے کیجے
عشق مدینے والے نبیؐ دے راہ وچ بھر بھر پیجے
سب سفراں تھیں بہت مبارک سفر مدینے والا
اس راہ تھیں جو کرے کنارا سر متھا منہ کالا[2]

انیسویں صدی کے شاعروں میں مولوی غلام رسول غلام کا نام انتہائی معتبر ہے۔ وہ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم اور عاشقِ رسولؐ تھے۔ اُن کی یہ نعت پنجاب کے گوشے گوشے میں ہمیشہ مقبول و معروف رہی ہے۔ درد کی کسک اور فراق میں تڑپ اس نعت کی خصوصیت ہے ؎

صبا روضے رسول اللہ دے جائیں    میرا احوال رو رو کے سنائیں
کہیں بعد از ہزاراں بار صلوٰۃ    کروڑیں بار تسلیم و تحیّات
اُلفتے عشق دے جل بل گیا جی    کہو اس درد دا دارو کراں کی
خدا جانے جدوں دی جائیاں میں    میرے بابل تیرے در لائیاں میں
میرا دل چور کیتا درد تے غم    ترحم یا نبی اللہ ترحم[3]

روضۂ رسولؐ سے دوری کی کیفیت شاعر کے اندر کی دنیا میں ایک کھلبلی مچا کے

ہوئے ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ کاش وہ پرندہ ہوتا اور اپنے پروں کی مدد سے اُس دیس میں پہنچ جاتا جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ٹھکانا بنایا ہے۔ وہ اُس اونٹ پر بھی قربان ہونا چاہتا ہے جو مدینے کو جانے والے راستے پر چل رہا ہے۔

چلیں اُس دیس نوں دے ساربانا    جتھے کیتا حبیبؐ اللہ ٹھکانا
ہوئی مدت جو روون نین میرے    کلیجے چھیک پاون وین میرے
اگر پر ہوون تے ماراں اُڈاری    ویکھاں روضہ جے طالع کرن یاری[4]

مدینۃ الرسولؐ کی جانب جانے کا حوالہ زیرِ بحث ہے تو مشہور قصہ نگار شاعر محمد بخش قرشی کے نعتیہ قصے "محمدی جوگن" کے یہ بول ملاحظہ ہوں جس میں شاعر پنجابی کی مخصوص معاشرت کو قائم و دائم رکھتے ہوئے یعنی ہاتھوں میں چمٹا پکڑ کر مدینے کی طرف جوگن کے روپ میں جانا چاہتا ہے ؎

بن کے جوگن مدینے نوں جاواں گی میں
بیتی جو جو نبیؐ نوں سناواں گی میں
گیری نال رنگاواں گی سب کپڑے    لٹاں کھول گلے وچ پاواں گی میں
پھڑ کے چمٹا تے بن کے براگن سیئو    نام احمدؐ دا دم دم دھیاواں گی میں
بن کے جوگن مدینے نوں جاواں گی میں[5]

سیرت کی ممتاز ترین کتاب معارج النبوت کے مترجم مولانا غلام نبی کلانوری نے جہاں "گلزارِ احمدی" کے نام سے مشہور کتاب سیرت کا پنجابی زبان میں ترجمہ کر کے پنجابی کے سیرت ادب میں گراں قدر اضافہ کیا، وہاں اُنہوں نے بھی سفر نامہ حرمین شریفین لکھا اور عقیدت و محبت کے رنگا رنگ پھول کھلائے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینے شریف کی طرف جب وہ عازمِ سفر ہوتے ہیں تو یوں گویا ہوتے ہیں ؎

مدینہ طیبہ دا نام آوے    پئے استقبال میری جان جاوے
مدینہ طیبہ دی واجو آوے    کلیجے عاشقاں دے ٹھنڈ پاوے[6]

خوابگاہِ مصطفیٰ یعنی مدینہ منورہ کا ذکر پنجابی شاعری میں فراق کے اہم ترین پہلو

کے حوالے سے خاص طور پر ہوا ہے۔ یہاں کے شاعروں کے لیے اگرچہ سرزمین پنجاب میں بے پناہ کسک موجود ہے لیکن سرزمین مدینہ کے لیے جو تڑپ ہے، اُس کا انداز ہی کچھ نرالا ہے۔ احمد دین بھکھوی اپنی ایک نعتیہ سی حرفی میں شہرِ رسولؐ کی جانب چلنے کی بات یوں کرتے ہیں ؎

الف آ ؤ سیلیو میریو نی چلو طرف مدینے دے چلیے نی
مطلب دین تے دنی دا ہووے حاصل ہو ہا چل کے رَونقے والیے نی
رستہ پکڑ کے تابعداریاں دا سوہنے ساقی محبوب دے رلیے نی
احمد دین فراق دے تیر کھانوں بیٹھے وچ پنجاب دے جھلیے نی[9]

فراق ہی کے حوالے سے راقب قصوری کا شعر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلا ہوا شعر ہے جس میں عاجزی خاص طور پر محسوس کرنے سے تعلق رکھتی ہے ؎

میں بے زر، بے ہُنر عاجز مدینے کس طرح پہنچاں
کوئی اُڈ کے چمن وچ جانور بے پر دی آوندا اے[10]

اسی حوالے سے ایک نابینا شاعر حافظ جھنڈا کا ایک شعر دیکھیے ؎

میں نابینا ہاں بینائی کریا کر عطا جلدی
در و دیوار طیبہ دے وکھا مینوں وکھا مینوں

سائیں احمد علی پنجابی کے قد آور شاعر ہیں۔ وہ ایک نعت میں مدینہ منورہ پہنچنے روضۂ رسولؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس مقدس سرزمین کے باغوں، درختوں، ڈالیوں اور پتوں تک کو چومنے کی حسرت کا اظہار یوں کرتے ہیں ؎

مینوں طیبہ نصیب جے لے جاوے، مصطفیٰؐ عالی شان نوں چھوہاں
ہر باغ دے بوٹے ہر شجر تائیں سنے پتراں ڈالی نوں چھوہاں
کیتے روشن ضمیر جس کافراں دے اُس دی کملی کالی نوں چھوہاں
سائیاں کعبے دے گرد طواف کر دا اُپائیے روضے دی جالی نوں چھوہاں

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے عشقِ رسولؐ کا یہ عالم ہے کہ وہ جہاں سرزمینِ مصطفیٰؐ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں وہاں وہ اس زمین کا سگ بننے کو بھی ایک بہت بڑی سعادت خیال کرتے ہیں ؎

نسیما قاصدا نہ دیر لائیں | بوجہ اللہ ماہی دے دیس جائیں
ادب سیتی دیویں بوسہ زمیں نوں | تے آکھیں اِس طرح اُس نازنیں نوں
مدت ہوئی نہ ملیا یار پیارا | کدی منزل کرے سوہنا اُتارا
کوئی ہووے سیتو کشتی مہاناں | اساں سر پر چمن کے دیس جاناں
ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا | ملے رتبہ ہے ہر کامل ولی دا[11]

فلمی طرزوں پر لکھی گئی نعتوں میں بھی مدینۃ النبیؐ کا ذکر عام ملتا ہے۔ محمد شفیع عاشق کی ایسی ہی ایک نعت کا ایک ٹکڑا دیکھیں ؎

چھیتی توں مدینے وَلّے جاویں وے کبوترا | دکھ میرا روضے تے سناویں وے کبوترا
روضے اُتے پہنچ پہلوں سیس نوں جھکاویں | درود تے سلام کہہ کے ہنجو وہاویں
سبز جالی اکھاں نال لاویں وے کبوترا | چھیتی توں مدینے وَلّے جاویں وے کبوترا[12]

"جندڑی" پنجابی کی موضوعاتی اصنافِ نظم میں اپنے ابلاغ کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام کی حامل صنف ہے۔ شاعروں نے اپنی زندگی کی بے چارگی اور درد و الم کا پیرایہ اس صنف میں اختیار کیا ہے، وہ حقیقت کے زیادہ قریب تر ہے۔ چنانچہ دین محمد سودائی اپنی ایک نعتیہ جندڑی میں جب قصدِ مدینۃ الرسولؐ کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ہندوستان کے مخصوص ماحول سے بھی اُکتائے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

رہنا ہند دے وِچ دُشوار ہویا | نال کملی والے دے پیار ہویا
چل طیبہ، ہندوں چل جندڑی | اُٹھ شہر مدینے نوں چل جندڑی
در پاک رسولؐ دا مل جندڑی[13]

عبدالحق صابر مدینے شریف کے زائروں کو کتنا خوش نصیب اور خوش بخت خیال کرتے ہیں ؎

مدینے چلیاں، رہیاں مدینے، اوہ دید روضے دی پان چلیاں
اوہ نصیباں والیاں بھاگ چنگے در نبیؐ دے سر جھکان چلیاں[14]

چراغ دین جوگیکے پنجابی کے نامور شاعر ہیں۔ اُن کا کلام آج بھی بے پناہ مقبول ہے۔ بہت سی کتب شائع ہو کر خاص و عام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ وہ بھی مدینہ منورہ کا ذکر انہی یادوں کے حوالے سے کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

ربا اے چل شہر مدینے نوں     ویکھاں دلبر یار نگینے نوں
تیراں گل وچ پا واں     ٹکڑے منگ کے کھا واں
نہیں رنگ لاواں پشمینے نوں     ربا اے چل شہر مدینے نوں
ویکھاں دلبر یار نگینے نوں[۱۵]

اعظم چشتی نے اگرچہ اُردو میں بھی بہت کچھ لکھا لیکن پنجابی کے نعتیہ ادب میں اُن کا ایک اپنا مقام ہے۔ وہ موت کو ٹھہرنے اور رُکنے کا صرف اِس لیے کہتے ہیں کہ کسی صورت مدینے میں حاضری تو ہو جائے ؎

اے موت ٹھہر جائیں مدینے تے جالواں     سُتا ہویا نصیب تے اپنا جگا لواں
محبوبؐ دا اوہ گنبدِ خضریٰ تے ویکھ لاں     سرکار دی گل دے نظارے تے پا لواں
لگے نیں مصطفیٰؐ دے قدم جس زمیں تے     اک وار اُوس خاک نوں سینے تے لا لواں[۱۶]

پنجابی نعت کے مطالعے سے یہ حقیقت بڑے نمایاں انداز سے سامنے آتی ہے کہ اِس کی نعتیہ شاعری میں مدینہ منورہ کو جائے امن اور مدفنِ مصطفیٰؐ کے حوالے سے جہاں اہم ترین مقام حاصل ہے، وہاں اِس شہرِ مقدس کی ہواؤں سے لے کر گلیوں تک مسجدِ نبویؐ سے لے کر روضۂ رسولؐ کی جالیوں تک ہر شے اور حوالے سے شاعروں نے اس شہرِ مقدس سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس کے پیشِ نظر وہ احادیث ہیں اور قرآن میں شہرِ رسولؐ کی قسم کے وہ حوالے ہیں جن سے اس عظیم شہر کی عظمتوں کی گواہی ملتی ہے۔ صائم چشتی نے اِس مقدس شہر کو جائے سکون و قرار دیا ہے ؎

ایہہ نگری اے کملی والے دی ایتھوں مل دا اے چین قرار کڑے
وَدوَد شاناں رکھدے عرشاں توں ایہدے گلیاں تے بازار کڑے



اس در دے اُتے جھکدے نیں سر غوثاں قطباں ولیاں دے
لکھ چھڈدے فرشتے آ آ کے اس پاک شہر دیاں گلیاں دے
ہے قسم خدا دی ایہو ای میرے اللہ دا دربار کڑے
ایہہ نگری اے کملی والے دی ایتھوں ملدا چین قرار کڑے[۱۷]

مختصر یہ کہ پنجابی نعت میں ذکرِ مدینۃ النبیؐ ہر دور کی شاعری میں عام ملتا ہے۔ کلاسیکی شاعری میں عام طور پر یہ حوالہ سفرِ مدینہ اور مدینہ منورہ کی مناسبت رکھنے والی اشیا سے تعلق رکھتا ہے جب کہ جدید شاعری میں مدینہ منورہ ایک تہذیبی شناخت اور اہم ترین تمدنی اکائی کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس سلسلے میں محمد اسلام شاہ کی ایک نظم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

مدینے والے دا نہ آکھا منیا     سدا ای کفر دی راہواں تے چلیا
واشنگٹن ماسکو ول دھیان رکھیا     مدینے ول نظر پٹ کے نہ تکیا
ایہہ ہلے جگ دی کالک منہ تے مل کے     مدینے ول میں کس منہ نال جاواں
اجے تے کل ای میں ہتھیار سُٹے     میں کیہڑی شکل سوہنے نوں وکھاواں[۱۸]

## حواشی:

(۱) گنج شریف پنجابی مرتبہ شرافت نوشاہی ص ۱۸۵ (۲) پنجابی شاعراں دا تذکرہ از مولا بخش کشتہ ص ۹۳ (۳) سسی پنوں از مولوی غلام رسول ص ۲ (۴) پنجابی شاعراں دا تذکرہ از مولا بخش کشتہ ص ۱۸۰ (۵) ایضاً ص ۳۹۷ (۶) سفرنامہ حرمین شریفین مولوی غلام نبی ص ۲۷ (۷) کھوج، جولائی دسمبر ۱۹۸۰ء مقالہ نگار مقصود ناصر چوہدری ص ۹۸ (۸) راقب قصوری دیاں نعتاں مرتبہ ڈاکٹر شہباز ملک ص ۱۱۵ (۹) گلدستہ حافظ از حافظ جھنڈا ص ۱۱۸ (۱۰) کوہندا سائیں احمد علی سائیں مرتبہ افضل پرویز ص ۸۰ (۱۱) مہر علی شاہ دمرتب و مترجم کرم حیدری) ص ۲۷ (۱۲) دلکش نعت س ن ص ۸ (۱۳) جندڑی مرتبہ شاہین ملک ص ۲۸۵ (۱۴) بہارِ مدینہ از عبدالحق صابر ص ۸۳ (۱۵) چراغِ ہدایت از چراغ دین جوگیکے ص ۱۲ (۱۶) رنگ دبو از اعظم چشتی لاہور ص ۹۹ (۱۷) بہاراں مسکراپیاں از صائم چشتی ص ۱۵ (۱۸) پنجابی نعت مرتبہ حفیظ تائب ص ۱۰۰۔

کیوں کر نہ ہو مومن کو تمنائے مدینہ
ہیں مالکِ جنت چمن آرائے مدینہ

تنویر سے معمور ہے ہر ذرۂ طیبہ
دیکھو تو سہی رونقِ صحرائے مدینہ

افسردہ دلوں پر نظرِ فیض و عطا ہو
اے بحرِ کرم ، اے چمن آرائے مدینہ

روضے کی زیارت سے شرف پائیں گے زائر
کھینچے لیے جاتی ہے تمنائے مدینہ

سرچشمۂ توحید ہے یہ شہرِ مقدس
یکتا نظر آئی ہیں دنیائے مدینہ

فقرہ ہے چمن ہیں یہ عنادل کی زباں پر
ہر پھول سے خوش رنگ ہیں گلہائے مدینہ

جتنا بھی بڑھوں ، شوقِ لقا اور سوا ہے
ہے راحتِ دل جوشِ تمنائے مدینہ

ہو نوکِ قلم صفحۂ کاغذ پہ گل افشاں
مقصود ہے مدحِ چمن آرائے مدینہ

پایا لقب اے دلؔ یہ فقط حُبِ نبیؐ میں
کہتے ہیں فرشتے مجھے شیدائے مدینہ

دلؔ شاہجہانپوری

# نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

"مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے وقت میرا ذہن اُن دعاؤں اور مناجاتوں سے خالی تھا جو دیارِ حبیبؐ کے تصور سے میری زبان پر آجایا کرتی تھیں۔ شاہ صاحب نے مجھے نمازیوں کی ایک صف میں کھڑا کر دیا لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں مسجد کے کس حصے میں ہوں۔ نماز کے بعد میں دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ جب شاہ دین صاحب میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے اُن سے پوچھا "گنبدِ خضرا کس طرف ہے ؟"

اُنہوں نے آہستہ سے جواب دیا "اپنے دائیں ہاتھ دیکھو۔ تم آقائے مدنی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پائے مبارک کی طرف بیٹھے ہو۔ میں تمہیں عمداً یہاں لایا تھا۔" میں نے اپنے جسم میں ایک کپکپی محسوس کی اور میری نگاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر کی جالی پر مرکوز ہو گئیں۔ اس کے بعد میں کچھ دیر کے لیے مکمل طور پر خالی الذہن تھا۔ میرے دل میں کوئی آرزو نہ تھی اور میری زبان پر کوئی دعا نہ تھی۔ وہ احساسات جن کے اظہار کے لیے میں کچھ پہلے چیخوں کی ضرورت محسوس کرتا تھا، مکمل طور پر دب چکے تھے۔ میری بہترین دعائیں مستجاب ہو چکی تھیں اور عزیز ترین آرزوئیں پوری ہو چکی تھیں اور میں ایک ایسا اطمینان محسوس کر رہا تھا جس سے میری روح نا آشنا تھی، روضۂ اطہر کی جالی مجھ سے اتنی قریب تھی کہ میں اسے چھو سکتا تھا لیکن اس دربار میں ادب کے تقاضے کچھ اور تھے۔

اس مقام کی عظمت کا احساس میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد میں اچانک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دیر تک درود و سلام پڑھتا رہا۔ اس کے بعد شاہ دین صاحب مجھے روضۂ اطہر کی دوسری جانب مسجد کے اُس حصے میں لے گئے جہاں

عہد نبوی کی ابتدائی حدود تھیں۔ زائرین اس حصے کے ہر ستون کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مجھے جو جگہ خالی نظر آئی تھی، وہیں نفل پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اچانک محرابِ النبی سے ایک نمازی اُٹھا اور میں آگے بڑھ کر وہاں کھڑا ہو گیا۔ نیت کے لیے ہاتھ اُٹھانے لگا تو دل نے آواز دی کہ تیری پیشانی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدموں سے پیچھے رہنی چاہیے، اور میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ نفل پڑھ کر فارغ ہوا تو شاہ دین صاحب نے مجھے بتایا کہ حضورؐ کی سجدہ گاہ کو محراب کی چوڑائی کے اندر محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ اور اب اگر کوئی محراب کے اندر کھڑا ہو کر بھی سجدہ کرے تو بھی اس کا سر حضورؐ کے قدموں سے آگے نہیں بڑھے گا۔"

"........ وہ شہر جس کے باشندوں کو سرورِ کونینؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی میزبانی کا شرف عطا ہوا ہے اور جس کی سربلندی و خوش حالی کے لیے حضورؐ نے دعائیں مانگی ہیں، کسی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں ہر سال اطرافِ عالم سے لاکھوں مسلمان اس شہر کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں اور عالمِ اسلام پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب ہزاروں انسان بارگاہِ الٰہی میں مدینہ کی زیارت سے مشرف ہونے کی دعائیں نہیں کرتے۔

یہ احساس کسی نہ کسی حد تک ہر مسلمان کے دل میں موجود رہا ہے کہ اس کی روح کی آخری پیاس مدینہ کے سوا کہیں اور نہیں بجھ سکتی، یہ وہ شہر ہے جہاں داخل ہوتے ہی کسی کو اجنبیت کا احساس نہیں رہتا، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس کے بعض مناظر پہلے بھی دیکھ چکا ہے، اس کی گلیوں اور بازاروں میں پھر چکا ہے اور اس کی فضا میں سانس لے چکا ہے۔

"کب اور کیسے؟"

یہ سوالات اسے پریشان نہیں کرتے۔

میں دنیا کے انتہائی پُررونق شہر دیکھ چکا ہوں اور اپنی آبادی، اپنے مادی وسائل اور ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے مدینہ غیر معمولی شہر نہیں۔ اگر نیکیوں کی آسودگی اور قناعت اور اُن کے دلوں کی وُسعت کسی شہر کو بزرگی اور برتری عطا کر سکتی ہے تو اس لحاظ سے مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روئے زمین کا پہلا اور آخری شہر ہے۔"

(نسیم حجازی: پاکستان سے دیارِ حرم تک)

---

"شاہنشاہِ کائنات کی حاضری اور اپنی سیاہ کاریوں پر نظر سے ایک عجیب سا سماں بندھ گیا ہے، جسم پر لرزہ طاری ہے، ہونٹوں پر کپکپی سے کچھ عرض بھی نہیں کیا جا سکتا، عشاق کا جمگھٹا ہے۔ بس یہ عالم ہے کہ ساقی کوثر پیارے حبیب علیہ السلام مشتاقانِ جمال کو ان کے ظرفوں کے مطابق پیالے پہ پیالہ جام پہ جام بھر بھر کے پلائے جا رہے ہیں، اونچی آواز سے اعمال کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہے۔ آنسوؤں میں ہر چیخ پکار نہیں۔ درد ہے، آہ و بکا نہیں۔ محبت ہے شور و غوغا نہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

مانگنے والے مانگتے چلے جا رہے ہیں اور دینے والے دیے جا رہے ہیں۔ یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں مانگنے میں بے ادبی کا کوئی شائبہ نہ شامل ہو جائے۔ پھر عجز و انکسار سے یوں عرض کیے دیتے ہیں:

سرکارؐ ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے"

(مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ۔ حضور الحرمین)

---

"عصر سے پہلے مدینہ طیبہ کے دروازے پر لاری پہنچ گئی۔ طوفانِ گریہ اُمنڈ آیا۔ اللہ اللہ یہی وہ منزل ہے جو کشاں کشاں جسم زار و نزار کو کھینچ کر سرزمینِ حجاز پر لے آئی ہے۔ اسی پاک سرزمینِ طیبہ پر سر کے بل چلنے کی آرزو ایک مدت دراز سے دل میں

دردبن کے جاگزیں ہورہی تھی۔ اسی خطۂ رشکِ فردوس میں سانس لینے کی تمنا سانس کی آمدوشُد کے ساتھ پرورش پارہی تھی۔ ولولۂ بے اختیارِ شوق میں کبھی حضرتِ جامیؒ کا یہ شعرورد زباں تھا

کے شود یارب کہ او در طیبہ و بطحا کنم
گہ بہ مکّہ سر زنم گہ در مدینہ جا کنم
آرزوئے جنّت معلیٰ بروں کردم زسر
گہ بہ باب جبرئیل از شوق واویلا کنم

گاہے اپنے سرکار سلطان السلاطین سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کا یہ مبارک شعر گنگنا کر مصروف تواجد رکھتا

صبا بہ سوئے مدینہ روکن — ازیں دعا گو پیام برخواں
بگرد شاہ رُسل ﷺ بہ گردد — بصد تضرع سلام برخواں

...... باب النساء کی طرف سے اُس جگہ جنتے جی داخلہ نصیب ہوا جو درحقیقت زمین پر ہر اعتبار، ہر لحاظ، ہر نظر، ہر جہت سے خطۂ فردوسِ بریں ہے۔ جو واقعی جنّت کا ٹکڑا ہے حرم پاک نبوی علیہ الف الف تحیات والتسلیم میں قدم رکھتے ہیں، ایسا منظر چشم ناسوتی ظاہری کو نظر آیا جو وہم وخیال و تصور سے بھی بالاتر تھا۔ اس کے کمال احترام اور تقدس کے علاوہ چشمِ ظاہر کے لیے بھی تمام روئے زمین پر مسجدِ نبویؐ سے زیادہ حسین وجمیل مسجد کسی جگہ موجود نہیں ہے۔"

(حکیم عبدالغنی انصاری خسرو شاہ نظامی "مکے مدینے کا سفر نامہ")

"یارسول اللہ!" میرے دل سے ایک منّت اُبھر رہی تھی جسے دبانے کی شدید کوشش ناکام ہوئی جارہی تھی۔ "یارسول اللہ! یہاں میں ستر ہزار نمازیں اپنے نام کرانے کے لیے حاضر نہیں ہوا۔ بہشت میں اپنی جگہ محفوظ کرانے کے لیے یہاں نماز پڑھنے کا متمنّی نہیں ہوں۔ میں تو صرف اس لیے یہاں نماز پڑھنا چاہتا ہوں کہ تیرے گھر کی دہلیز پر کھڑا ہو کر تجھے سلام کروں۔"



"وہ سلام نہیں جو دوسرے پر سلامتی بھیجتا ہے۔ وہ سلام نہیں جو کتابوں میں لکھا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سلام جو ایک ادنیٰ عاجز مسکین شخص ایک اعلیٰ و ارفع ہستی کو جھک کر ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کرتا ہے۔ میری آرزو ہے، اپنی عقیدت کا اظہار کروں۔ تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سجدہ کروں۔ تیری خوشنودی سے عظیم تر نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تیرے قدموں میں کھڑا ہو کر نعرہ لگاؤں کہ اے عظیم ترین انسان! میں جو ننگِ انسانیت ہوں، میں تجھے سلام کرتا ہوں۔ تو جو میرا سلام قبول کرلے تو میری خوشیوں کا ٹھکانا نہ رہے۔ اور تجھے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ایسے شخص کا سلام کیوں قبول کیا جو انسانیت کے نام پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔"

(ممتاز مفتی۔ لبیک)

---

مکے کی زمین سنگلاخ ہے۔ وہاں کچھ نہیں اُگتا۔ باہر کی مٹی منگوا کر وہاں بچھائی گئی ہے اور کچھ بیج بوئے ہیں اور کچھ درخت جڑ پکڑ کر تناور ہوگئے ہیں۔ اس کے برعکس مدینے کی زمین نرم ہے اور بیج کو فوراً قبول کرلیتی ہے۔ یہی فرق ان کی آب وہوا میں سانس لینے والے انسانوں کا بھی ہے۔ زرعی معاشرہ جس کا تعلق مٹی سے ہے اپنے سینے میں بہت کشادگی رکھتا ہے۔ چنانچہ مکے نے جس بیج کو قبول نہیں کیا تھا اسے مدینے نے فوراً قبول کرلیا۔

مکے کے سوداگر دل کے بہت سخت تھے اور مدینے کے کسان اتنے نرم کہ اپنے گھربار، اثاثے، کھیت کھلیان اور باغ پھلواریاں بانٹنے پر فوراً آمادہ ہوگئے۔ مکے سے آنے والے اس ایثار پر یقیناً بہت حیران ہوئے ہوں گے مجھے مکے اور مدینے دونوں میں لوگوں سے میل جول کا کوئی موقع نہیں ملا۔ لیکن میں نے ہر زائر اور حاجی سے یہی سنا ہے کہ مدینے کے لوگوں میں اب بھی قرونِ اولیٰ کی سی کشادگیِ دل موجود ہے۔ وہ باہر سے آنے والے ہر آدمی کو صدقِ دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

غلام الثقلین نقوی — "ارضِ تمنا"

# قلمکار

- ○ پروفیسر سید سلیمان اشرفؒ — سابق پروفیسر، علی گڑھ یونیورسٹی
- ○ ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی — اُستاذِ اُردو، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور
- ○ اعزاز احمد آذر — ڈائرکٹر، پاکستان نیشنل سنٹر، گوجرانوالہ
- ○ حافظ لدھیانوی — (مشہور نعت گو) گلستان کالونی۔ راجا روڈ فیصل آباد
- ○ حافظ خلیل احمد نوری — (خوش نویس ماہنامہ "نعت") خطیب جامع مسجد وارث کالونی۔ لاہور

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی ؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ **نعت** کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزین ہے۔ لہٰذا ماہنامہ **نعت** کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

# ذکرِ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

راجا رشید محمود

سامنے اُس کے جھکی عرش بریں کی رفعت — آپؐ کا شہر کہ تھا ساخت میں گاؤں جیسا

بسالے دل میں نقشِ شہرِ طیبہ — اگر چاہے سکونِ قلب و جاں تُو

نکہتِ گلشنِ مدینہ ہے — باغِ جاں میں بہار کا باعث

جنہیں ملی ہو سعادت انہیں ذرا پوچھو — مدینہ دہر میں دار القرار ہے کہ نہیں

مدینے کے سوا جائیں تو ہم جائیں کہاں آقاؐ — مدینہ ہے ہمارے واسطے دار الاماں آقاؐ

چاہو تو ازل کے بیمارو، طیبہ کے حسیں ذرّے چُن لو
ہے خاکِ مقدس خاکِ شفا سُبحان اللہ ماشاء اللہ

نوید لائے ہیں طیبہ سے لطف و راحت کی — مری اُمنگوں پہ بکھرے ہوئے گلاب کے رنگ

لامکاں تک تو تصور بھی پہنچ سکتا نہیں — جاکے طیبہ ہی میں خالق کا پتا کرتے ہیں لوگ

نظر کی پتلی پہ بھی نقشِ روضہ ہی نکلا — دلوں کے بھید نگاہوں نے کھول کھول دیے

نظارے کی خواہش ہے تو پھر آنکھ اُٹھاؤ — ہر ذرّۂ طیبہ میں ارم جلوہ نما ہے

جو دیدِ طیبہ سے قسمت بدلنے والا ہے — کہاں بہشتِ بریں سے بہلنے والا ہے

کیا بتاؤں میں ہوائے خُلد کا ذوقِ نظر — گنبدِ خضرا کو وہ بھی چومتی ہے یا نبیؐ

عشق پہنچائے گا طیبہ کے کرم زاروں تک — کیسے پہنچے گا جو ہے عقلِ رسا کا بندہ

جانے یہ محمود کب دیکھے گا روضہ آپؐ کا — ہجرِ طیبہ میں ہوا خونِ اُمیدِ التفات

صورتِ کعبہ یہ دل ہوگا سیہ پوشِ فراق — اِس میں گر ہجرِ مدینہ کا الم رہ جائے گا

خواہشِ دیدِ مدینہ نے نہ پائی منزل — مجھ سے پوچھو کہ مرا در سے رشتہ کیا ہے

خیالِ دُوریٔ طیبہ سے اے شہِ والا! — یہ دل تپاں ہے تو آنکھیں ہیں شبنمی اپنی

طیبہ کی سمت کو ہیں رواں شب گزیدگاں — یہ قافلہ ہے نُورِ سحر کی تلاش میں

ختم ہو جائے گی تاریکیٔ ہجرِ طیبہ — چاک آخر کو گریبانِ سحر بھی ہو گا

جو شہرِ مصطفیٰ پہ ہوا کرتی ہے طلُوع — اے کاش خواب ہی میں مجھے وہ سحر ملے

کبھی یہاں سے مدینہ، کبھی وہاں سے یہاں — مرا خیال مسلسل سفر میں رہتا ہے

نہیں ہیں دل کے سنبھال، پر مدینے کو — ہزار بار گیا ہے، ہزار بار آیا

طیبہ بھی پہنچ جاؤں گا اک روز یقیناً — تکمیل پہ ہوتا ہے ارادہ اثر انداز

محمود گرد راہِ مدینہ کی ہے طلب — میں جانتا ہوں، کحلِ بصر کس کا نام ہے

مرے کام آئیں یہ مژگان وابرو یا رسول اللہ
جو ان سے دے سکوں طیبہ میں جھاڑو یا رسول اللہ

اُمیدِ دیدِ مدینہ مری نگاہ میں ہے — یہ اور بات، زمانہ نظر شناس نہیں

گر شوقِ سجدہ ریزیٔ طیبہ یہی رہا — پائیں گے ہم بھی گوہرِ مقصد بفیضِ عشق

یا خدا مجھ کو عطا کر سبز گنبد کی بہار — کھیتی جذبوں کی ہوائے طیبہ سے پھولے پھلے

جب بھی آیا ہے کوئی زائرِ طیبہ واپس — کتنے تارے مری پلکوں کے اُفق پر چمکے

مل جائے گا مجھے دلِ گم گشتہ کا سُراغ
طیبہ میں ہے یا اُس کے کہیں آس پاس ہے